١
سلسلۂ آثار وکیل آل محمد علیہم السلام
دُرَرُ بیضاء فِی إثبَاتِ حَقّ الزہراءِ علیہا السلام
المعروف
جاگیرِ فدک
از قلم حقیقت رقم
خادمِ مذہبِ حقّہ وکیلِ آلِ محمدؐ
شہید علامہ غلام حسین نجفی (فاضلِ عراق)
مرکز احیاءِ آثارِ برِّ صغیر

شہید رابع حضرت علامہ مرزا محمد کامل کشمیری دہلوی رحمہ اللہ کے قلم مبارک سے

جاگیرِ فدک

مؤلّف

وکیلِ آل محمد (ص) حجۃ الاسلام و المسلمین

شہید علامہ غلام حسین نجفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں محسن مکتب اہل بیت علیہم السلام کے ایک نامور پاسبان، استاد محترم وکیل آل محمد شہید علامہ غلام حسین نجفی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کے تمام علمی آثار کہ جو انہوں نے مذہب تشیع کے دفاع اور مخالفین مذہب تشیع کے شبہات واعتراضات میں تحریر فرمائے تھے، دنیا کے سامنے پیش کرنے کی سعادت نصیب فرمائی۔

جب مخالف سے شہید کی کتب کا قلم سے جواب نہ بن پایا تو انہوں نے اپنی دیرینہ خباثت کو بروئے کار لاتے ہوئے، اپنے راستے سے ہٹانے کے لیے درندگی اور وحشت کا ثبوت دیا اور اس مدافع مکتب اہل بیت، عالم مبارز و پیکر علم و عمل کو شہید کر دیا۔

انسانی شکل میں ملبوس ان درندہ صفت حیوانوں اور اس منحوس فکر کے حامل افرد کو معلوم نہیں ہے کہ جس مذہب اور اس کے ماننے والوں کو بنی امیہ اور بنی عباس کے جابر وظالم حکمران نہ مٹا سکے تو یہ یزید بن معاویہ، حجاج بن یوسف، متوکل عباسی جیسے خبیثوں کی ناجائز اولاد اپنے ان ہتھکنڈوں سے مدافعین مکتب اہل بیت کو کہاں ہراساں کر سکتی ہے؟

البتہ ہمیں اس سے انکار نہیں ہے کہ حق کو ختم کرنے اور اس کی صدائے حقانیت کو دبانے کے لیے باطل طاقتیں، ہمیشہ اسی راستے کا انتخاب کرتی آئی ہیں، لیکن ان باطل پرستوں کو خداوند کریم کا یہ فرمان ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے، وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ۔ (الشعراء/۲۲۷)

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بو لہبی

اس وقت شہید نجفی ہم میں نہیں ہیں لیکن شہید کے فکری و علمی نقش پا اور انکے علمی آثار اور مکتب حقہ تشیع کے دفاع میں ان کے افکار کو آگے بڑھانے کے لیے ان کے تربیت کردہ شاگرد بقیدِ حیات ہیں۔

ہم سعودی عرب کے ان پالتو کتوں اور سعودی تیل کی قیمت وصول کر کے اپنے ایمان کو بیچنے اور ان ریالوں پر ناچنے والوں کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں سعودی عرب نے امریکہ و اسرائیل کے اشارے پر پوری دنیا کے مسلمانوں کا سکون برباد کر رکھا ہے؛ کہیں پر داعش کی مدد اور کہیں پر القاعدہ و طالبان اور کہیں پر لشکر جھنگوی کہ پشت پناہی کر کے ،اور اس سے بھی زیادہ خطرناک یہ کہ مسلمانوں کے علمی آثار میں حذف و تحریف کر کے اپنی من مانی کا دین اور اسلام کی وحشت و بربریت سے بھرپور تصویر دنیا والوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ وہ زمانہ دور نہیں کہ جس طرح ۲۰۱۶ء میں چیچنیا کے اجلاس میں اہل سنت والجماعت کا اجتماع ہوا اور ان غیور اہل سنت نے سعودی عرب کو اہل سنت قبول نہ کرتے ہوئے اسے دعوت نہیں دی ،اسی طرح سعودی عرب کے پالتو بھی ان شاء اللہ خود اہل سنت کی نظروں میں فقط وحشی درندے اور بے گناہوں کے قاتل کے عنوان سے یاد کیے جائیں گے ،اور دنیا کے تمام مسلمان یک زبان ہو جائیں گے کہ ان قاتلوں کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ شہید نجفی اور دیگر علماء اعلام کے قاتلین بھی ان شاء اللہ اسی فہرست میں شامل ہوں گے۔

شہید نجفی رضوان اللہ کے ان علمی آثار کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لیے ہم انکی دختر نیک اختر کے تہہ دل سے شکر گزار ہیں کہ ہمیں ان آثار کو شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرما کر قوم و ملت پر ایک احسان عظیم فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (التوبۃ/۱۲۰)

اس جگہ پر ہم یہ بھی اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ اگرچہ استاد محترم شہید نجفی رضوان اللہ تعالی علیہ کے حالات زندگی اور ان کے آثار کے تعارف پر مشتمل ایک مفصل کتاب بعنوان "حالات اور آثار وکیل آل محمد "ترتیب دے رہے ہیں، لیکن اس جگہ پر شہید کے اولیں حالات ،ان کے اپنے قلم سے اور

شہادت کے بعد کے واقعات ان کی دختر محترمہ مریم نجفیہ پرنسپل مدرسہ سکینہ بنت الحسین کے قلم سے خلاصةً تحریر کر رہے ہیں جو انہوں نے شہید کی شہادت کے بعد تحریر فرمائے تھے۔

اس کے بعد فدک سے مربوط کتابوں کی اجمالی فہرست ہم اپنی طرف سے پیش کر رہے ہیں۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ علامہ شہید کی اس کتاب "جاگیر فدک" کی تمام عبارات واستدلالات کو امانت سمجھتے ہوئے من عن قارئین کے سامنے پیش کریں۔

الاحقر الفانی ابو سکینہ

وکیل آل محمد شہید علامہ غلام حسین نجفیؒ کے حالات
ان کے اپنے قلم سے

نام: غلام حسین ہے۔

ضلع سرگودھا سے میرا تعلق ہے اور میرے والد محترم کا نام محمد حیات (رح) نمازی ہے اور ہم کھوکھر برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۱۹۳۹ میں ضلع سرگودھا کے مشہور قصبہ جلالپور ننگیانہ میں پیدا ہوا۔ ۷ برس کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا۔ اس وقت فقہ جعفریہ کی مایہ ناز درسگاہ (مدرسہ محمدیہ) کا، استادالعلماء السید محمد یار شاہ (رح) کی سرپرستی میں عروج تھا۔ یہ مدرسہ جلالپور ننگیانہ میں ہی تھا۔

میں نے ۱۹۴۵ میں اس درسگاہ میں اپنی تعلیم کا آغاز کیا تھا اور پانچ سال تک اپنے مایہ ناز استاد السید محمد یار شاہ (رح) سے علوم آل محمد (ص) کی تحصیل کی اور ۱۲ نومبر ۱۹۵۷ میں شیعیان حیدر کرار کی مایہ ناز درسگاہ (جامعۃ المنتظر) میں داخلہ لیا اور حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا اختر عباس (رح) اور مولانا سید صفدر حسین نجفی (رح) سے کسب فیض کیا۔

یہ دونوں عالم دین بلند پایہ عالم تھے اور نہایت ہی منکسر المزاج تھے۔ دوران تعلیم میں ان دونوں استادوں سے بہت متاثر ہوا اور مجھے بلندی تک پہنچانے میں ان دونوں کا بڑا حصہ ہے۔ مولانا اختر عباس (رح) مرحوم نے مجھے نجف اشرف سے متعارف کروایا اور وہاں کی اعلی تعلیم سے روشناس کروایا اور نجف اشرف تک پہنچانے میں میرے استاد محترم قبلہ مولانا اختر عباس (رح) کا بہت بڑا حصہ ہے۔

جامعۃ المنتظر میں ۶ سال تک کسب فیض کرنے کے بعد ۱۶ ستمبر ۱۹۶۳ میں اعلی تعلیم کی خاطر نجف اشرف گیا اور عرصہ سات سال تک باب مدینۃ العلم کی بارگاہ میں جبین نیاز جھکا کر اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ آیت اللہ ابوالقاسم الخوئی (رح) سے درس خارج پڑھنے کا شرف حاصل کیا اور آیت اللہ محمد علی افغانی (رح) المعروف آغا مدرس اور آیت اللہ سید مسلم حلی (رح) اور آیت اللہ شیخ عباس قوچانی سے فیض حاصل کیا۔

نجف اشرف کی تعلیم کو میں نے اپنے لئے بہت شرف سمجھا اور وہاں قیام کو اپنے لئے فخر سمجھا۔ وہاں قیام کے دوران کئی مشکلات سے گزرنا پڑا مگر حوصلہ بلند رکھا۔ نجف اشرف میں قیام کے دوران اگرچہ آدمی کو مالی فائدہ بہت کم ہوتا ہے مگر علم اور روحانیت کا بہت بڑا خزانہ ملتا ہے۔ ہمارا تجربہ یہ ہے کہ نجف میں قیام کے دوران فقیری، باہر دنیا کی امیری سے ہزار گنا افضل ہے۔ جس طرح کسی بوڑھے انسان کو جوانی کے گزرے ہوئے دنوں کی بار بار یاد آتی ہے اس طرح ہمیں نجف اشرف کے قیام کے دنوں کی بار بار یاد آتی ہے۔

عرصہ سات سال تک باب مدینۃ العلم کی بارگاہ میں جبین نیاز جھکا کر علوم آل محمد (ص) کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ پھر ۱۹۷۰ء میں بندہ اپنے وطن پاکستان لوٹ آیا اور ایک سال تک صوبہ سندھ کے ضلع نواب شاہ میں ایک تبلیغی دورہ کیا اور پھر میں نے جلد ہی محسوس کیا کہ دن رات کی سفری زندگی میں انسان اپنی علمی صلاحیتوں کو استعمال نہیں کر سکتا بلکہ علمی صلاحیت کافی متاثر ہو جاتی ہے۔ پھر استاد المکرم قبلہ مولانا سید صفدر حسین نجفی (رح) کی دعوت اور برادر محترم علامہ سید ریاض حسین نجفی کی تحریک پر جامعہ المنتظر لاہور میں آکر تدریس کی خدمات سرانجام دینا شروع کر دیں۔

پاکستان کی سرزمین میں مذہب شیعہ، مذہب اہل بیتؑ خوب پھلا پھولا ہے اور لاکھوں کی تعداد میں لوگوں نے اس فرمان رسول (ص) کی روشنی میں کہ (علی حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے ساتھ ہے) مذہب شیعہ کو حق سمجھ کر بہت زیادہ تعداد میں قبول کیا اور شیعوں کی اکثریت دوسرے مذاہب سے کنورٹ (Convert) ہو کر وجود میں آئی ہے نیز واقعہ کربلا، خاندان نبوت کی مظلومیت اور حضرت امام حسینؑ کی دردناک شہادت اور خاندان نبوت کی خواتین کی اسیری نیز ان درد بھرے واقعات کا سننا اور عزاداری شہدائے کربلا کا شیعہ مذہب کی ترقی میں بہت زیادہ عمل دخل ہے۔

مذہب حقہ کی اس ترقی سے مخالفین کو بہت رنج ہوا ہے اور انہوں نے مذہب شیعہ سے خلق خدا کو نفرت دلانے کی خاطر شیعوں کے خلاف ہر قسم کا پروپیگنڈا اور ہر قسم کی الزام تراشی شروع کر رکھی تھی اور تقریر کے ساتھ وہ لوگوں میں نفرت پھیلانے کے لئے تحریر سے زیادہ مدد لے رہے تھے۔

بندہ نے تقریباً ۱۹۷۵ء میں مخالفین کی زہریلی تحریروں کا دندان شکن جواب دینے کا سلسلہ شروع کیا اور اختلافی مسائل میں بیس عدد کتابیں لکھ کر مذہب شیعہ کی سچائی کا لوہا منوایا۔ مخالفین مذہب شیعہ کو ہماری اس تبلیغی اور جوابی کاروائی سے بہت پریشانی ہوئی اور اگست ۱۹۸۰ء میں انہوں نے پاکستان کے صدر ضیاء الحق کی مدد سے مجھ کو (ARREST) کروایا اور لاہور کی کیمپ جیل میں میں کئی ماہ تک اسیر رہا۔ چونکہ امام زمانہؑ کے مشن سے بندہ کو والہانہ عشق ہے اس لئے میں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر موت اور زندگی کو برابر جان کر کربلا والوں کے مشن اور مذہب حقہ کی تبلیغ کو جاری رکھا۔

مخالفین مذہب شیعہ جب بوکھلا گئے تو انہوں نے ۷ جولائی ۱۹۹۱ء دن گیارہ بجے ضلع نوابشاہ تحصیل نوشہرو فیروز سندھ کے قصبہ دریا خان مری میں مجھ پر قاتلانہ حملہ کروادیا۔ اور پسٹل کی گولی بائیں جانب دل سے تھوڑی نیچے لگی اور پیٹ کو زخمی کرتی ہوئی دائیں طرف آکر رک گئی۔ نواب شاہ ہسپتال میں میں نے داخلہ لیا۔ اگر مومنین نوابشاہ شہر بروقت میرے آپریشن میں بھرپور کوشش نہ فرماتے تو شاید میں موت کے منہ میں چلا جاتا، مگر مومنین نے بہت تگ و دو کے بعد میرا آپریشن کروایا، اللہ ان کو جزائے خیر دے اور میں تقریبا تین ماہ تک زیر علاج رہا۔ اس جان لیوا حادثے کے باوجود میرا حوصلہ پست نہ ہوا اور میں نے علوم آل محمد (ص) کی نشر و اشاعت اور مذہب حقہ سے دفاع کا سلسلہ جاری رکھا۔

پھر مخالفت نے اپنے غضب کی آگ کو اس طرح بجھایا کہ انہوں نے اس وقت کے پاکستان کے وزیراعظم نواز شریف اور اس وقت کے وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف کے توسط سے شیعیان حیدر کرار کی عظیم دینی درسگاہ جامعۃ المنتظر پر پولیس کے ذریعے مجھے گرفتار کرنے کے لئے ریڈ کراس کروادیا اور ۲۲ جولائی ۱۹۹۷ء بعد از نماز فجر پولیس جامعۃ المنتظر میں داخل ہوئی اور خانہ خدا، مسجد و امام بارگاہ اور درسگاہ کے تقدس کو پامال کیا اور مجھے اسیر کرنے کے علاوہ ۱۸۰ طلباء اور چند دیگر علماء کو بھی اسیر کیا۔ علماء اور طلباء جامعہ کو ایک ہفتہ کے اندر اندر رہا کردیا اور مجھے کئی دنوں تک تھانہ ماڈل ٹاؤن اور تھانہ اچھرہ میں روحانی اذیت میں مبتلا رکھا گیا پھر کیمپ جیل لاہور میں مجھے بند کردیا۔

قید کے دوران میں شہباز شریف سابق وزیر اعلیٰ پنجاب نے جیل حکام کو حکم دیا کہ (وکیل آل محمد (ص) غلام حسین نجفی) یعنی مجھے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر رات کے وقت ساہیوال جیل میں پہنچا دیا جائے، عین ممکن ہے اس طرح مجھے شہید کرنے کا پروگرام تھا، حکام نے مجھے رات کے وقت جیل سے نکالا، جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ زندگی کی آخری رات ہے اور مجھے راستے میں جعلی پولیس مقابلے میں شہید کر دیا جائے گا، تقدیر ہر چیز پر غالب ہے کسی غیر مرئی قوت کی وجہ سے جان بچ گئی اور ایک مدت تک ساہیوال جیل میں رہنے کے بعد میرا چالان شیخوپورہ جیل بھیج دیا گیا اور کچھ عرصہ بعد کیمپ جیل بھیج دیا گیا۔

۲۲ جولائی ۱۹۹۷ء سے لے کر ۹ جولائی ۱۹۹۸ء تک جیل میں مقید رہا، تین مرتبہ عدالت نے رہائی کا حکم دیا اور میاں شہباز شریف سابق وزیر اعلیٰ جیل ہی میں گرفتار کروا دیتے تھے۔ جب میں جیل میں تھا تو بار بار جیل کے دروازوں پر میرے اہل و عیال کا ملاقات کے لئے آنا اور مقدمات کی پیروی کے لئے کچہریوں اور عدالتوں میں دھکے کھانا، یہ وہ صدمات ہیں جن کو ہمارا دل کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔

مدرسہ سکینہ بنت الحسینؑ کا اجراء

۹ جولائی ۱۹۹۸ء میں رہائی کے بعد میں نے حسب دستور مشن حسینیؑ کو جاری رکھا۔ تدریس و تصنیف میں چونکہ زندگی گزر رہی تھی اور میرے پاس اس سلسلے میں ایک وسیع تجربہ تھا تو میں نے اس تجربے کو بروئے کار لاتے ہوئے دختران شیعہ کیلئے ایک منظم ادارے کی سخت ضرورت محسوس کی جس میں کنیزان در زہراؑء کو تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ کیا جائے تاکہ فقہ جعفریہ کے مطابق شریعت اسلامیہ کے مسائل کو بہتر طور پر سمجھ سکیں اور طہارت و نجاست، حلال و حرام، نماز و روزہ و غیرہ کو مطابق تعلیمات محمد و آل محمد (ص) بجالائیں۔

اور شیعہ مذہب کو جس چیز نے سب سے زیادہ تقویت بخشی ہے وہ ہے عزاداری اور مجلس امام حسینؑ۔ اس عزاداری کے مشن میں بھی تعلیم و تربیت کی سخت ضرورت ہے ان مذہبی ضروریات کی خاطر میں نے یکم جون ۲۰۰۱ء میں مدرسہ سکینہ بنت الحسینؑ کو جاری فرمایا اور یہ مدرسہ تا حال یعنی

۲۰۰۵ء میں اللہ کی رحمت اور مولا علیؑ کی نظر کرم سے چشم بد دور چل رہا ہے اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں دین اسلام کی خدمت کی بحق محمد وآل محمد (ص) زیادہ سے زیادہ توفیق عنایت فرمائے۔

اس مدرسہ کو تا قیامت چلتا دیکھنا میری بڑی خواہش ہے جس کی خاطر میں نے اپنی پیاری بیٹی مریم کو بچپن ہی سے اصول و قواعد کی سخت تربیت دی ہے پہلے اسے پانچ سال تک اپنے عظیم استاد علامہ اختر عباس مد ظلہ کی زیر نگرانی تعلیم دلائی اس کے بعد اپنے گھر پر اسے باقاعدگی سے زیر تعلیم رکھا میں نے اپنے ۴۰ سالہ تجربے کو مریم بیٹی کے ذہن میں منتقل کیا، اسے ساتھ ساتھ انتظامی امور اور تعلیم و تدریس کی مشق بھی کرواتا ہوں۔ تاکہ میرے بعد میرا مشن میری اپنی اولاد احسن طریقے سے سر انجام دے سکے۔

یہ آپ بیتی میں خود لکھ رہا ہوں تاکہ ملت جعفریہ یہ جان سکے کہ میں نے کن کن آزمائشوں مصیبتوں اور پریشانیوں سے گذر کر اپنی جان ہتھیلی پر رکھ اس قوم و ملت کی خاطر اپنا تن من دھن وار دیا ہے۔

میں یہ چاہوں گا جس طرح مومنین حضرات علمائے عظام طلباء و طالبات میرے ساتھ ہیں میرے بعد بھی میرے مشن کو جاری و ساری رکھنے میں میری لخت جگر نور نظر اور میری تہجد کی دعاوں کا ثمر مریم نجفیہ کی بھی اسی طرح رہنمائی اور امداد فرمائیں گے۔ [والسلام]

وکیل آل محمد حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ غلام حسین نجفی (رح) شہید کی شہرہ آفاق کتب:

۱- جاگیر فدک حق زہرا۔ قول مقبول فی اثبات وحدت بنتِ رسول (ص)

۲- بغاوت معاویہ در جواب خلافت معاویہ

۳- معاویہ کی گالیاں نبی (ص) اور آل نبی (ص) کو

۴- حقیقت فقہ حنفیہ در جواب حقیقت فقہ جعفریہ

۵- قول سدید در جواب وکلاء یزید

۶- شیعیان علیؑ اور ان کی شان

۷- اسلامی نماز و دیگر عبادات بمطابق فقہ جعفریہ

۸- سہم مسموم فی جواب نکاح ام کلثوم

۹- خصائل معاویہ در جواب خلافت معاویہ و یزید

۱۰- کردار یزید در جواب خلافت معاویہ و یزید

شہادت ہے مطلوب مقصود مومن

تحریر: مریم نجفیہ بنت علامہ غلام حسین نجفی شہید
پرنسپل مدرسہ سکینہ بنت الحسینؑ۔ لاہور

یہ ۲۱ صفر اور یکم اپریل ۲۰۰۵ء کی تاریک اور پر آشوب صبح تھی کیا معلوم تھا کہ یہ دن میری زندگی کا منحوس ترین اور الم ناک ترین دن قرار پائے گا۔ فون کی بیل بجی اور حسب سابق میرے والد گرامی کی پر رعب آواز سنائی دی کہ مریم مجھے اپنے مدرسہ سکینہ لے جاؤ۔ اس وقت تقریبا ۹ بجے کا وقت تھا۔ میں حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی گاڑی لے کر مدرسہ سکینہ سے نکلی اور گھر پہنچی۔

میرے والد اپنا تمام سامان لے کر دروازے کی طرف چلے اور یہ کہتے ہوئے چلے۔ مریم جلدی چلو مجھے جمعہ کے ٹائم تک واپس پہنچنا ہے۔ اور ابھی مدرسہ میں جا کر بچیوں کو قرآن کا درس بھی پڑھانا ہے میں باہر نکلی اور والد محترم کو لے کر بعینہٖ اسی راستے سے لے کر مدرسہ سکینہؑ کی طرف گئی۔ جس راستہ میں یہ واردات ہوئی ہے۔

ہم مدرسہ سکینہ پہنچے گاڑی گیراج میں رکی، میرے والد پر رعب انداز میں گاڑی میں سے اترے داخلے مدرسہ ہوئے اور تمام مدرسہ کا جائزہ لیا سب طالبات نے اپنے عظیم و کریم استاد کی آمد پر آ کر سلام کیا۔

جمعہ وہ واحد دن ہوا کرتا تھا جس دن میرے والد صبح کے وقت مدرسہ سکینہ کو رونق بخشا کرتے تمام طالبات کو اپنے اپنے دروس میں مشغول پا کر نہایت خوش و خرم تھے۔

پھر ایک مرتبہ میرے ابو کی بلند آواز مدرسہ سکینہ میں گونجی میری قرآن کی کلاس آؤ سبق شروع کریں۔ تمام طالبات قرآن گود میں لے حاضر ہوئیں سبق سنا اور فرمایا کہ " بیٹیوں اس طرح محنت کرو میرا دل چاہتا ہے کم از کم قرآن ہر مسلمان کی سمجھ میں مکمل طور پر آجائے۔"

اس کے بعد انہوں نے طالبات کو سورہ زلزالھا کی تفسیر بمع ترجمہ اور قرائت کے پڑھانی شروع کی۔ میں چونکہ ہر لمحہ اپنے والد گرامی کے ساتھ رہی سو اس درس میں بھی میں موجود تھی ہمیں کیا معلوم تھا کہ جس زلزلے کے ہمارے سب کے استاد اور میرے والد بہت تفصیل سے سمجھا رہے ہیں یہ اس زلزلے سے پہلے ہماری زندگی میں بھی آئے گا اور آج ہی کے دن آئے گا۔

مجھے کسی کام کے سلسلے میں مدرسہ سے باہر جانا تھا سو میں تیار ہوئی جب میں نکلنے لگی تو مجھے کہنے لگے مریم جلدی واپس آنا مجھے ٹھیک ۱۲ بجے واپس جمعہ کی نماز میں جامعۃ المنتظر پہنچنا ہے، میں وعدہ کرتی ہوئی باہر نکل آئی میں اپنا کام مکمل کر کے اس راستے سے ہی جونہی واپس پہنچی میرے والد اپنا سامان تیار کر کے بیٹھے تھے کہ مجھے واپس پہنچادو۔ بارہ ہونے میں صرف دس منٹ باقی ہیں۔

میں نے دو طالبات کو بلایا کیونکہ والد محترم کو گھر پہنچا کر مجھے مدرسہ سکینہؑ واپس پہنچنا تھا میری ایک طالبہ پیچھے ابو کے ساتھ جب کہ ایک میرے ساتھ بیٹھ گئی اب وہ منحوس ترین لمحات قریب آئے ظالم کے پندرہ سال سے پھیلائے ہوئے جال کے اندر ہمارے قدم الجھنے لگے جب ہم گاڑی میں بیٹھے ۔۔۔ابھی ہم باتوں میں مشغول تھے کہ کلاشنکوفوں کے چلنے کی قیامت خیز آواز میرے کانوں سے ٹکرائی اور جب میں نے یہ سوچا کہ دنیا دشمن ہے اور یہ حملہ میری گاڑی پر میرے ابو پر ہو چکا ہے تو میرے اوپر کے سانس اوپر اور نیچے کے نیچے رہے۔۔۔

مومنین و مومنات بھلا یہ بھی کہیں دیکھا یا سنا کہ ایک والد کہ شہادت اور آنکھوں دیکھے حالات بیٹی اپنے قلم سے لکھے۔ میرا جگر پھٹنے کو ہے میری آنکھیں خون برساتی ہیں میرے اللہ! مجھے تمام حالات کو بے نقاب کرنے کو حوصلہ عنایت فرما۔

اس کے بعد شیشوں کو ٹوٹنے کی بے شمار آوازیں دو گولیاں مجھے اور دو پیچھے بیٹھی ہوئی میری طالبہ کو لگیں میری گاڑی پر Bullets کی بارش ہو رہی تھی لیکن میں نے گاڑی روکی نہیں اور اس امید پر کہ شاید میں اپنے والد کو بچانے میں کامیاب ہو جاؤں مجھے نہیں یاد پڑتا میں نے گاڑی کا گئیر بدلا اور نہیں پتہ

اتفاق ہسپتال تک میں نے گاڑی کی بریک پر پاوں رکھا ہو خوشی قسمتی کی بھی چیز سے راستے میں نہیں ٹکرائی اور سیدھی اتفاق جا کر رکی میں دعائیں بھی مانگتی جارہی تھی مولا کے مصائب کو بھی یاد کرتی جارہی تھی راستے میں ایک مرتبہ مجھے پیچھے بیٹھی ہوئی بچی کی آواز سنائی دی کہ باجی آغا جی کو دیکھو جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو میرا قلم اس منظر کو بیان سے قاصر ہے کہ جس حالت میں میں نے اپنے ابو کو دیکھا تو میرے والد چونکہ ہمیشہ سفید رنگ کا لباس زیب تن کیا کرتے تھے جو کہ شہادت سے پہلے تو سفید تھا مگر اس قیامت خیز لمحے کے بعد خون میں غلطان سرخ ہو چکا تھا اور سامنے والی سیٹ پر میرے والد سجدے کی حالت میں موجود تھے مگر کیا کہوں اس کے سوا۔ ان اللہ علی کل شی قدیر

جب میں نے اتفاق ایمرجنسی کے سامنے گاڑی روکی تو کیا کرتی اتری اور پچھلا دروازہ کھولا اور ابو کا سر اپنے ہاتھوں سے اٹھایا کیا دیکھتی ہوں کہ میرے والد کے جسم مبارک میں بہت سی گولیاں پیوست ہو چکی تھیں مگر سانس لے رہے تھے میں نے انہیں لے کر ہسپتال میں داخل ہوئی ڈاکٹر نے دو دفعہ دوائیں لکھ کر مجھے پرچی پکڑائی اور میں تنہا دوڑتی سٹور تک گئی اس کے باوجود کہ میری ٹانگ میں گولی لگی ہوئی تھی صرف اور صرف اس امید پر کہ شاید خدا اس ظلم کے اندھیرے سے میرے والد کو نکال لے مگر شاید خدا کو کچھ اور منظور تھا۔

اتفاق ہسپتال والوں نے کیس لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ تم انہیں جنرل ہسپتال لے چلو، میری ہمت جواب دینے لگی میں نے گھر نمبر ملایا اور اطلاع دی کہ ہماری گاڑی پر ظالموں نے حملہ کر دیا ہے والد گرامی شدید زخمی ہیں میری بہنوں جلدی پہنچوں ہمارے گھر کی تباہی کا سامان ہوا چاہتا ہے۔

جب میری بہنوں کو پتہ چلا تو وہ دوڑتی ہوئی گھر سے باہر نکلیں تو کئی ایک مومنین سے گاڑی کی استدعا کی یہ بتاتے ہوئے کہ ہم نجفی صاحب کی بیٹیاں ہیں ہمارے ابو پر حملہ ہو چکا ہے اور مریم زخمی حالت میں اکیلی ہے خدا کیلئے ہمیں گاڑی دو مگر افسوس اور صد افسوس ان مومنوں پر جوٹس سے مس نہ ہوئے، آخر میری بہن رکشہ لے کر اتفاق پہنچی نہایت صدمہ کی حالت میں تھی مگر اس نے نہایت ہمت کے ساتھ ایمبولینس منگوا کر مجھے میری ایک طالبہ کو میرے والد کو جنرل ہسپتال روانہ کیا اور خود اس تباہ حال گاڑی میں جنرل ہسپتال پہنچی۔ کئی مومنین کے علاوہ بے شمار لوگ جمع تھے۔ چند لمحات ڈاکٹروں نے کوشش کی مگر۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

نشان مرد مومن بہ تو گویم
چو مرگ آید، تبسم بر لب اوست

چند قریبی لوگ وہاں پہنچے جنہوں نے مجھے اور میری بہنوں کو ابو کے جسد خاکی سمیت گھر تک پہنچایا میری چونکہ چند بہنیں سندھ میں قیام پذیر ہیں اس لیے قبلہ و کعبہ والد گرامی کی آخری زیارت تک مجھے ان کیلئے رکھنا تھا۔

مگر جونہی میں گھر پہنچی سرکار کے قانون نے ہم تنہا بہنوں کو آن گھیرا پوسٹ مارٹم کیلئے جسم اطہر کو دیں یہ قانون اس قدر ناہموار کیوں ہے ؟یہ سارازور کمزوروں پر کیوں چلاتا ہے اس وقت میں شدید زخمی تھی کچھ زخم میری روح پر لگے میں ایسے حالات کا سامنا کرنے کی عادی نہ تھی اس لیے کہتے ہیں کہ تیر کا زخم تو مندمل ہو جاتا ہے مگر زبان کا زخم کبھی بھی مندمل نہیں ہوتا۔

میرے دل سے سرکار کے قانون کے چند گھٹیا الفاظ کبھی نہ نکلیں گے جب پر زور احتجاج پر میں مان گئی مگر اس شرط پر کہ میں ساتھ جاؤں گی ،جب ہم میو ہسپتال کے مردہ خانے میں داخل ہوئے تو میں نے سوچا کہ او میرے خدا میں کہاں کہاں جاؤں گی۔

صعوبتوں کے سفر میں ہے کاروان حسینؑ
یزید چین سے مسند نشین آج بھی ہے

ایک مرتبہ جب ہم اپنے والد کو لے کر گھر لوٹنے لگیں تو ایک شخص کہنے لگا کیونکہ علامہ محترم کو بے شمار گولیاں لگیں ہیں سارا خون ضائع ہو چکا ہے انہیں سرد خانے میں رکھوا دو کہیں رنگ نہ بدل جائے ، مگر میرے ایمان کاملہ نے میرا ساتھ دیا اور میں نے نہایت جرات سے جواب دیا کہ میرے بابا شہید ہیں اور شہید خدا کے ہاں زندہ ہے اللہ تعالی شہید کو اس دنیا میں بھی بڑا رتبہ دیتا ہے۔ سو میں نے اس سے انکار کر دیا اور اپنے والد کو لے کر گھر کی طرف روانہ ہوئی۔

آخر میں تھکی ہاری بہن کو لیے روتی پیٹتی دوبارہ گھر میں داخل ہوئی۔ اتنے میں میرے والد کے چاہنے والوں کا ایک جم غفیر ہمارے گھر کے صحن میں جمع ہو رہا تھا۔ ہر کوئی اپنے رشتے کا اپنے اپنے تعلق کا واسطہ دے کر بین کر رہا تھا۔ میری ماں اپنے اس عظیم ساتھی اپنی اس ۳۵ سال کی رفاقت کا ارمان

کر رہی تھی۔ میرے مدرسے کی طالبات اپنے اس عظیم ترین استاد کے چلے جانے کے غم میں اپنے اس عظیم استاد کی محبت اور شفقت سے محرومی اور اپنے اسباق کے ادھورا رہنے کے غم سے بے حال تھیں۔ لگتا تھا سارا پاکستان میرے والد کی اولاد ہے ہر کوئی ان کے زخمی بدن کے بوسے لے رہا تھا۔

میرے والد گرامی فرمایا کرتے تھے کہ "زیر قلم آیا ہوا لفظ کبھی ضائع نہیں ہوتا" شاید یہی وجہ ہے کہ میں نے بھی اپنی تمام ہمتوں کو مجتمع کر کے اپنے والد کی شہادت کو زیر قلم لانا شروع کیا تاکہ رہتی دنیا تک یہ شہادت ظالم کے منہ پر طمانچہ بن جائے۔

اس کے بعد ساری رات روتے بین کرتے گذری جب صبح کا وقت ہوا میری باقی بہنیں بھی بابا کے پاس پہنچیں مگر اب میرے باپ نے ان کا استقبال نہیں کیا بلکہ اچانک ان کے بین بلند ہونے شروع ہوئے۔ مجھے لگا جیسے سب سوال کرتی ہیں مریم ہمارے بابا پر اتنا ظلم کیوں ہوا میں صدمے سے پہلے ہی دم بخود تھی بہنوں کی حالت زار دیکھ کر میں مزید بے چین ہو گئی۔

آخر کار وہ منحوس گھڑی آ پہنچی جب تمام لوگ میرے بابا کا جنازہ اٹھانے کیلئے آ گئے، میرے درد کو وہی جان سکتا ہے کہ جس نے یہ درد خود دیکھا ہے۔ میرے بابا کا جنازہ ایسے ہی اٹھا جیسے حسینؑ آقا کے غلام کا حق تھا، میں کہتی ہوں آئے میرے بابا آپ تو بہت خوش قسمت ہیں کہ آپ کے جنازہ کا کندھا دینے والے ہزاروں لاکھوں لوگ تھے، طالب علم نعرے لگاتے دشمنوں پر لعنت کرتے یہ کہتے ہوئے کہ

نجفی تیرے خون سے انقلاب آئے گا
ظالموں جواب دو ظلم کا حساب دو
کس کس کو تم مارو گے یہ ساری قوم حسینی ہے
کس کس کو تم مارو گے یہ ساری قوم ہی نجفی ہے

میری روح ان نعروں کی آواز سن کر بیدار ہو گئی مجھے میرے والد کے الفاظ سنائی دینے لگے کہ:

"مریم بیٹا مجھے معلوم ہے کہ مجھے ایک دن شہید تو ہونا ہی ہے، لیکن میری ایک خواہش ہے کہ میرا مشن چلتا رہے، میرا وہ مشن جس کی خاطر میں نے اپنی تمام زندگی صرف کر دی میں نے ہمیشہ حق کا ساتھ دیا تم بھی حق کے راستے پر چلنا۔"

تمام دنیا گواہ ہے کہ جس طرح میرے والد علامہ غلام حسین نجفی شہید کا جنازہ اٹھا اس طرح بہت کم لوگوں کا جنازہ اٹھا کرتا ہے لوگوں کا عظیم اجتماع، چاہنے والوں کی بھیڑ، عقیدت مندوں کا ہجوم، غم سے بے حال، لوگ جوش شہادت کا جام پلا کر پوری قوم کو جذبہ شہادت دے کر حسینی بنا کر جانے والے میرے عظیم ترین بابا جامعہ المنتظر کے وسیع و عریض گراونڈ میں لائے گئے، مگر جنازہ میں شرکت کے خواہش مندوں کی اپنے قبلہ وکعبہ ومحسن کی زیارت سے مشرف کرانے کی خاطر جنازہ کو کھلی شاہراہ عام پر ٹریفک روک کر پڑھایا گیا۔

اس عظیم عالم ربانی احدیت و رسالت کے فرمانبردار اور ولایت امیر المومنین علیہ السلام کے وفادار اور وکیل آل محمدؐ کے جنازہ کو پڑھانے کی خاطر اور اس عظیم سعادت کیلئے قائد ملت جعفریہ علامہ سید ساجد علی نقوی عین موقع پر تشریف لائے۔

اس کے بعد ہم لوگ جلوس کے ہمراہ قبرستان فردوسیہ پہنچے جہاں میرے والد محترم کا جسد خاکی دوبارہ زیارت عام کیلئے رکھا گیا ہزاروں لاکھوں محبوں نے زیارت کا شرف حاصل کیا۔ جس میں ہزاروں خواتین مرد و عورت طلباء وطالبات دینیہ کے علاوہ عاشقان اہل بیتؑ اطہار کی کثیر تعداد شامل تھی۔ اس کے بعد بیٹیوں اور بیٹے کے سامنے ان کے انمول اور عظیم والد کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

میں جب بہت سے سہاروں کے ذریعے بمشکل پاوں گھسیٹتی اور جسم کا وزن اٹھائے بوجھل قدموں سے اپنے بابا کو اس فردوس میں چھوڑے تن تنہا لوٹنے لگی تو دل میں خیال آیا مریم نجفیہ کیا کیا کرو گی کیسے کرو گی اور کس طرح کرو گی تو میرے بابا کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ خدا حافظ میری شیر دل بیٹی، خدا حافظ میرے مشن کی محافظ بیٹی!

آج میں دنیا سے جاتے ہوئے بے سکون نہ تھا بلکہ یہ میری خوش قسمتی کہ میرے بعد میرے مشن کی وارث میری مریم موجود ہے میرے تمام ادھورے کام تجھے مکمل کرنے ہیں میرے تمام رشتے تجھے نبھانے ہیں۔ یہ الفاظ ایسے تھے جنہوں نے مجھے زندگی بخشی میرے بابا کا حکم میرے سر آنکھوں پر میں

دنیا کو دکھادوں گی کہ کیسے ایک بیٹی بیٹوں سے بڑھ کر کام کرتی ہے دنیا اس مشن کو قیامت تک زندہ و تابندہ دیکھے گی۔

اس کے بعد فردوسیہ قبرستان کے سرپرست میرے پاس تشریف لائے اور کہا کہ بیٹی ہم آپ کے شکر گزار ہیں کہ آپ نے اپنے والد محترم قبلہ و کعبہ عالم ربانی حجۃالاسلام والمسلمین وکیل آل محمد علامہ غلام حسین نجفی شہید کو ہمارے قبرستان میں دفن کیا اور ہمارے قبرستان کو چار چاند لگا دیئے یہ وہ خوش قسمتی ہے کہ جسے ہم ہمیشہ زندہ باد رکھیں گے اس کے بعد میں بھاری قدموں اور تھکی ماندی گھر لوٹ آئی مگر گھر ویران لگنے لگا ہے۔

از قلم: خادمہ مذہب حقہ اور محب اہل بیتؑ

مریم نجفیہ بنت وکیل آل محمد (ص) علامہ غلام حسین نجفی (رح) شہید

پرنسپل مدرسہ سکینہ بنت الحسینؑ لاہور

گزارش احوال واقعی

الحمد لاهله والصلٰوۃ لاهلها

خداوند متعال کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہمیں یہ توفیق عطا فرمائی کہ خاتون جنت فاطمۃ الزہراءؑ صلوٰۃ اللہ علیہا بنت نبی بضعۃ الرسول کے دعویٰ فدک اور میراث رسول اللہؐ کی صداقت کے دلائل وحوالہ جات پر مبنی کتاب قوم کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

زیر نظر کتاب حجۃ الاسلام جناب مولانا غلام حسین صاحب نجفی قبلہ سرپرست شعبہ تبلیغ ومدرس مدرسہ جامعۃ المنتظر کی دوسری قابل ستائش کوشش ہے۔ اس سے پہلے عزاداری کے موضوع پر کتاب بنام "ماتم اور صحابہ" لکھ کر مذہب وملت کی خدمت کر چکے ہیں، جس کا پہلا ایڈیشن چند ہی دنوں میں ختم ہو گیا۔ زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس کا وعدہ ہم نے "ماتم اور صحابہ" میں کیا تھا۔ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے توفیق دی تو عنقریب من گھڑت افسانہ عقد ام کلثوم کے ابطال پر مولانا کا تحقیقی رسالہ شائع کیا جائے گا۔

یہ مولانا موصوف کا ہی کام ہے کہ کتب فن کی درس وتدریس کے فرائض کے علاوہ طلبا کو فضائل آئمہ علیہم السلام پر مشتمل احادیث کی کتب مخالف سے نشاندہی کراتے ہیں۔ مذہب محمدؐ وآل محمدؐ کے دفاع کی ٹریننگ دیتے ہیں اور مناظرانہ طریقے پر مختلف مقامات پر مجالس میں تبلیغ مذہب حقہ کے فریضہ کو انجام دیتے رہتے ہیں۔ باہر سے آئے ہوئے وہ سوالات کہ جن میں مذہب حقّہ پر اعتراض کیے جاتے ہیں کا بذریعہ خطوط جواب دیتے ہیں۔

یہ کتاب مخصوص عقائد مذہب شیعہ کی رو سے لکھی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ جناب فاطمہ زہراءؑ کا دعویٰ میراث رسول اللہؐ اور دعویٰ ہبہ فدک درست تھا اور خاتون معظّمہ فدک کی مالک اور پیغمبر کی وارث تھیں اور وہ جمیع مسلمانوں کا مال نہ تھا لہٰذا عام اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ فرق اسلام جو فدک کو مال المسلمین سمجھتے ہیں اور خاتون جنت سیّدہ فاطمہ زہراءؑ کے دعویٰ کو درست نہیں سمجھتے وہ مندرجہ ذیل **نوٹ** س کو غور سے پڑھیں۔

نوٹ س۔ یہ کتاب محض شیعہ حضرات کے لئے شیعہ عقائد کے بموجب لکھی گئی ہے۔ دیگر فرق اسلامیہ اگر اس کتاب کا پڑھنا باعث دلآزاری سمجھیں تو وہ اس کو خریدنے اور پڑھنے سے گریز کریں۔

ناشران: (مولانا) سید کلب عباس کاظمی
مولانا سید اسد رضا نقوی البخاری
مولانا اظہر حسن خان صاحب

فہرست

MAAB 1431
مرکز احیاء آثار بریّة صغیر
maablib.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد لاھلہ والصلٰوۃ علی اشرف الانبیاء وعلیٰ آلہ خصوصاً
علی سیدۃ الزھرا سلام اللہ علیھا وعلی ابیھا وبعلھا وبنیھا

غرض تالیف

۱۔ایک عدد رسالہ باغ فدک مولّفہ علامہ محمود احمد رضوی سرپرست حزب الاحناف نظر سے گذرا۔ جس میں مولف نے بزعم خود مسئلہ میراث وفدک پر مفصل ومدلل گفتگو کرنے کا دعویٰ فرمایا ہے اور بقول ان کے صحابہ کرام کے متعلق جو غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں علامہ نے انہیں دور کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ ۴۸ صفحات کے اس رسالہ کے ذریعہ انہوں نے بقول ان کے ان فرضی افسانوں کو جن کے ذریعے صحابہ پر طعن کیا جاتا ہے، ان کی مدافعت کی ہے۔

۲۔ ناظرین!

جہاں تک بنت نبی فاطمہ زہراءؑ کے حق میراث وفدک کا تعلق ہے، تو مولانا نے اپنے کلام میں بی بی کے سچے ہونے کی بو تک نہیں آنے دی اور ثلاثہ کے اس بلا اجرت وکیل نے ایڑی چوٹی کا تمام زور ابو بکر کو سچا ثابت کرنے کے لئے لگا دیا ہے۔ اگرچہ رضوی صاحب کو اس جہاد میں قرآن وسنت سے انکار بھی کرنا پڑا ہے تو انہوں نے پرواہ نہیں کی۔

۳۔ مولانا موصوف کے علاوہ اسی مسئلہ فدک و میراث میں مولانا محمد نافع نے اپنی کتاب "رحماء بینھم" میں اپنے توسن قلم کو بے لگام چھوڑا ہے اور حق گوئی وانصاف کی تمام حدود کو پامال کرتے ہوئے آخر میں مولانا رضوی سے جاملے ہیں کہ بنت نبی فاطمہ زہراءؑ سچی نہیں تھیں۔

۴۔ اور نیز اسی مسئلہ فدک و میراث میں چار یاری مذہب کے مولانا کرم دین آف بھیں، مولانا احمد شاہ آف چوکیرہ، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا قطب شاہ علاقہ پیر محل، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا احتشام الدین مراد آبادی نے بھی قلم اٹھا کر اپنی تحقیق کی چکی میں اہل تشیع کو پیسا ہے اور آل رسولؐ کی عظمت وطہارت اور صداقت کو اپنی غلط بیانیوں سے کچلا ہے۔

۵۔ اور ان سے پہلے چار یاری مذہب کے مرشد و پیشوا شاہ عبدالعزیز دہلوی اور ابن تیمیہ بھی مسئلہ فدک و میراث پر آل نبیؐ کے خلاف زہر اگل چکے ہیں۔

خلاصہ : ملت واحدہ کے موجب سب کا ہدف ایک ہے کہ جناب ابو بکر سچے ہیں اور نبی کی بیٹی فاطمہ زہراءؑ نے جو دعویٰ میراث وفدک فرمایا معاذ اللہ اس دعویٰ میں غلطی کی ہے۔

۶۔ میرے مسلمان بھائیو ! مذکورہ علماء کی کتب اور ان کے علاوہ پاکستان میں چار یاری مذہب کے علماء جو رسالے اور کتابیں اہل تشیع کے خلاف لکھتے ہیں، میرے پاس تقریباً وہ سب محفوظ ہیں اور جس جرات ودلیری سے یہ ملوانے ہم اہل تشیع کو کافر، مشرک، یہود، نصاریٰ، ہنود، بت پرست، بے دین، بد عمل لکھتے ہیں۔ اس کے متعلق ان کی کتابیں روشن ثبوت ہیں مثال کے طور پر کتاب "الشیعہ والسنۃ" از علامہ احسان الٰہی ظہیر، کتاب "نصیحۃ الشیعہ" از ملاں مراد آبادی، کتاب "ہدایۃ الشیعہ" از رشید احمد گنگوہی، "منہاج السنۃ" از ابن تیمیہ "تحفہ اثنا عشریہ" شاہ عبدالعزیز دہلوی ملاحظہ کریں۔

۷۔ بلکہ یہ ملوانے ہمارے اماموں پر بھی اور ان کے جدّ اعلیٰ مومن قریش حضرت ابوطالب پر تنقید کرنے سے باز نہیں آتے۔ کھلی مارکیٹ میں معاذ اللہ اثبات کفر ابوطالب پر اور معاذ اللہ امام حسین علیہ السلام کے باغی ثابت کرنے پر اور نعوذ باللہ حضرت علیؑ اور جناب زہراءؑ کے غلطی پر ہونے کے متعلق ان کی کتابیں فروخت ہو رہی ہیں۔ یہ لوگ ہمارے بارہ اماموں کے جد اعلیٰ حضرت ابوطالب کو اپنے وعظوں میں برملا کافر کہتے ہیں اور ہمارے گیارہ اماموں کے دادا اور دادی حضرت علیؑ اور جناب

زہراءؑ کے غلطی پر ہونے کا اپنی تقریر و تحریر میں برملا تذکرہ کرتے ہیں اور ہم اہل تشیع صرف حق تعالیٰ کی عدالت میں ان کے خلاف فریاد کرتے ہیں اور آئندہ بھی ہماری فریاد صرف اللہ کی عدالت میں ہے۔

۸۔ ہم اہل تشیع دنیا میں مظلوم ہیں۔ نہتے ہاتھ مظلوموں کا بڑا ہتھیار جلوس اور ماتم ہے لہٰذا ہم لوگ ہر امام کی اور جناب سیدہ زہراءؑ کی شہادت کی تاریخوں میں جلوس نکالتے ہیں اور ماتم کرتے ہیں۔ ہمارا جلوس اور ماتم، آل نبیؐ پر جو ظلم ہوئے ہیں اور فاطمہ زہراءؑ کے ساتھ میراث نبیؐ اور جاگیر فدک میں جو ناانصافی ہوئی ہے، اس کے خلاف احتجاج ہے اور مظلوموں کا یہ احتجاج تا قیامت جاری رہے گا۔ پاکستان میں ۱۹۷۷ء میں علماء کے جلوس وماتم اور گرفتاریوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مظلوم کے پاس سوائے ماتم وجلوس اور گرفتاری پیش کرنے کے اور کوئی ہتھیار نہیں ہوتا۔

۹۔ ناظرین کو ہمارے اس رسالہ میں بعض بعض مقامات پر لہجے کی کچھ کرختگی محسوس ہوگی لیکن اس کی وجہ بھی چار یاری مذہب کے علماء کی کتابیں پڑھنے کے بعد پیدا ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر "تحفہ اثناعشریہ" میں ایک جگہ شاہ عبدالعزیز لکھتا ہے کہ شیعہ چنگیز کے پاخانہ خور ہیں۔ "الشیعۃ والسنۃ" میں احسان الٰہی ظہیر نے تو شیعہ کو بت پرست، مرتد، یہودی و مجوسی ثابت کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی اور "نصیحۃ الشیعۃ" میں ملاں مراد آبادی ایک جگہ لکھتا ہے کہ فدک کے بارے عمر اور جناب زہراءؑ میں ہاتھا پائی ہوئی تھی۔ ایک جگہ رقمطراز ہے کہ حضرت علیؑ نے خوشامد کے طور پر عمر کو لڑکی پیش کی لہٰذا ان علماء کی کتابوں کو پڑھنے کے بعد ہمیں بھی احساس ہوا کہ کیا شرافت کی منڈی کا ٹھیکہ صرف ہمارے پاس ہی تو نہیں، تاہم نوک جھونک ہم نے اپنی ملوانہ برادری تک محدود رکھی ہے تاکہ ان کو معلوم رہے کہ جو زبان آپ استعمال کرتے ہیں۔ اسی میں آپ کو جواب بھی دیا جاسکتا ہے اور ان کے علاوہ ہم نے تمام برادران اسلام کے جذبات کا پورا پورا احترام کیا ہے۔

۱۰۔ مسئلہ فدک و میراث کے متعلق ہمیں طرح طرح کے طعنے دیئے گئے ہیں لیکن ہم کہیں فریاد لے کر نہیں گئے اور نہ ہی فدک و میراث کے متعلق کسی کتاب کے ضبط کر لینے کا مطالبہ کیا ہے کیونکہ آخر ہم اہل تشیع بھی دنیا میں مسلمانوں میں ایک قوم ہیں اور خدا کے فضل وکرم سے زندہ ہیں اور قلم کا جواب قلم سے دے سکتے ہیں اور ہر زمانہ میں جب قلم دوات کے دشمن ہماری مذہبی غیرت کو للکارتے ہیں تو ہم بھی کبھی پیچھے نہیں ہٹے البتہ ہم امن پسند ہیں۔ صلح جو ہیں۔ کبھی پہل نہیں کی لیکن جب

ہمارے مذہبی نظریات پر حملہ کر دیا جاتا ہے تو دفاع کا حق ہر انسان کو ہے لہٰذا ہم بھی دفاع کی خاطر یا علی مدد کہہ کر میدان میں اتر آتے ہیں۔

۱۱۔ اس رسالہ میں ہم نے مسئلہ میراث النبی اور فدک کے متعلق مذکورہ علماء اہل سنت کے تقریباً تمام شبہات وشکوک کے دفاع کی کوشش کی ہے اور تمام حوالہ جات اصل کتابوں سے لئے ہیں اور اختصار کی خاطر تمام کتب کی عبارت درج نہیں کیں اور نیز عربی عبارات جن کتابوں کی ہم نے لی ہیں ،اصل معنی کو برقرار رکھتے ہوئے بقدر ضرورت درج کی ہیں اور اپنی طرف سے حوالہ جات پوری ذمہ داری ودیانت داری سے درج کرنے کی کوشش کی ہے تاہم آدمی خطا سے محفوظ نہیں۔ اگر کہیں سہو قلم نظر آئے تو قارئین در گذر فرمائیں۔

۱۲۔ بندہ فنِ تحریر کا ماہر قلم کار نہیں زیادہ تر وقت درسی مصروفیات میں گذرتا ہے اور بقیہ وقت میں اپنے مدرسہ کے طلباء کو حریم مذہب سے دفاع کی تمرین کرواتا ہوں۔ سچی بات ہے ہم تو کچھ ہی نہیں۔ عالم تو وہ لوگ تھے جن کی کتابوں سے ہم استفادہ کرتے ہیں۔ جن علماء کی کتب سے میں نے اس رسالہ کی تألیف میں استفادہ کیا ہے،اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور میرے مدرسہ کے جن طلباء نے اس رسالہ کے حوالہ جات کی ترتیب میں میرے ساتھ تعاون کیا ہے ، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دولت علم عطافرمائے۔

خدمت حق کی توفیق عنایت کرے خصوصاً اظہر حسن خان ،سید محمد حسنین ،سید مشہور حسین ، محمد حیات انصاری ،صفدر حسین غوری، سید شاہد حسین ،عبدالستار ، محمد حسین جلوی، اللہ ان کی عمر دراز کرے اور ان کو علم نصیب فرمائے۔

دعاگو

غلام حسین نجفی

فَبَشِّرْ عِبَادِ * ٱلَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ ٱلْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُۥٓ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ هَدَىٰهُمُ ٱللَّهُ ۖ وَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمْ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَٰبِ [پارہ ۲۳ سورۃ الزمر: ۱۷-۱۸]

ترجمہ: اے رسول تم میرے خاص بندوں کو خوشخبری دے دو جو بات کو جی لگا کر سنتے ہیں اور پھر اس میں سے اچھی بات پر عمل کرتے ہیں. یہی لوگ وہ ہیں جن کی خدا نے ہدایت کی اور یہی لوگ عقل مند ہیں۔

فدک کیا چیز ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب: معجم البلدان ج ۱۴ ص ۲۳۸ مؤلف یاقوت حموی۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب: تاریخ خمیس ص ۸۸ / ۲۔

۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب: وفاء الوفا ص ۱۲۸۰ / ۴ مولف نورالدین السمہودی۔

وفدک قریة بالحجاز بینها وبین المدینه یومان وقیل ثلاثة .... وفیها عین فوارة ونخیل کثیرة وهی الّتی قالت فاطمة ان رسول اللّٰہ (ص) نحلینها فقال ابوبکر اریدبذالک شهوداً۔

ترجمہ: فدک ایک شہر کا نام تھا جو مدینہ سے دو یا تین دن کی مسافت پر واقع تھا۔ اس میں چشمے اور بہت سے کھجوروں کے باغ تھے۔ یہ وہی فدک ہے جس کے متعلق فاطمہ زہراؑ نے ابوبکر سے فرمایا تھا: "یہ فدک رسول اللہؐ

میرے باپ نے مجھے عطا فرمایا تھا۔" اور ابو بکر نے جواب میں گواہ طلب کرنے کا حیلہ و بہانہ کیا۔

نوٹ : بی بی نے فرمایا:

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ (یوسف:۱۸)

اعتراض : فدک ایک گاؤں تھا. جس میں چند کھجوریں تھیں۔ وہ شہر کیسے بن گیا؟

الجواب : اہل سنت کی معتبر کتاب "دائرۃ المعارف" ص ۱۳۵ /۷ طبع مصر میں لکھا ہے۔

فدک اسم قریۃ بخیبر۔

ترجمہ : فدک علاقہ خیبر کے ایک قریہ کا نام ہے۔

قریہ کا معنی کیا ہے

اہل سنت کی معتبر کتاب القاموس باب الواء والیاء القریہ ویکسر المصر الجامع

ترجمہ : قریہ ہر لحاظ سے ایک مصر جامع کو کہتے ہیں۔

مصر کے معنی کیا ہیں

جواب :

قرآن کا فیصلہ مانو

اهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُمْ مَا سَأَلْتُمْ۔ (پ۱، سورۃ بقرۃ: ٦١)

ترجمہ : اترو کسی شہر میں۔ [ترجمہ: شاہ رفیع الدین واشرف علی تھانوی]

نوٹ : اگر کسی کی تسکین نہیں ہوئی تو ہم ایک مزید ثبوت پیش کرتے ہیں۔

اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر ابن کثیر" اردو ص ۱۱۸ /۱:

وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ۔ (بقرۃ:۵۸)

ترجمہ : جب ہم نے کہا: اس قریہ میں داخل ہو جاؤ۔

اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: قریہ سے مراد بیت المقدس ہے۔

ارباب انصاف!

بیت المقدس کوئی گاؤں نہ تھا بلکہ وہ قبلہ اول ہے۔ جس طرح قبلہ دوم کعبہ کا محل وقوع ایک شہر ہے، اس طرح قبلہ اول کا محل وقوع ایک شہر ہے۔

سوال: قریہ کے معنی میں جھگڑا کیوں ہے؟

جواب: گلشن صحابہ کے ہر ہر پھول کے عقیدت مند یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ فدک کوئی بہت بڑی جاگیر نہ تھی۔ اگرابو بکر نے فاطمہ زہراءؑ سے فدک چھین بھی لیا ہے تو کیا ہوا؟

نوٹ: قرآن کا فیصلہ مانو!

وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ (الزلزلۃ:۸)

ترجمہ: جس نے ذرہ برابر شر کیا ہے، وہ اس کی سزا بھگتے گا۔

ظلم بھی شر ہے۔

فدک کی وجہ تسمیّہ

اہل سنت کی معتبر کتاب معجم البلدان ص ۲۴۰ / ۱۴

اہل سنت کی معتبر کتاب وفاء الوفا ص ۱۲۸۱/۴

وقال الزجاجی سمّیت بفدک بن حام وکان اول من نزلها۔

ترجمہ: اس شہر کا نام فدک اس لئے تھا کہ حام کا بیٹا فدک اس جگہ پہلے اترا اور اس کو آباد کیا۔

فدک کی مالیت کتنی تھی؟

چودہ سو برس ہونے والے ہیں اور مورخین نے اپنی مجبوری یا اولاد نبیؐ سے اپنی دشمنی کی وجہ سے اس واقعہ فدک کو ہمیشہ توڑ پھوڑ کر بیان کیا ہے، اسی لئے اس کی آمدنی کا مکمل حساب کرنا مشکل ہے۔ ہم چند امور تاریخی بیان کرتے ہیں جن سے اس کی آمدنی کا اندازہ ہوتا ہے:

غلّہ فدک کی قیمت

اہل سنت کی معتبر کتاب "سنن ابی داوٴد" ص ۱۴۴ / ۳ ذکر فئ:

قال ابو داؤد ولی عمر بن عبد العزیز الخلافة وغلته اربعون الف دینار۔

ترجمہ: ابو داوٴد کہتا ہے۔ جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ بنا تھا تو فدک کی زمین کے غلہ کی آمدنی چالیس ہزار دینار تھی۔

فدک کی زمین اور کھجوروں کی قیمت

۲: اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح ابن ابی الحدید" ص ۱۰۸ / ۴ خطبہ کانت بایدینا فدک:

فقوّموا ارض فدک ونخلها فاخذها عمر ودفع الیهم قیمة النصف الذی لهم وکان مبلغ ذالک خمسین الف درهم۔

ترجمہ: عمر نے یہودیوں کو فدک سے نکال دیا اور ان کے حصہ کی زمین کی بمعہ کھجوروں کے جب قیمت لگائی گئی تو قیمت پچاس ہزار درہم پڑی۔

فدک کے بابرکت کھجور

۳: اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح ابن ابی الحدید" ص ۱۰۸ / ۴:

وکان فیها احدی عشر نخلة غرسها رسول اللّٰه (ص) بیده فکان بنو فاطمة یاخذون ثمرها فاذا قدم الحاج اهدوا لهم من ذالک التمر فیصلونهم فیصیر الیهم من ذالک مال جزیل۔

ترجمہ: فدک میں گیارہ درخت خرما کے ایسے تھے۔ جنہیں رسول اللہؐ نے اپنے ہاتھ سے بویا تھا۔ اور ان کے پھلوں کو اولاد فاطمہ حاجیوں کو تحفۃً پیش کرتی تھی اور حاجی اس کے عوض درہم و دینار سے ان کی معقول خدمت کرتے تھے۔

فدک کی آمدنی کا فوج اور دفاع پر خرچ

۴: اہل سنت کی معتبر کتاب "سیرۃ حلبیہ" ص ۴۸۸ / ۳ باب وفات رسول اللہؐ، موٴلف: برہان الدین قاضی حلب:

فقال ممّا ذا تنفق علی المسلمین وقد حاربتک العرب کما تریٰ ثمّ اخذ عمر الکتاب فشقّہ۔

ترجمہ : حضرت عمر جناب ابو بکر پر ناراض ہوئے اور کہا: اگر فدک تو فاطمہ زہراؑ کو واپس دیتا ہے تو فوج اور دفاع پر تو کہاں سے خرچ کرے گا؟ اور جب کہ عرب تیرے ساتھ لڑ رہا ہے (پھر وہ تحریر بابت فدک فاطمہ زہراؑ سے لے کر عمر نے اسے پرزے پرزے کر دیا۔)

ارباب انصاف ! ان تاریخی امور سے معلوم ہوا کہ فدک ایسی جاگیر تھی جس سے نہ صرف ایک خاندان باعزت طریقے سے زندگی گذار سکتا تھا بلکہ پوری فوج پل سکتی تھی لیکن ارباب حکومت نے فدک کو اس لئے غصب کیا تھا تاکہ حزب مخالف آل نبیؐ مالی طور پر اتنے کمزور ہو جائیں کہ پھر وہ حکومت وقت کے ساتھ ٹکر لینے کی جرات نہ کر سکیں۔

"پہلی جمہوریت زندہ باد"

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ۔ (پارہ ۱۳ سورہ ابراہیم: ۴۲)

فدک کی شرعی حیثیت

جو مال نبی کریم ﷺ کے دست تصرف میں آتا تھا، اس کے کئی نام ہیں: مثلاً زکوۃ، غنیمت، فئ۔

غنیمت اور فئ میں کیا فرق ہے؟

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر کبیر" ص ۱۲۵ جلد ۱۸ الحشر۔

۲- اہل سنت کی معتبر کتاب "فتوحات الٰہیہ" ص ۳۱۳ / ۴۔

۳- اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر مراغی" پ ۲۸ سورہ حشر۔

وان الغنیمۃ ھی متی اتعبتم انفسکم فی تحصیلھا واما الفئ فھو ممّا لم یوجف علیہ بخیل ولا رکاب۔

ترجمہ: مال غنیمت وہ ہے جس کے حاصل کرنے میں اہل اسلام نے اپنے آپ کو تھکایا ہو۔ اور مال فیئی وہ ہے جس کے حاصل کرنے میں مسلمانوں نے اونٹ گھوڑے نہ دوڑائے ہوں۔

فدک مال فیئی تھا۔قرآنی فیصلہ

مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔ (پ۲۸،آیت ۸ سورہ حشر)

ترجمہ بقدر الحاجت: جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو دوسری بستیوں کے کافروں سے دلوائے (جیسے فدک) سو وہ اللہ کا حق ہے اور رسول کا۔ (ترجمہ،اشرف علی تھانوی)

ازالۃ الخفاء۔ فصل ششم ج ۲ ط کراچی۔ (متن کتاب کے اندر یہ عبارت اسی طرح موجود ہے۔ ہم نے حفظ امانت کے تحت اسے اسی طرح باقی رکھا ہے۔ ممکن ہے شہید کچھ تحریر فرمانا چاہتے ہوں جو سہو قلم سے رہ گیا ہو۔)

فدک کا مال فیئی ہونا تفسیر کی روشنی میں

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر کبیر" ص ۸/۱۲۵۔
۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر مظہری" ص ۱۲۳۸ الحشر۔
۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "فتوحات الٰہیہ" ص ۲۱۳ /۱۴ الحشر۔
۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر روح المعانی" پ ۱۲۸ الحشر۔
۵۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر مراغی" پ ۱۲۸ الحشر۔
۶۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر در منثور" ص ۱۹۲ /۱۶ الحشر۔
۷۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر جواہر طنطاوی" پ ۱۲۸ الحشر۔

تفسیر کبیر کی عبارت ملاحظہ :

بل ھو فی فدک وذالک لان اھل فدک انجلو عنه فصار تلک القریٰ والاموال فی ید الرسول من غیر حرب۔

ترجمہ: امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ یہ آیت فدک کے بارے نازل ہوئی ہے کیونکہ یہ علاقہ بغیر جنگ کئے حضور کے ہاتھ آیا تھا۔

نوٹ : اربابِ انصاف!

اہل سنت کی ان سات تفاسیر کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ فدک مال فئی تھا اور یہ فدک رسول اللہؐ نے اپنی بیٹی فاطمہ زہراءؑ کو عطا کر دیا تھا لیکن آنجنابؐ کی وفات کے بعد ابو بکر نے یہ فدک بی بیؑ پر ظلم کرتے ہوئے چھین لیا۔

قرآن کا اٹل فیصلہ

لَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا۔ (الاسراء/۸۲)

علاقہ فدک نبی کریم ﷺ کے دست تصرف میں کیسے آیا؟

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب "فتوح البلدان" ص ۴۲ طبع مصر، مؤلف ابی الحسن بلازری۔
۲- اہل سنت کی معتبر کتاب "معجم البلدان" ص۱۳۹/۱۴ طبع بیروت، مؤلف یاقوت حموی بغدادی۔
۳- اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ طبری" ص ۱۵۸۳ / ۳ ذکر غزوہ خیبر، مؤلف ابی جعفر طبری۔
۴- اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ کامل" ص ۱۰۸ / ۲ ذکر فدک، مؤلف ابن اثیر جزری۔
۵- اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح ابن ابی الحدید" ص ۱۰۸ / ۴، خطبہ کانت بایدینا فدک۔
۶- اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ خمیس" ص ۵۸/ ذکر فدک، مؤلف شیخ حسین دیار بکری۔

قالوا بعث رسول اللہ (ص) الی اھل فدک منصرفه من خیبر محیّصة بن مسعود الانصاری یدعوھم الی الاسلام ورئیسھم رجل منھم یقال له یوشع بن نون الیھودی ،فصالحوا رسول اللہ (ص) علی نصف الارض بتربتھا فقیل ذالک منھم فکان نصف فدک خالصاً لرسول اللہ (ص) لانه لم یوجف المسلمون علیه بخیل ولا رکاب۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ جب خیبر سے واپس آئے تو محیصہ بن مسعود انصاری کو دعوت اسلام کی خاطر اہل فدک کے پاس بھیجا۔ اہل فدک کا سردار اس وقت یوشع بن نون یہودی تھا۔ (اسلام قبول کرنے سے اہل فدک نے انکار کیا اور علاقہ فدک کی آدھی زمین دینے کی پیش کش کی۔ نبی کریم ﷺ نے آدھی زمین لے کر ان کو وہیں رہنے دیا۔ آدھا فدک رسول اللہؐ کی ملکیت تھا کیونکہ اس کے حاصل کرنے پر مسلمانوں نے اونٹ گھوڑے نہیں دوڑائے تھے۔

نوٹ : ارباب انصاف!

حوالے تو اور بھی ہیں لیکن ہم صرف ان چھ حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں اور ان سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ زمین فدک کے حاصل کرنے پر کوئی جنگ نہیں ہوئی اور بی بی عائشہ اور حفصہ کے والد بزرگوار جناب ابو بکر اور عمر نے فدک کی خاطر کوئی اونٹ اور گھوڑے نہیں دوڑائے اور نہ ہی اپنی مشہور زمانہ بہادری کے جوہر دکھائے . بلکہ فدک کی زمین کو کفار نے مرعوب ہو کر خود بخود رسول اللہؐ کے حوالے کر دیا اور نبی کریم ﷺ نے بحکم خدا وہ زمین اپنی بیٹی فاطمہ زہراءؑ کو عطا کر دی تھی۔ مگر ہائے افسوس کہ آنجنابؐ کی وفات کے بعد اولاد نبی پر ابو بکر نے اپنی مثالی رحم دلی کا ثبوت دیتے ہوئے وہ زمین بی بی پاک سے چھین لی۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (پارہ ۱۳ سورہ ابراہیم آیت ۴۲)

فدک خالصہ رسول اللہؐ کی ملکیت تھا

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب "نوی شرح صحیح مسلم" ص ۹۲ / ۲ مطبع نولکشور لکھنو۔
۲- اہل سنت کی معتبر کتاب "سنن نسائی" ص ۱۳۷ / ۷ مؤلف احمد بن شعیب مطبع مصر۔
۳- اہل سنت کی معتبر کتاب "وفاء الوفا" ص ۱۲۸۰/ طبع مصر نور الدین السمہودی۔
۴- اہل سنت کی معتبر کتاب "سیرۃ نبویہ ابن ہشام" ص ۳۵۳ / ۳ طبع مصر۔
۵- اہل سنت کی معتبر کتاب "الاموال" ص ۹ /۱ مؤلف حافظ عبد القاسم بن سلام۔
۶- اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ ابو الفدا" ص ۱۴۰ /۱ ذکر غزوہ خیبر۔

نووی شرح مسلم کی عبارت ملاحظہ ہو

وکذلک نصف ارض فدک صالح اھلھا بعد فتح خیبر علیٰ نصف ارضھا وکان خالصاً لہ وکذلک ثلث ارض وادی القریٰ وکذلک حصنان من حصون خیبر.... فکانت ھذہ کلھا ملکا لرسول اللہ (ص) خالصتاً لاحق فیھا لاحد غیرہ۔

ترجمہ: آدھی زمین فدک کی جو فتح خیبر کے بعد صلح سے ملی تھی وہ حضور کی خالص ملکیت تھی اور اسی طرح وادی قریٰ کی زمین کا تیسرا حصہ اور علاقہ خیبر کے دو قلعے یہ سب رسول اللہؐ کی ملکیت تھے اور کسی غیر کا اس میں کوئی حق نہ تھا۔

نوٹ: علماء خود بطور مسئلہ بیان کرتے رہتے ہیں کہ ایک جھوٹ کا گناہ ستر زنا کے برابر ہے۔ اُمنّا۔ قرۃ العینین ص ۲۲۸ میں شاہ ولی اللہ دہلوی نے اور منہاج السنہ، ذکر فدک میں ابن تیمیہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فدک کے مالک ہونے سے انکار کیا ہے۔ ہم نے اہل سنت کی چھ کتابوں سے ثابت کیا ہے کہ فدک کے رسول اللہؐ مالک تھے اور کسی غیر کا اس میں کوئی حق نہ تھا۔

ارباب انصاف!

جو جناب فاطمہ زہراؑ کے حق کو چھپائے آپ ہمیشہ اس کے لئے پڑھیں:

لَعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ۔ (آل عمران: ۶۱)

فدک فاطمہ زہراءؑ کی ملکیت میں کیسے آیا؟

ارشاد قدرت ہے:

وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا۔ (سورہ بنی اسرائیل پ ۱۵ آیت ۲۶ رکوع ۳)

ترجمہ: اور دے قرابت والے کو حق اس کا اور مسکین اور مسافر کو اور مت بے جا خرچ کرنا۔ (مترجم شاہ رفیع الدین. مطبوعہ دہلی ۱۹۲۷ء)

نوٹ: ہر شے کا مالک اللہ ہے اور خدا تعالیٰ نے انسان کے مالک ہونے کے کچھ اسباب مقرر فرمائے ہیں مثلاً جو زمین بغیر جنگ کے رسول اللہؐ کو ملے، وہ مال فیئ ہے اور آنجناب اس کے مالک

ہیں۔ فدک بغیر جنگ کے ملا تھا لہٰذا اس کے مالک رسول اللہؐ تھے۔مالک کو یہ حق ہے کہ وہ اپنا مال بغیر عوض کے کسی دوسرے کی ملکیت میں دے دے خواہ ہبہ سے یا کسی اور طریقہ سے۔ نبی کریم ﷺ کو یہ حق تھا کہ فدک فاطمہ زہراءؑ کی ملکیت میں دیدیں لیکن چونکہ حضرت عمر اور ان جیسے دوسرے لوگ خواہ مخواہ نبی کریم ﷺ پر اعتراض کرتے رہتے لہٰذا فدک کے آپ کی ملکیت میں آجانے کے بعد بھی رسول اللہؐ خاموش رہے۔ جب یہ آیت اتری تو بحکم خدا آنجناب نے فدک کی زمین اپنی بیٹی فاطمہ زہراءؑ کو دے دی۔

نبی کریم ﷺ کا اپنی بیٹی فاطمہ زہراءؑ کو بحکم خدا جاگیر فدک عطا کرنا

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر در منثور" ص ۱۷۷/ج ۴ طبع مصر، مؤلف جلال الدین السیوطی۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "کنز العمال" قسم الثالث من حرف الہمزہ فی الاخلاق ص ۱۵۸/ج ۲ مطبع حیدرآباد دکن۔

۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "لباب النقول" ص ۱۳۷ سورہ اسریٰ طبع مصر۔

۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر مظہری" پ ۱۵ ص ۳۷، مؤلف قاضی ثناء اللہ عثمانی طبع حیدرآباد دکن۔

۵۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر روح المعانی" پ ۱۵ ص ۶۲، مؤلف شہاب الدین محمود الوسی۔

۶۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ینابیع المودۃ" ص ۱۱۹ باب ۲۹۔

عن ابی سعید الخذری قال لما نزلت هذه الآيةوأت ذالقربیٰ حقه دعا رسول اللّٰہ (ص) فاطمةفاعطاها فدک: واخرج ابن مردويه عن ابن عباس قال لما نزلت وات ذا القربیٰ حقه اقطع رسول اللّٰہ (ص) فاطمة فدکاً

ترجمہ: ابی سعید خذری اور عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں کہ جب آیۃ وات ذالقربیٰ اتری تو نبی کریم ﷺ نے فاطمہ زہراءؑ کو بلایا اور فدک کی زمین ان کو عطا کردی۔

اعتراض: سورہ اسریٰ مکی ہے اور یہ آیت اٰت ذالقربیٰ اسی سورہ میں ہے لہٰذا یہ آیت بھی مکی ہے اور فدک مدینہ میں ملا ہے۔ جو واقعہ مدینہ میں ہوا اسے مکی آیت سے کس طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔

جواب: نمبر ۱: موجودہ قرآن کی ترتیب عثمان کے زمانہ میں دی گئی ہے اور جس ترتیب سے آیات نازل ہوئی ہیں، مصحف عثمانی کی وہ ترتیب نہیں ہے۔ یہ آیت مدنی ہے کیونکہ اس کے مکی ہونے کا کوئی ثبوت نہیں. شک کی صورت میں اصل عدم تقدم جاری ہوگی۔

جواب نمبر ۲: ایک آیہ دو مرتبہ بھی نازل ہوسکتی ہے۔ ثبوت ملاحظہ ہو: اہل سنت کی معتبر کتاب "صواعق محرقہ" ص ۱۰۲ مطبع مصر، لابن حجر مکی:

وعلی فوض صحتها فقول نزلت مرتین۔

چونکہ عکرمہ خارجی کا قول ہے کہ آیۃ مودت مکہ میں اتری ہے اور مفسر اعظم عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ یہ آیۃ مدنی ہے۔ لہٰذا ابن حجر لکھتے ہیں کہ اگر ابن عباس کا قول درست ہے تو آیۃ مودت دو مرتبہ نازل ہوئی ہے۔

نوٹ: اور ہم کہتے ہیں آیۃ اٰت ذالقربیٰ بھی دو مرتبہ نازل ہوئی ہے. بلکہ گذشتہ کتب کا ظہور بھی واضح طور پر یہی ہے۔

مکی سورۃ میں مدنی آیات

جواب نمبر ۳: اہل سنت کی معتبر کتاب "عمدۃ القاری" شرح صحیح بخاری ص ۲۰۲، ج۹، مؤلف بدرالدین عینی:

سورة تغابن وقال مقاتل مدنية وفيها مكية وقال الكلبي مكية ومدنية
وقال ابن عباس مكية الا آيات من آخرها نزلت بالمدينة۔

ترجمہ: اہل سنت کے یہ تینوں عالم مقاتل، کلبی اور ابن عباس کہتے ہیں کہ سورۃ تغابن مکی ہے. اور اس میں مدنی آیات بھی ہیں۔

نوٹ: ہم کہتے ہیں سورۃ اسریٰ مکی ہے اور آیۃ ذالقربیٰ مدنی ہے، نیز اہل سنت کی معتبر کتاب اسباب النزول ص ۲۸۰ مطبع مصر، مولف علی بن احمد الواحدی میں لکھا ہے کہ سورۃ الشوریٰ مکی ہے لیکن اس میں آیت مودت مدنی ہے۔

بی بی عائشہ کی فضیلت

جواب نمبر ۴: اہل سنت کی معتبر کتاب "لباب النقول" ص ۱۳۷ سورۃ اسریٰ۔

قال لعائشة انفقی ما علی ظہر کفی قالت لایبقیٰ شیء فانزل اللہ ولاتجعل یدک مغلولۃ الیٰ عنقک وظاہر ذالک انہا مدینۃ۔

ترجمہ: ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے بی بی عائشہ سے فرمایا۔ کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے اسے خرچ کر دو! عائشہ نے کہا: اس طرح تو ہمارے پاس کچھ نہیں رہے گا۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی: **ولا تجعل یدک** (اے نبی اپنے ہاتھوں کو گردن میں نہ باندھ!)

(سیوطی لکھتے ہیں) کہ یہ آیت مدنی معلوم ہوتی ہے۔

نوٹ: آیۂ اٰت ذالقربیٰ سورۃ اسریٰ کی ۲۶ آیت ہے اور آیۂ **لاتجعل یدک مغلولۃ** سورۃ اسریٰ کی ۲۹ آیت ہے۔ اسی آیت سے بی بی عائشہ کی ایک فضیلت ثابت ہوتی تھی اور ساتھ یہ اعتراض بھی وارد ہوتا تھا کہ عائشہ رسول اللہؐ کے گھر مدینہ میں آئی اور آیت مکی ہے لہٰذا جناب سیوطی بڑے آرام سے مان گئے کہ یہ آیت مدنی ہے۔

ارباب انصاف! اگر بی بی عائشہ کی خاطر مکی سورۃ کی آیت کو مدنی مانا جاسکتا ہے تو پھر فاطمہ زہراؑ کے حق کی خاطر آیۂ اٰت ذالقربٰی کو بھی مدنی مانا جاسکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے سیدہ زہراؑ کو تحریر بھی لکھ دی تھی

ثبوت ملاحظہ ہو:

۷. اہل سنت کی معتبر کتاب "روضۃ الصفا" منقول از تشیید المطاعن ص ۷۰۳۔

۸. اہل سنت کی معتبر کتاب "معارج النبوۃ" رکن چہارم باب دہم ص ۲۲۸ ج ۱۔

۹. اہل سنت کی معتبر کتاب حبیب السیر جلد ا ذکر غزوہ خیبر۔

جبرئیل علیه السلام فرود آمده گفت که حق تعالیٰ میفرمائید که حق خویشان بده آنحضرت فرمود که خویشان من

کیستند وحق ایشان چیست جبرئیل گفت که فاطمه است حوائط فدک را باو ده وآنچه از خدا ورسول است در فدک همه باوده حضرت فاطمه را بخواند برای او حجت نوشت وآن نوشته وثیقه بود باو بعد از وفات رسول پیش ابوبکر آورده وگفت این کتاب رسول خدا است که برای من وحسن وحسین نوشته است.

ترجمہ: جبرئیل نے رسول کی خدمت میں عرض کی کہ حکم خدا ہے کہ آپ ذویٰ القربیٰ کا حق ان کو دیں۔ جناب نے فرمایا: ذوی القربیٰ سے مراد کون ہیں اور حق سے مراد کیا ہے؟ جبرئیل نے عرض کی: ذوی القربیٰ سے مراد فاطمہ زہراءؑ ہیں اور حق سے مراد جاگیر فدک ہے۔ نبی کریمؐ نے فاطمہ زہراءؑ کو بلایا اور فدک دے کر ایک تحریر بھی لکھ دی۔ یہ وہی تحریر ہے جسے نبی کریمؐ کی وفات کے بعد ابوبکر کے سامنے پیش کیا تھا اور فرمایا کہ یہ وہی تحریر ہے جسے نبی کریمؐ نے حسنین اور میرے لیے تحریر فرمایا تھا۔

نبی کریمؐ نے جو تحریر بابت فدک، فاطمہ زہراءؑ کو دی تھی اس کا مضمون

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۰: اہل سنت کی معتبر کتاب "فتاویٰ عزیزی" ص ۶۵ مطبوعہ کراچی:

وقف محمد بن عبداللہ عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ھذہ القریۃ المعلومۃ بحدودھا علی فاطمۃ علیھا السلام وقفاً محرما علی غیرھا موبدا علیھا ومن بعدھا علی ذریتھا فمن بدل بعد ما سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ ان اللہ سمیع علیم۔

ترجمہ: محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف نے اس شہر فدک کی زمین کو جس کی حدود معلوم ہیں، اپنی بیٹی فاطمہ زہراءؑ پر وقف کیا

اور ان کے بعد ان کی اولاد پر وقف کیا۔ جو اس کے سننے کے بعد اس میں تبدیلی کرے گا (یعنی چھین کر اس پر غاصبانہ قبضہ کرے گا) تو اس غصب کا گناہ اسی پر ہے۔ اللہ تعالیٰ سمیع ہے اور علیم ہے۔

تلک عشرۃ کاملۃ

نوٹ : ارباب انصاف! ہم نے اہل سنت کی دس کتابوں سے ثابت کر دیا کہ نبی کریم ﷺ نے فدک فاطمہ زہراءؑ کو بحکم خدا عطا کر دیا تھا اور بی بیؑ کا فدک پر مالکانہ قبضہ تھا لیکن شاہ عبدالعزیز "تحفہ اثنا عشریہ" میں شاہ ولی اللہ "قرۃ العینین" میں ابن تیمیہ "منہاج السنہ" میں اس عطیہ اور ہبہ کے منکر ہیں۔ ڈھیٹ ہونے کی اور جھوٹ بولنے کی بھی کوئی حد ہے۔ ان ملوانوں کو بالکل خوف خدا نہیں تھا۔ بڑی دلیری سے سفید جھوٹ لکھ گئے۔

قارئین!

ہم نے اثبات ہبہ کے متعلق دس ثبوت پیش کر دیئے جو اہل بصیرت کے لئے کافی ہیں اور جس نے فاطمہ زہراءؑ کے حق کو چھپانا ہے اور نہیں ماننا اس کے لئے دس ہزار ثبوت بھی ناکافی ہیں۔

جناب ابو بکر کا فدک کی زمین غصب کرنا اور جناب فاطمہ زہراءؑ کا ابو بکر سے سوال کرنا اور اپنا حق مانگنا

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب "بخاری شریف" "باب غزوہ خیبر ص ۱۳۹ / ۵۔
۲- اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح مسلم" ص ۷۲ / ۲ "باب قول النبی لانورث"۔
۳- اہل سنت کی معتبر کتاب "سنن ابو داؤد" ذکر فئی ص ۱۴۲ / ۳۔
۴- اہل سنت کی معتبر کتاب "سنن الکبریٰ" ص ۳۰۰ / ۶ طبع حیدر آباد دکن۔
۵- اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح ابن ابی الحدید" ص ۱۱۲ / ۴ ذکر فدک خطبہ کانت بایدینا فدک۔
۶- اہل سنت کی معتبر کتاب "ریاض النضرہ" ص ۲۳۱ / ۴ مطبوعہ بغداد۔
۷- اہل سنت کی معتبر کتاب "صواعق محرقہ" ص ۲۱ باب مطاعن ابو بکر۔
۸- اہل سنت کی معتبر کتاب "معجم البلدان" ص ۲۳۹ / ۱۴ ذکر فدک۔
۹- اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر کبیر" ص ۱۲۵ / ۸ آیت فئی۔

۱۰۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "کنز العمال" ص۱۲۹ / ۳ کتاب الخلافت مع الامارہ، من قسم الافعال۔
۱۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "الملل والنحل" ص ۱۷ /۱ مولف عبدالکریم شہرستانی۔
۱۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "البدایۃ والنہایۃ" ص ۲۴۵/۵ لابن کثیر دمشقی۔
۱۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ طبری" ص ۱۸۲۵ /۴ لابی جعفر طبری۔
۱۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "مسند احمد حنبل" ص ۱۵۸ / امسند ابی بکر۔
۱۵۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ خمیس" ص ۱۷۴ /۲۔
۱۶۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "فتوح البلدان" ص ۴۴ لابی الحسن البلاذری۔
۱۷۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "وفاء الوفا" ص ۹۹۵ /۳ ذکر صدقات الرسول۔
۱۸۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "طبقات الکبریٰ لابن سعد" ص ۳۱۴ /۲ ذکر میراث رسول۔
۱۹۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض" ص ۴۱۴ / ۳۔

نوٹ : یہ حوالہ جات اصل کتابوں سے ہم نے پوری ذمہ داری کے ساتھ لکھے ہیں لیکن طوالت کے خوف سے ہم سب کتابوں کی عبارت نہیں لکھ سکتے۔ جن کتب کی ہم عربی عبارت درج کریں گے، ان کا نام بھی ساتھ لکھ دیں گے۔ مذکورہ انیس کتابوں میں الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ اصل واقعہ فدک مذکور ہے۔ اگر کسی کو شک ہو تو ہم ہر وقت ہر صورت میں اس کی تسلی کے لئے حاضر ہیں۔

بعض کتب کی عبارت ملاحظہ ہو۔

۱: ریاض النضرہ ص۲۳۱ / ۱:

جاء ت فاطمة الی ابی بکر فقالت اعطنی فدک فان رسول اللہ (ص) وهبهالی۔

ترجمہ: (جب وفات نبیؐ کے بعد ابوبکر نے فدک فاطمہ زہراءؑ سے چھین لیا) تو فاطمہ زہراءؑ ابوبکر کے پاس آئیں اور فرمایا کہ میری زمین فدک مجھے دے دو کیونکہ میرے والد رسول اللہؐ یہ زمین مجھ کو دے گئے تھے۔

۲: تفسیر کبیر ص ۱۲۵ /۸:

فلما مات ادعت فاطمة انّه کان ینحلها فدک فقال ابوبکر ... لکنی لا اعرف صحة قولک۔

ترجمہ : جب نبی کریم ﷺ نے وفات پائی تو جناب فاطمہ زہراءؑ نے دعویٰ فرمایا کہ فدک کی زمین میرے والد رسول اللہؐ مجھے دے گئے تھے۔ ابوبکر نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں کہ تو سچ بول رہی ہے۔

۳ : معجم البلدان ص ۲۳۹ / ۱۴

قالت فاطمة لابی بکر ان رسول اللہ (ص) جعل لی فدک فاعطنی ایاھا۔

ترجمہ : (نبی کی وفات کے بعد) جناب فاطمہ زہراءؑ نے ابوبکر سے فرمایا کہ میرے والد رسول اللہؐ فدک مجھے دے گئے تھے اور تو مجھے فدک واپس دے دے۔

۴ : فتوح البلدان ص ۴۴

ان فاطمة قالت لابی بکر اعطنی فدک فقد جعلها رسول اللہ (ص) لی۔

ترجمہ : جناب فاطمہ زہراءؑ نے ابوبکر سے کہا کہ میری فدک کی زمین مجھے دے دو۔ کیونکہ میرا باپ رسول اللہؐ مجھے دے گیا تھا۔

نوٹ : اہل سنت کی معتبر کتاب "الہدایۃ مع الدرایہ"، "کتاب الہبہ" اور "شرح وقایہ"، کتاب الہبہ میں درج ہے کہ : وھبت ونحلت واعطیت واطعمت وجعلت . ان تمام الفاظ سے ہبہ درست ہے۔

بخاری شریف کا دھماکہ

۵ : بخاری شریف ص ۱۳۹ / ۵ باب غزوہ خیبر

حدثنی یحییٰ بن بکیر حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شھاب عن عروة عن عائشة ان فاطمة علیھا السلام بنت النبی ارسلت الیٰ ابی بکر تسالہ میراثھا من رسول اللہ (ص) مما افاء اللہ علیہ بالمدینة وفدک وما بقی من خمس خیبر فقال ابوبکر ان رسول اللہ (ص) قال لا نورث ما ترکنا صدقة فابیٰ ابوبکر ان یدفع الیٰ فاطمة منھا شیئاً فوجدت فاطمة علیٰ ابی بکر فی ذالک فھجرتہ فلم تکلمہ حتیٰ توفیت وعاشت بعد النبی ستہ اشھر فلما

توفیت دفنها زوجها علیؑ لیلاً و لم یوذن بها ابابکر و صا. علیها و کان لعلیؑ من الناس وجه حیاة فاطمة فلما توفیت استنکر علی وجوہ الناس۔

ترجمہ (ملخص): بی بی عائشہ فرماتی ہیں کہ جب فاطمہ زہراءؑ نے فدک اور بقیہ خمس خیبر وغیرہ کے متعلق ابو بکر سے سوال کیا تو ابو بکر نے (ایک من گھڑت حدیث سے جواب دیا) کہ نبی نے فرمایا: جو چیز ہم صدقہ (کی نیت سے) چھوڑ جائیں اس کے متعلق ہمارا کوئی وارث نہیں ہوگا۔ فدک اور دوسری چیزیں دینے سے ابو بکر نے انکار کر دیا۔ جناب فاطمہ زہراءؑ ابو بکر پر ناراض ہوگئیں اور اس سے کلام کرنا چھوڑ دیا حتیٰ کہ وفات پائی۔ نبی پاکؐ کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔ جب بی بی نے وفات پائی تو حضرت علیؑ نے ابو بکر کو جنازہ میں شمولیت کی اجازت نہ دی۔ خود ہی نماز جنازہ پڑھائی اور فاطمہ زہراءؑ کو رات کے وقت دفن کیا۔

(چونکہ اکثر کفار، غزوات نبوی میں حضرت علیؑ کے ہاتھ سے قتل ہوئے اس لئے اصحاب کے دلوں میں جناب علی کے متعلق کینے تھے) جناب فاطمہ کی زندگی میں بی بی کی وجہ سے لوگ کچھ نہ کچھ حضرت علیؑ کی عزت کرتے تھے لیکن جناب فاطمہ بنت رسول کی وفات کے بعد حضرت علیؑ نے لوگوں کے رخ اور موڈ بدلے ہوئے پائے۔

۶: بخاری شریف ص ۹۷ / ۴ طبع مصر باب "فرض الخمس":

فغضبت فاطمة بنت رسول الله (ص) فهجرت ابابكر فلم تزل مهاجرته حتىٰ توفيت۔

ترجمہ: جناب فاطمہ زہراءؑ رسول اللہؐ کی بیٹی ابو بکر پر ناراض ہوئی اور کلام کرنا چھوڑ دیا ابو بکر سے حتیٰ کہ وفات پائی۔

نوٹ: ارباب انصاف!

ہم نے اہل سنت کی انیس معتبر کتب سے ثابت کر دیا ہے کہ جناب ابو بکر نے رسول کی بیٹی جناب زہراءؑ سے فدک کی زمین چھین لی تھی اور بی بی نے ابو بکر سے سوال کیا کہ میری زمین واپس دے دو۔ لیکن ابو بکر نے ایک مرلہ زمین بھی دینے سے انکار کر دیا۔ رسول اللہؐ کی بیٹی پر یہ ظلم ہے، اور ظالم کوئی بھی ہو امت مسلمہ میں وہ امامت اور خلافت کے لائق نہیں۔

قَالَ اِنِّیۡ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ قَالَ لَایَنَالُ عَہۡدِی الظّٰلِمِیۡنَ (پ۱، آیت ۱۲۴، سورہ بقرۃ)

غصب زمین کی سزا

اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح مسلم" ص۶۴۲ / ۱، باب تحریم الظلم وغصب الارض:

عن سعید بن زید قال سمعت النبی یقول من اخذ شبراً من الارض ظلماً فانہ یطوقہ یوم القیامۃ من سبع ارضین۔

ترجمہ: جو شخص کسی کی زمین ایک بالشت بھی ظلم سے چھینے گا تو قیامت کے دن اس زمین کے ساتوں طبق طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالے جائیں گے۔

خلیفہ جی کی صفائی کی خاطر ان کے وکلاء کے دس عذر لنگ

مولوی احمد شاہ چوکیروی کا سفید جھوٹ:

عذر نمبر۱

بخاری والی روایت کا راوی ابن شہاب زہری شیعہ تھا کیونکہ عین الغزال اور تتمۃ المنتہی میں اس کا امام زین العابدین سے آخر عمر میں فیض حاصل کرنے کا ذکر ہے۔

جواب ۱

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بھی امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آتا تھا اس پر بھی شیعہ ہونے کا الزام لگا دو تاکہ حنفی مذہب کا خاتمہ بالخیر ہی ہو جائے۔

جواب ۲

"تذکرۃ الحفاظ"، "نووی شرح مسلم"، "اسماء الرجال"، "شرح نخبۃ الفکر"۔ یہ چاروں اہل سنت کی کتب معتبرہ ہیں اور زہری کی تعریف سے لبریز ہیں اور وہ سنی المذہب نہ تھا تو اس کی تعدیل اور توثیق کی کیا ضرورت تھی۔

جواب ۳

بخاری شریف کی سوا سات ہزار روایات میں سے تقریباً ایک ہزار روایت ابن شہاب زہری کے سلسلہ سے مروی ہے۔ اگر زہری سنی العقیدہ نہیں اور نہ ہی اس کی روایت قبول ہے تو بخاری اصح الکتب کی ایک ہزار روایت غلط ہو گئی۔ مبارک ہو۔

جواب ۴

"تحفہ اثنا عشریہ" ص ۱۱ میں شاہ عبدالعزیز نے شیعہ کی اقسام بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ کتب قدیمہ میں جو لکھا ہوا ہے کہ: فلان من شیعه علی حالانکه اون از روسای اهل سنت والجماعت است- دوسری مبارک ہو۔

اگر زہری کے متعلق کسی کتاب میں لکھا بھی ہے کہ وہ شیعہ تھا پھر بھی بقول شاہ عبدالعزیز آپ کے مذہب کا رئیس ہے، امام ہے، پیشوا ہے۔

جواب نمبر ۵

ابن شہاب زہری کے متعلق مفتی اعظم دیوبند مہدی حسن، مولوی خیر محمد پرنسپل خیر المدارس اور مفتی احمد علی لاہوری کے فتاویٰ شائع ہو چکے ہیں کہ ابن شہاب زہری اہل سنت والجماعت تھے۔

مفتی احمد علی لاہوری کے فتویٰ کے چند الفاظ

الحمد للہ ساری عمر علم سے ہی شغف رہا ہے میرے کان میں آج بہتّر سالہ عمر تک یہ آواز نہیں پہنچی کہ ابن شہاب زہری شیعہ تھے۔ "منقول از توثیق فدک ص ۱۵۲"۔

مولوی کرم دین کی مکاری

عذر نمبر ۲

اس روایت میں غضب کا معنی ندامت ہے۔ "آفتاب ہدایت ص ۲۴۶"

جواب : یہ بالکل سفید جھوٹ ہے اور ایک جھوٹ ستّر زنا کے برابر ہے۔ بخاری کی روایت میں دو لفظ آتے ہیں نمبر ا وجدت، نمبر ۲ غضبت۔ المنجد لغت کی کتاب دیکھیں اگر وجد کے بعد لفظ علی ہو مثلاً وجدت علیٰ ابی بکر تو اس کا معنی ہے ناراض ہونا اور غضب کا معنی بھی ناراض ہونا ہے۔

نوٹ : وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ . (پ۱۷، الحج:۳۰)

عذر ۳ : ابن کثیر دمشقی کی گستاخی

"البدایہ والنہایہ ص۲۸۹ /۵":

وھی امراۃ من بنات آدم تاسف کما یاسفون۔

ترجمہ : (اگر فاطمہ زہراءؑ ناراض ہوگئی ہیں تو کیا ہوا) وہ ایک عورت ہی تو ہے۔ اولاد آدم سے اس کی ناراضگی عام اولاد آدم کی طرح ہے۔

جواب۔ اولاد آدم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت ہے فاطمہ بنت رسول اللہؐ کے برابر کوئی بھی نہیں۔

ثبوت ملاحظہ ہو۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر مظہری" ص ۴۸ /۲ آل عمران :

فاطمۃ بضعۃ منی یقتضی فضل فاطمۃ علی جمیع الرجال والنساء کما قال مالک لا نعدل ببضعۃ رسول اللہ (ص) احدا.

ترجمہ : (بخاری میں جو حدیث ہے، نبیؐ نے فرمایا:) فاطمہ میرے (جگر) کا ٹکڑا ہے۔ اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا کے تمام مردوں اور عورتوں پر فاطمہ زہراءؑ کو فضیلت حاصل ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ ہم فاطمہ زہراءؑ کے برابر کسی کو نہیں جانتے۔

ارباب انصاف ! اگرچہ بی بی اولاد آدم سے ہے لیکن ان کی ناراضگی اور غضب اللہ اور رسول کی ناراضگی اور غضب ہے اس مسئلہ پر مع ثبوت اسی رسالہ میں ہم مفصل بحث کریں گے۔

بی بی عائشہ بھی ایک عورت اولاد آدم سے تھی لیکن اس کو محبوبہ رسول فرض کرتے ہوئے جناب عمر نے ان کا وظیفہ باقی ازواج سے دو ہزار زیادہ مقرر کیا تھا۔

عذر ۴ : "رسالہ باغ فدک" از علامہ سید محمود احمد رضوی ص ۲۸۰

حدیث فدک مسلم و بخاری اور ترمذی میں چودہ مقامات پر مذکور ہے، صرف چار جگہوں پر غضب کا لفظ آیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ راویوں نے اپنی طرف سے بڑھایا ہے۔

جواب نمبر ا۔ علامہ صاحب ہمارے لئے تو ایک ہی جگہ کافی ہے آپ نے کئی جگہ تسلیم کر لیا۔ ماشاء اللہ، آپ اہل سنت کے مایہ ناز مناظر ہیں۔

جواب نمبر ۲۔ بخاری نے بعض جگہ صرف لفظ غضب اختصار کے لئے گرایا ہے۔

جواب نمبر ۳۔ دوسرے راوی اگر لفظ غضب کو اپنی طرف سے بڑھا گئے ہیں تو اس خیانت کی وجہ سے ان کی عدالت ختم۔ پھر ان کی دوسری روایات پر اہل سنت عمل کیوں کرتے ہیں؟

جواب نمبر ۴۔ لفظ غضب کی راوی عائشہ صدیقہ ہیں جو ابو بکر کی دختر اور فاطمہ زہراءؑ کی سوتیلی ماں ہیں۔ اہل سنت تو ان کو صدیقہ مانتے ہیں۔ عورت، عورت کے حالات سے زیادہ واقف ہوتی ہے اور بی بی عائشہ پر طرفداری اہل بیت کا شبہ بھی نہیں۔

علامہ صاحب! آپ بحث فدک میں آکر "خذوا شطر دينكم عن هذه الحمير" والی حدیث بھول گئے۔

جواب نمبر ۵۔ ہمیں تمام اہل اسلام کے جذبات کا احساس ہے اور یہ جواب علامہ صاحب صرف آپ کے لئے ہے۔

قرآن میں کئی جگہوں پر ابلیس کا ذکر آیا ہے بعض مقامات پر تو لعنت مذکور ہے بعض جگہوں پر نہیں۔
بعینہٖ اسی طرح بخاری کی بعض روایات میں غضب کا لفظ مذکور ہے اور بعض میں نہیں۔

نوٹ۔ اس تشبیہ میں ہمارا مقصد کسی ذات کو ذات سے تشبیہ دینا نہیں بلکہ مقصود صرف یہ ہے کہ غضب اور لعنت بعض جگہ مذکور ہیں اور بعض جگہ نہیں۔ نہ لعنت میں شک ہے اور نہ ہی غضب میں۔

عذر ۵ : صاحب "رسالہ باغ فدک" ص ۲۶

فاطمہ زہراءؑ نے اپنی زبان مبارک سے اظہار ناراضگی فرمایا ہو یہ ثابت نہیں۔
جواب۔ سیدہ زہراءؑ نے اپنی زبان مبارک سے اظہار ناراضگی فرمایا ہے۔

ثبوت ملاحظہ ہو۔

اہل سنت کی معتبر کتاب "الامامۃ والسیاست" ص ۱۱۴ ابن قتیبہ:

فانی شهد الله وملائكته انكما اسخطتما فی وما أرضيتمانی ولئن لقيت النبی لا شكوفكما له فقال ابوبكر انا عائذ بالله تعالیٰ من سخطه وسخطک يا فاطمة ثم انتحب ابوبكر يبكی حتیٰ كادت نفسه ان تزهق وهی تقول والله لا دعون الله عليک فی كل صلاة اصلّيها۔

ترجمہ: جب ابو بکر اور عمر جناب فاطمہ زہراؑ سے معافی مانگنے آئے تو سیدہ مظلومہ نے فرمایا کہ میں اللہ اور اس کے فرشتوں کو گواہ بناتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھے ناراض کیا ہے اور راضی نہیں کیا۔ اور جب میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات کروں گی تو تم دونوں کی شکایت کروں گی۔ ابو بکر نے کہا: میں آپ کی اور اللہ کی ناراضگی سے خدا سے پناہ مانگتا ہوں۔ پھر ابو بکر ٹسوے بہانے لگے اور جناب فاطمہ زہراؑ یہی کہتی رہیں کہ میں ہر نماز میں اے ابو بکر تیرے لئے بد دعا کرتی رہوں گی۔

ارباب انصاف! سیدہ زہراؑ کا اپنی زبان مبارک سے اظہار ناراضگی کرنا، ابو بکر کو معاف نہ کرنا بلکہ ہر نماز میں ابو بکر کے لئے بد دعا کرنا، اس روایت سے ثابت ہے اور سیدہ زہراؑ کی بد دعا کی اہمیت دیکھنا ہو تو روز مباہلہ کے واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

عذر ۶ : رسالہ باغ فدک

ناراض ہونا دل کا فعل ہے راویوں کو کیسے پتہ چلا۔

جواب۔ راویوں کے چکر میں الجھانے کی کوشش نہ کریں۔ یہ تو خود ابو بکر کو بھی پتہ چل گیا تھا کہ رسول اللہؐ کی بیٹی مجھ پر ناراض ہے۔

ثبوت ملاحظہ ہو۔

اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ خمیس" ۲۔ ۱۷۴

وعن الاوزاعی قال بلغنی ان فاطمة بنت رسول اللہ (ص) غضبت علی ابی بکر فخرج ابوبکر قام علی بابھا فی یوم حار ثم قال لا ابرح مکانی حتیٰ ترضیٰ عنی بنت رسول اللہ (ص)۔

ترجمہ : اوزاعی کہتے ہیں کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی کہ جب فاطمۃ الزہراءؑ ابو بکر سے ناراض ہو گئیں تو ابو بکر سخت گرمی کے دن فاطمۃ الزہراءؑ کے دروازے پر آیا اور اس سخت گرمی میں دروازہ پر کھڑا رہا۔ وہ کہتا تھا کہ جب تک رسول اللہؐ کی بیٹی مجھ پر راضی نہ ہو گی میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔

نوٹ۔ خلیفہ جی کی صفائی دینا ایسا ہے جیسے مدعی سست گواہ چست۔ اگر ابو بکر پر جناب فاطمہ زہراءؑ ناراض نہیں ہوئی نہیں تو کس حکیم نے خلیفہ کو کہا تھا کہ معافی کی خاطر سارا دن دھوپ میں کھڑا رہتا۔ اور اگر دھوپ میں کھڑے نہیں رہے تو علماء اہل سنت کو اس جھوٹے فسانہ کو بنانے کی کیا ضرورت تھی۔

عذر ۷ : سید نور الدین سمھودی کی غلط تاویل

"وفاء الوفا" ۳۔۲۹۶:

کذا نقل ترمذی عن بعض مشائخہ ان معنیٰ قول فاطمة لابی بکر وعمر لا اکلمکما ای فی ھذا المیراث

ترجمہ: فاطمہ زہراءؑ نے ابو بکر و عمر سے فرمایا میں تم دونوں سے کلام نہیں کروں گی۔ اس کا مطلب یہ ہے میراث کی بابت کلام نہیں کروں گی۔

جواب: اس توجیہہ سے خلیفہ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا کیونکہ بی بی نے فدک کے بارے میں ملکیت کا دعویٰ فرمایا تھا۔ ابو بکر نے زمین کا ایک مرلہ بھی دینے سے انکار کر دیا تھا۔ انکار کے بعد فاطمۃ الزہراءؑ ابو بکر پر ناراض ہوئیں۔ روایت میں لفظ غضبت بھی موجود ہے وجدت بھی موجود ہے اور فھجرت بھی موجود ہے لہٰذا ناراضگی کی وجہ سے خلیفہ سے کلام نہ کرنا خلیفہ کو غضب والے جرم سے بری نہیں کر سکتا۔

عذر ۸ : سیدہ فاطمۃ الزہراءؑ محض بشریت کی وجہ سے ناراض ہوئیں

جواب۔ محض بشریت کی وجہ سے ناراض ہونا فاطمۃ الزہراءؑ کی شان سے بعید ہے کیونکہ آیہ تطہیر اس کا بین ثبوت ہے۔

عذر۹ : نورالدین صمہودی کی ایک اور غلط تاویل

وفاالوفا ۳، ۹۹۶:

بی بی کی غرض یہ تھی کہ فدک کی تولیت ونگرانی ہمارے پاس رہے۔

جواب : بی بی نے نگرانی کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ ملکیت کا مطالبہ فرمایا ہے اور جناب ابو بکر کے انکار کے بعد خلیفہ پر ناراض ہوئی ہیں اور عہد کیا کہ ہر نماز میں ابو بکر پر بد دعا کروں گی۔

عذر۱۰ : شاہ چوکیروی کا سفید جھوٹ

ابن میثم کی ایک روایت میں لفظ رضیت ہے۔ بس بی بی بحث وتکرار کے بعد ابو بکر پر راضی ہو گئیں۔

جواب۔ ابن میثم نے دو روائتیں ذکر کی ہیں اول کے بارے میں لکھا ہے، " المشهور بين الشيعة ومتفق عليه" پہلی روایت مشہور ہے شیعہ میں اور اس پر علماء شیعہ کا اتفاق ہے۔ اس روایت میں فدک چھیننے کا ذکر ہے اور ابو بکر پر بی بی کی ناراضگی کا ذکر ہے اور بعد میں راضی ہونے کا کوئی ذکر نہیں دوسری روایت کو بلا سند ذکر کیا ہے۔ وہ مجہول ہے بلا توثیق ہے۔

شاہ عبدالعزیز تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں جس روایت کی صاحب کتاب یا کوئی دوسرا محدّث توثیق نہ کرے وہ شتر بے مہار ہے نیز اس روایت میں لفظ رضیت بہ ہے اور اگر رَضِيَ کے بعد با ہو تو اس کا معنی قناعت ہے۔ روایت کا مطلب یہ ہے کہ ابو بکر کچھ مقدار فدک دینے پر آمادہ ہوا اور بی بی نے اس مقدار پر قناعت کی اور پھر ابو بکر اپنے وعدے سے پھر گیا۔

نوٹ۔ اس روایت کا شرح میثم میں آنا اس طرح ہے جس طرح قرآن پاک میں

وَمَا يُهْلِكُنَآ إِلَّا الدَّهْرُ۔ (الجاثیۃ: ۲۴)

خطبہ لمّہ

نبی کی بیٹی کا ابو بکر کے دربار میں اپنا حق مانگنا

اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح ابن ابی الحدید" ص ۱۰۸ / ۴ مطبع بیروت :

لما بلغ فاطمۃ اجماع ابی بکر علی منعھا فدک لاثت خمارھا واقبلت فی لمّہ من حفدتھا ونساء قومھا حتی دخلت علی ابی بکر وقد حشد الناس من المہاجرین والانصار وضرب بینھا وبینھم ربطتہ بیضاء ثمّ انت انۃ اجھش لھا القوم بالبکاء ثمّ امھلت طویلاً حتیٰ سکنوا ثمّ قالت ابتدی بحمدِ من ھو اولیٰ بالحمد۔

ترجمہ: جب فاطمۃ الزہراءؑ کو پتہ چلا کہ ابو بکر نے آنجناب کی جاگیر فدک کو روکنے پر پختہ ارادہ کر لیا ہے تو بی بی نے سر پر اوڑھنی باندھی اور اپنی قوم کی عورتوں کی ایک جماعت کے ہمراہ ابو بکر کے پاس آئیں اور اس وقت مہاجرین اور انصار بھی بلا لیے گئے۔ فاطمہ زہراءؑ اور اصحاب کے درمیان پردہ بنایا گیا۔ نبی کی بیٹی نے ایک آہ پُر درد بھری جس کو سن کر اصحاب زار و زار رونے لگے۔ بی بی نے کچھ وقفہ کے بعد اللہ کی حمد و ثنا کی۔ (اور اپنے باپ رسول اللہؐ پر درود وسلام بھیجا)

پھر فرمایا: زمین وآسمان ہر شے اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈتی ہے۔

ونحن وسیلتہ فی خلقہ ونحن خاصتہ ومحل قدسہ ونحن حجتہ۔

ترجمہ: اللہ کی مخلوق میں درِ رحمتِ خدا تک پہنچنے کا وسیلہ ہم ہیں اور اللہ کے خاص بندے اور اس کی مخلوق میں حجت ہم ہیں۔

پھر اپنا تعارف کرایا:

انا فاطمۃ بنت محمد

میں فاطمہ زہراءؑ ہوں بیٹی محمد کی۔

پھر فرمایا:

ایھا معاشر المسلمین ابتّز ارث ابی ابا اللّٰہ ان ترث یا بن ابی قحافہ اباک ولا ارث ابی لقد جئت شیئاً فریّاً۔

ترجمہ: اے مسلمانو! میرا حق جو میرے باپ کی طرف سے تھا چھینا گیا۔ خدارا اے ابو بکر یہ بتا کہ تو اپنے باپ کا وارث بنے اور میں اپنے باپ کی وارث نہ بنوں؟ لقد جئت شیئاً فریا تو نے ایک غلط طریقہ اختیار کیا ہے۔

پھر بی بی نے مہاجرین وانصار سے اپنی مدد کے لیے فریاد کی کہ

ایھا بنی قیلہ إھتضم تراث ابی و انتم بمرأی ومسمع ما ھذہ الفترۃ عن نصرتی والونیۃعن معونتی والغمزۃفی حقّی والسنتہعن ظلامتی۔

ترجمہ : اے بنی قیلہ ! میرے باپ کی میراث مجھ سے غصب کی جارہی ہے اور تمہارے سامنے ہی سب کچھ ہو رہاہے، تم میری فریاد بھی سن رہے ہو۔ میری مدد کرنے سے تمہاری سستی کیوں ہے ؟ اور میرے حق کی حمایت کرنے سے تمہاری چشم پوشی کیوں ہے ؟

نوٹ نمبر ۱ : اس خطبہ میں اصحاب کی وہ حالت جو نبی کریمﷺ کے بعد پیدا ہوئی ہے بے نقاب ہو جاتی ہے اس لیے اس خطبہ کی عظمت کو گھٹانے کے لیے مخالف نے کئی طرح ہاتھ پاؤں مارے ہیں مثلاً یہ خطبہ ابی العینا کا ہے لیکن یہ عذر بالکل باطل ہے کیونکہ ابی العینا پیدا ہی نہیں ہوا تھا جب سے بزرگان آل ابی طالب نے اس کی روایت کی ہے۔

نوٹ نمبر ۲ : یہ خطبہ لمۃ بی بی کا بہت بڑا خطبہ ہے۔ ہم نے اختصار کی خاطر چند جملے ذکر کئے ہیں۔ اس خطبہ کو کتاب "السقیفہ" میں ابو بکر جوہری نے اور کتاب "فائق" میں علامہ زمخشری نے اور کتاب "النھایہ" میں ابن اثیر جذری نے اور کتاب "مختصر تنزیہ الشریعۃ" میں شیخ رحمت اللہ نے اور کتاب "بلاغۃالنساء" میں احمد بن ابی طاہر نے اور کتاب "تذکرہ خواص الامہ" سے باب ۱۱ میں سبط ابن جوزی نے نقل کیاہے۔ (منقول از تشئید المطاعن ص ۷۶۵)

نیز اس خطبہ کی طرف علی بن حسین مسعودی نے اپنی کتاب "مروج الذھب" باب وفات ابی بکر میں اشارہ فرمایاہے :

خلیفہ جی کے بلااُجرت وکیل کا لنگڑا عذر

اعتراض : فاطمہ زہراؑ عابدہ تھی لہٰذا بی بیؑ مال دنیا کے لئے دربار میں کیسے جاسکتی ہے ؟

جواب : وکیل صاحب آپ دربار کا رٹا لگاتے ہیں وہ دربار یزید یا ابن زیاد کا نہیں تھا۔ جناب زینبؑ ام کلثومؑ کی طرح قید ہو کر نہیں گئی تھیں۔ بی بی کے گھر کا دروازہ مسجد کے صحن کی طرف کھلتا تھا اور

بی بیؑ عورتوں کے ہجوم میں باپردہ آئی تھیں، نیز خلیفہ اور اصحاب میں اور بی بیؑ کے درمیان پردہ بنایا گیا تھا۔ اگر آپ کی پوری تسلی نہیں ہوئی تو سنو اس قسم کے الزامات انبیاء پر بھی لگائے گئے تھے۔

وَقَالُوا مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ۔ (الفرقان:۷)

جواب نمبر ۲: اسی مسجد میں جناب عائشہ نے حبشہ کا کھیل دیکھا تو آپ کو کوئی اعتراض نہیں۔ یہی جناب عائشہ اونٹ پر سوار ہو کر حضرت علیؑ کے مقابلہ میں بصرہ کے میدان میں آئی تو پھر بھی آپ کو کوئی اعتراض نہیں۔ اسی جناب عائشہ نے مردوں کو غسل کر کے دکھائے (بخاری گواہ ہے) تو آپ کو کوئی اعتراض نہیں اور اگر نبی ﷺ کی مظلوم بیٹی نے اپنا حق مانگا ہے تو دربار کا بہانہ کر کے اس عظیم واقعہ کی اہمیت پر پردہ ڈالنا چاہتے ہو اور رسول کی بیٹی کی حق تلفی کے مرتکب ہوتے ہو!

جواب نمبر ۳: نبی کریم ﷺ بھی اپنے حق کی خاطر جو مال دنیا تھا ایک اعرابی سے جھگڑ پڑے تھے۔ (سنن ابی داؤد)

جواب نمبر ۴: عورت شوہر کے حالات سے خوب باخبر ہوتی ہے کہ وہ مالدار ہے یا تنگ دست؟ ازواج نبی ﷺ مال دنیا کی خاطر حضورؐ کو اس قدر تنگ کرتی تھیں کہ آخر کار قرآن میں ان کے لئے جھڑکی نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا۔ (پ۲۱، سورہ احزاب، آیت ۲۸)

اس کے باوجود ان کی عقیدت کا دم بھرتے ہو اور جس مظلومہ نے اپنا اور اپنے بچوں کا حق مانگا اس پر اعتراض کرتے ہو کہ دربار میں کیوں گئی؟

جواب نمبر ۵: جن دنیا پرست صحابہ نے دفن نبی ﷺ کا انتظار نہ کیا، اہل بیت کو پرسہ نہ دیا، نبی ﷺ کے تابوت کو کاندھا تک نہ دیا، ان کو تو آپ اولیا اللہ مانتے ہیں اور جس مظلومہ نے اپنا حق مانگا ہے اس کے موقف کو کمزور کرنے کے لئے غلط تاویلات کرتے ہو۔ تمہاری ان محنتوں کا صلہ ابو بکر و عمر کی سرکار سے ضرور ملے گا مگر خدائے قہار و جبار کے دربار کی فکر کر لو اس لئے کہ میدان

حشر میں جناب سیدہ جن جن کی شکایت دربار الٰہی میں کریں گی اگر اس فہرست میں آپ کا نام بھی ہوا تو پھر نتیجہ معلوم ہے؟

فاطمہ زہراؑ نے فدک کے متعلق دعویٰ ملکیت فرمایا تھا۔

اہل سنت کی معتبر کتاب "الملل والنحل" الامام ابی فتح محمد بن عبدالکریم شہرستانی التوفی ۵۴۸ مطبع حجازی قاہرہ۔

صاحب کتاب نے ص ۱۳ تا ص ۲۲ وہ دس اختلافات ذکر کئے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الموت کے وقت اور بعد میں صحابہ کرام میں پیدا ہوئے۔ ہم قارئین کی معلومات کے لئے اختصار کے ساتھ ان دس اختلافات کو، جس طرح صاحب کتاب نے ذکر کئے ہیں، بیان کرتے ہیں:

۱- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقت وفات کاغذ و قلم مانگنا اور جناب عمر کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہذیان کا الزام لگا کر کاغذ اور قلم دینے میں اختلاف کرنا۔

۲- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لشکر اُسامہ کو روانہ کرنے کی تاکید کرنا اور اس کی مخالفت کرنے والے پر لعنت فرمانا اور کچھ اصحاب کا حیلے بہانے کر کے اس وقت جانے میں اختلاف کرنا۔

۳- جناب عمر کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے متعلق دوسرے مسلمانوں سے اختلاف کرنا۔

۴- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے دفن کے انتخاب میں صحابہ کا اختلاف کرنا۔

۵- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسے خلیفہ بنایا جائے؟ اس بات میں مہاجرین و انصار کا اختلاف کرنا۔

۶- فدک کس کی ملکیت ہے؟ اس کے متعلق ابو بکر کا جناب فاطمہ زہراؑ سے اختلاف کرنا۔

۷- جو دھاندلی سے صدارت پر قبضہ کر بیٹھا اس کو زکواۃ نہ دینے والوں سے جنگ کرنے کی بابت اصحاب کا اختلاف کرنا۔

۸- عثمان کی خلافت کی خاطر جو سیاسی شوریٰ کمیٹی تشکیل دی گئی، اس میں ارکان کمیٹی کا اختلاف کرنا۔

۹- جناب ابو بکر کا بغیر الیکشن کے عمر کو مسند خلافت کے لئے نامزد کرنے میں اصحاب کا اختلاف کرنا۔

۱۰- جناب امیرؑ کے مسند خلافت پر آنے کے بعد عائشہ، طلحہ وزبیر کا اپنے مفاد دنیا کی خاطر جناب امیرؑ سے اختلاف کرنا۔

نوٹ : اب ہم مذکورہ کتاب سے وہ عبارت ذکر کرتے ہیں جس سے جناب زہراءؑ کی فدک پر ملکیت ثابت ہوتی ہے۔ (کتاب الملل والنحل ص ۱۷ / ۱) :

الخلاف السادس فی امر فدک والتوارث عن النبی علیہ السلام ودعوی فاطمة علیها السلام وراثة تارة وتملیکا اخریٰ حتیٰ دفعت عن ذلک با الروایة المشهورة عن النبی علیه السلام (نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناه صدقة)۔

ترجمہ : چھٹا اختلاف امر فدک میں ہے اور توارث نبی ﷺ میں ہے اور جناب فاطمہ زہراءؑ کا دعویٰ کرنا (بابت فدک کہ) میں فدک کی مالک ہوں اور اگر مجھے مالک نہیں مانتے تو میں رسول اللہؐ کی بیٹی ہوں لہٰذا میں وارث ہوں اور اسی طرح بھی فدک ملکیت ہے۔ جناب فاطمہ زہراءؑ کو ایک من گھڑت حدیث (نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناه صدقة) کے ذریعے ان کے حق سے محروم کر دیا گیا۔

نوٹ : مذکورہ عبارت سے روشن ہے کہ فاطمہ زہراءؑ فدک کی زمین کا اپنے آپ کو مالک سمجھتی تھیں۔

شاہ عبدالعزیز کا لنگڑا عذر

شاہ صاحب تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۷۸ پر لکھتے ہیں کہ فدک پر بی بی کا قبضہ نہیں تھا اور جب تک مال ہبہ پر قبضہ نہ ہو وہ ملکیت نہیں بن سکتا۔

اگر فدک پر بی بی کا قبضہ نہ تھا تو ابو بکر نے یہی عذر کیوں نہ پیش کیا

جواب نمبر ۱ : مدعی سست اور گواہ چست

اگر یہی عذر تھا تو خود ابو بکر کو بھی پیش کرنا چاہیے تھا۔ صاحب "الملل والنحل" کی عبارت سے یہ روشن ہے کہ بی بی نے دعویٰ ملکیت فرمایا تھا۔ اگر عدم قبضہ والا ہی عذر تھا تو ابو بکر یہی عذر پیش کرتا

لیکن ابو بکر نے دعویٰ ہبہ پر گواہ طلب کئے۔ معلوم ہوا کہ ابو بکر کو بی بی کے زمین فدک پر قبضہ سے انکار نہیں تھا۔

اگر فدک پر قبضہ نہ تھا تو ابو بکر نے فدک واپس کرنے کی تحریر کیوں لکھ دی؟

جواب نمبر ۲ : اہل سنت کی معتبر کتاب سیرۃ حلبیہ ص ۴۸۸، ج ۳ مؤلف علی بن برہان الدین حلبی ذکر خلافت ابی بکر مطبوعہ مصر:

عمر کا سند چاک کرنا

وفی کلامَ سبطِ ابن الجَوزِی أنّہ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہ کتب لھا بفدک ودخل علیہ عمر وقال ما ھذا؟ فقال کتاب کتبۃ لفاطمۃ علیہا السلام بمیراثھا من ابیھا فقال ممّا ا تنفق علی المسلمین وقد حاربتک العرب کما تریٰ ثمّ اخذ عمر الکتاب فشقّہ۔

ترجمہ : سبط ابن جوزی کے کلام میں ہے (فاطمہ زہراءؑ کے دعویٰ ملکیت اور دلائل کے بعد) جناب ابو بکر نے (بے بس ہو کر) فدک جناب زہراءؑ کو دے دیا اور تحریر لکھ دی تو اتنے میں جناب عمر حضرت ابو بکر کے پاس آئے اور پوچھا یہ تحریر کیسی ہے؟ خلیفہ نے کہا کہ فدک کے بارے میں فاطمہ زہراءؑ کو میں نے تحریر دی ہے کہ بی بی فدک کی از روئے وراثت مالک ہے۔ عمر نے کہا: تو پھر مسلمانوں پر تو کس مال سے خرچ کرے گا؟ جب کہ تمام عرب تیرے ساتھ لڑنے کو تیار ہے۔ پھر عمر نے وہ تحریر لے کر پھاڑ ڈالی۔

نوٹ : مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ حدیث لا نورث من گھڑت ہے کیونکہ ابو بکر نے بابت فدک فاطمہ زہراءؑ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث کا حق دار تسلیم کر لیا ورنہ وہ تحریر نہ لکھ دیتا اور اگر حدیث لانورث کی روایت میں ابو بکر حق بجانب تھے تو پھر شاہ عبداللہ العزیز کا عذر جھوٹا ہے، جیسا کہ ص ۵۳ صاحب "الملل والنحل" نے لکھا ہے کہ بی بیؑ نے دعوے ملکیت فرمایا تھا اور ملکیت بغیر قبضہ کے ہوتی

نہیں۔ابو بکر کا فدک کی بابت تحریر لکھ دینا اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ ابو بکر نے بی بیؑ کے قبضہ کو تسلیم کر لیا تھا۔

حضرت ابو بکر کی تحریروں کو پھاڑنا عمر کی عادت تھی

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب ''کنز العمّال'' ص ۱۸۹/۲ کتاب احیاالاموات من قسم الافعال، مؤلف شیخ علی المتقی الھندی مطبوعہ حیدر آباد۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب ''الاموال'' ص ۲۷۷ باب الاقطاع کتاب احکام الارضین، مؤلف حافظ ابی عبید القاسم بن سلام المتوفی ۲۲۴ نیز ازالۃ الخفاء فصل ششم الانفال۔

عمر کا ابو بکر کی تحریر میں تھوکنا اور مٹانا

حضرت ابو بکر نے عینیّہ بن حصن اور اقرع بن حابس کو ایک جاگیر عطا کی اور انہیں تحریر بھی لکھ دی۔ وہ عمر کے پاس آئے اور صورت حال سے آگاہ کیا تو جناب عمر نے تناوَلہ مِن أیدیھِمَا ثمّ تفل فیہ او بصق فی الکتاب و محاّہ۔

وہ تحریر ان دونوں سے لے لی اور اس میں تھوکا اور اس کو مٹا دیا۔ وہ دونوں شخص غصے میں بھرے ہوئے ابو بکر کے پاس آئے اور کہا۔

واللہ ما نَدرِی أنتَ الخلیفۃ أم عُمَر فقالَ بل ھُو۔

بخدا! ہمیں معلوم نہیں ہے کہ آیا تو خلیفہ ہے یا عمر ہے؟ تو ابو بکر نے کہا: خلیفہ دراصل عمر ہی ہے۔ میں تو خواہ مخواہ پھنس گیا ہوں تو پھر جناب عمر بھی غصے میں بھرے ہوئے آگئے اور پھر شیخین میں جو گفتگو ہوئی اس میں جناب ابو بکر حضرت عمر کے خلق عظیم کی نرم ضربوں کو برداشت نہ کر سکے اور چلّا اٹھے کہ بھیاّ میں جو کہتا تھا کہ اس خلافت کے بوجھ کو سنبھالنے کے قابل میں نہیں ہوں تُو نے اپنے مقاصد کے لئے مجھے خلیفہ بنا دیا۔

نوٹ : ہم نے دونوں کتابوں کی روایت کا ملخّص پیش کیا ہے۔ پہلی جمہوری حکومت سے یہ سنت چلی آرہی ہے کہ وزیر اعظم اپنے اختیارات سے تجاوز کرتے ہیں۔

مال مسلمین سے حضرت ابو بکر کی اپنے داماد پر خفیہ نوازش اور وہ بھی حضرت عمر سے چوری چوری

اہل سنت کی معتبر کتاب ''کنزالعمال'' ص/۲۸۹ کتاب احیاء الاموات۔

عَن عُروة قالَ دَخَلَت علیٰ مُعاویه فقالَ لی ما فعل المسلول قلت هو عندی قال انا واللہ خططته بیدی اقطع ابوبکر الزبیر فکنت اکتبها فجاء عمر فاخذ ابوبکر الکتاب فادخله فی ثنی الفراش فدخل عمر فقال کانکم علی حاجة فقال ابوبکر نعم فخرج فاخرج ابوبکر الکتاب فالتممته۔

ترجمہ : عروہ بن زبیر کہتا ہے کہ ایک دفعہ میں معاویہ کے پاس آیا۔ امیر شام نے مجھ سے پوچھا کہ وہ تمہاری مسلول نامی جاگیر کہاں گئی۔ عروہ کہتا ہے میں نے کہا میرے پاس ہے۔ معاویہ نے کہا: بخدا، اس کی تحریر میں نے اپنے ہاتھ سے لکھی تھی ابو بکر نے (اپنی بیٹی اسماء کے شوہر) زبیر کو یہی جاگیر دی اور میں اس بارے میں تحریر لکھ رہا تھا، اتنے میں حضرت عمر آ گئے۔ ابو بکر نے وہ تحریر مجھ سے لے کر مسند کے نیچے چھپالی۔ جناب عمر نے پوچھا کہ کسی خاص بات میں مشغول ہو؟ ابو بکر نے کہا: ہاں۔ جناب عمر چلے گئے تو ابو بکر نے وہ تحریر نکالی اور میں نے اسے مکمل کیا۔

نوٹ : وامصیبتا علی الاسلام!

ارباب انصاف ! غور کا مقام ہے۔ جناب عمر کی تند مزاجی سے جناب ابو بکر خوب واقف تھے۔ ابو بکر نے جب اپنی بیٹی اور داماد کو مسلمانوں کے مال سے نوازنا چاہا تو کس دور اندیشی سے کام لیا۔ حضرت عمر کی جھلک پڑتے ہی تحریر کاتب سے لیکر فوراً چھپالی اور رسول اللہؐ کی بیٹی کو ان کے جائز حق فدک کی زمین دینے کی دل سے نیت نہیں تھی لہٰذا ان کی خاطر تحریر پھر سے دوبارہ میں لکھی اور جناب عمر کو صاف صاف بتادیا کہ میں فدک کی زمین فاطمہ زہراءؑ کو دے رہا ہوں۔ جناب ابو بکر نے یہاں بھی ایک دور اندیشی کی ہے کہ لوگ سمجھیں میں نے تو دے دی ہے مگر میرا وزیر باتدبیر عمر فاروق راضی نہیں ہے۔

ارباب انصاف ! تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں

مال مسلمین سے اپنی بیٹی کو عمر سے چوری چوری جاگیر دینے کا اگرابو بکر کو حق پہنچتا تھا تو نبی کی بیٹی کو بھی ایسے وقت میں تحریر لکھ دیتا کہ عمر فاروق کو پتہ نہ چلتا۔ اگرابو بکر رحمدل اور مخلص تھے تو فاطمہ زہراءؑ کو دوبارہ بھی تحریر لکھ کر دے سکتے تھے جب کہ پہلی تحریر عمر فاروق نے پھاڑ دی تھی۔

فدک پر اہل بیت کے قبضے کا زبردست ثبوت

جواب نمبر ۳ :

نہج البلاغہ الرسالہ ۴۴ ابی عثمان بن حنیف انصاری، طبع بیروت ص ۱۲۔

بلیٰ کانت فی ایدینا فدک مِن کُل ما اظلته السماء فسحّت علیھا نفوس قوم وسخت عنھا نفوس اٰخرین ونعم الحکم اللہ۔

ترجمہ : جناب امیرؑ اپنا درد دل اپنے گورنر سے بیان فرماتے ہیں: ہر اس چیز پر جس پر آسمان سایہ فگن ہے اس میں سے ہمارے ہاتھ میں صرف فدک تھا۔ پس ایک قوم نے اس پر بخل کیا (اور ہم سے فدک غصب کرلیا) اور دوسری قوم نے فراخ دلی دکھائی (یعنی ہم نے صبر کیا) ونعم الحکم اللہ اور خدا ہی بہترین حکم کرنے والا ہے۔

نوٹ : مذکورہ عبارت میں جناب امیرؑ نے صاف صاف دعویٰ فرمایا ہے کہ فدک ہمارے ہاتھوں میں تھا اور جو چیز کسی کے ہاتھ میں ہو وہ اس کے قبضے میں ہوتی ہے۔ شاہ عبدالعزیز کا انکار بالکل غلط ہے کیونکہ شاہ صاحب تحفہ کے باب فدک میں خود مانتے ہیں کہ حضرت علیؑ شیعہ کے نزدیک معصوم ہیں اور ہمارے نزدیک محفوظ ہیں اور جو محفوظ ہو وہ اپنے ذاتی مفاد مال دنیا کی خاطر جھوٹا دعوےٰ نہیں کرتا۔ نیز مذکورہ عبارت سے یہ بات بھی روشن ہو گئی کہ جناب امیرؑ فدک کی زمین کو اہل بیت کی ملکیت جانتے تھے ورنہ اس کے غصب ہونے پر افسوس کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

جواب نمبر ۴ :

اہل سنت کی معتبر کتاب "وفاء الوفا" جلد نمبر ۳ ص ۹۹۸۔

اہل سنت کی معتبر کتاب "سنن ابی داؤد" ص ۱۵۷/۳ کتاب الخراج والامارہ والفی مولف سلیمان بن اشعث الازدی مطبوعہ مصر۔

لم یقسم لاحدٍ مِن الانصارِ غیر هما وبقی منها صدقة رسول الله (ص) الّتی فی ایدی بنی فاطمة علیها السلام۔

ترجمہ : (نخلستان بنی نضیر نبی کریم ﷺ کی خاص ملکیت تھا) حضورؐ نے ماسوا دو شخصوں کے اس نخلستان سے انصار کو کچھ نہیں دیا اور اس نخلستان سے جو رسول اللہؐ کا حصہ تھا وہ اولاد فاطمہؑ کے ہاتھوں میں رہا۔

نوٹ : مذکورہ عبارت میں "فی ایدی بنی فاطمہ" قابل غور فقرہ ہے۔

جواب نمبر ۵ :

اگر سیدہ زہراءؑ کا فدک پر قبضہ اور ملکیت ثابت نہ ہوتی تو عمر بن عبدالعزیز فدک اولاد زہراءؑ کو واپس نہ دیتا

ثبوت ملاحظہ ہو :

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "وفاء الوفا" ص ۹۹۹۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح ابن ابی الحدید" ص ۱۴۴/۴ وفاء الوفاء کی عبارت :

فلمّا ولی عُمر بن عبدِالعزیز الخلافة کتبَ الی عَامله بالمدینة یامره بردِّ فدک الی ولد فاطمة فکانت فی ایدیهم ایامه فلما ولی یزید بن عبدالمالک قبضها۔

شرح حدید کی عبارت :

ردّ فدک الی ولد فاطمه علیہا السلام وکتب الی والیه علی المدینة یامره بِذلک۔

ترجمہ : جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوا تو اس نے زمین فدک اولاد فاطمہ کو واپس دے دی اور اس کی بابت اپنے والی مدینہ کو خط لکھا۔

شرح حدیدی کی عبارت میں ہے کہ والی مدینہ نے خط کا جواب دیا کہ فاطمہؑ آل عثمان اور آل فلاں وفلاں میں بھی ہے۔ یہ فدک میں کس فاطمہؑ کی اولاد کو واپس کروں؟ مرکز سے پھر اسے جواب

پہنچا کہ اگر کسی بکری یا گائے کے ذبح کرنے کا آپ کو حکم دیا گیا ہوتا تو آپ پوچھنے کا حق رکھتے کہ بکری سینگوں والی یا دوسری ہو اور گائے کس رنگ کی ہو۔ جب ہمارا یہ خط پہنچے تو فدک جناب علی اور جناب فاطمہ زہراءؑ کی اولاد کو واپس دے دو۔

نوٹ : ہم نے دونوں کتابوں کی روایت کا ملخّص پیش کیا ہے۔ یہ واقعہ روشن ثبوت ہے کہ فدک فاطمہ زہراءؑ کی ملکیت تھا اور ابو بکر نے بنت نبی ﷺ پر ظلم کر کے چھینا تھا، ورنہ اہل سنت کا عادل خلیفہ ابو بکر کی مخالفت کرتے ہوئے فدک اولاد فاطمہ کو واپس نہ دیتا۔

اگر سیدہ زہراءؑ کا فدک پر ملکیت اور قبضہ ثابت نہ تھا تو اہل سنت کے حافظ قرآن عادل خلیفہ مامون نے فدک اولاد زہراءؑ کو واپس کیوں دیا؟

جواب نمبر۶

ثبوت ملاحظہ ہو :

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "فتوح البلدان" ص ۴۶۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "وفاء الوفاء" ص ۹۹۔

۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح ابن ابی الحدید" ۴ /۱۱۲۔

ولمّا کَانت سنة عشر ومائتين امَرَ المامونُ فدَفعها الیٰ ولد فاطمة وکتب بذلک الی قثم بن جعفر عامله علی المدینة اما بعد۔۔۔ وقد کان رسول اللہ (ص) اعطیٰ فاطمة فدک وتصدّق بها علیها وکان ذلک امراً ظاہراً معروفا لا اختلاف فیه بین آل رسول اللہ (ص) ۔۔۔ فَرای امیر المؤمنینَ المَامون أن یردھَا الیٰ ورثتها۔

ترجمہ : ۲۱۰ھ میں خلیفہ مامون عباسی نے فدک اولاد فاطمہؑ کو واپس کر دیا۔ شاہی فرمان کا مضمون یہ ہے : نبی کریم ﷺ نے فدک فاطمہ زہراءؑ کو عطا کیا تھا۔ یہ بات ڈھکی چھپی نہیں بلکہ ایک روشن امر ہے اور آل رسول کا اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ حاکم وقت مامون نے مناسب سمجھا ہے کہ فدک فاطمہ زہراءؑ کے ورثاء کو لوٹا دیا جائے۔

نوٹ : اگر فدک فاطمہ زہراءؑ کی ملکیت نہ ہوتا تو اہل سنت کا عادل خلیفہ حافظ قرآن مامون عباسی ابو بکر کی مخالفت کرتے ہوئے فدک اولاد فاطمہؑ کو واپس نہ کرتا۔

جواب نمبر ۷ :

آیت ﴿آت ذای القربیٰ﴾ فدک پر سیدہ زہراءؑ کے قبضے کا زبردست ثبوت ہے

شاہ عبدالعزیز کا یہ کہنا کہ دعویٰ ہبہ نامکمل تھا، سراسر بے انصافی ہے کیونکہ رسول کریمؐ کے لئے اپنی شریعت پہ عمل کرنا ضروری ہے اور جب آیت ﴿وات ذاالقربی﴾ نازل ہوئی تو پیغمبرؐ پر ضروری ہو گیا کہ اس پر عمل کرے اور ہم نے اہل سنت کی دس معتبر کتب سے یہ ثابت کیا ہے کہ پیغمبر نے اس آیت پر عمل کرتے ہوئے فدک فاطمہ زہراءؑ کو دے دیا تھا لہٰذا قبضہ ہر شئے کا اُس کے مناسب ہوتا ہے۔ جب زمین کسی کو دے دی جائے اور اُس میں اپنا کوئی تصرّف نہ رکھا جائے تو یہی اس کا قبضہ ہے۔ پیغمبر نے فدک دینے کے بعد اس زمین میں اپنا کوئی مالکانہ تصرف نہیں رکھا۔

ارباب انصاف!

۱۔ اگر فدک پر بی بیؑ کی ملکیت نہ ہوتی تو سیدہ صدیقہؑ ہر گز دعویٰ نہ فرماتیں۔

۲۔ اگر دعویٰ ملکیت مکمل نہیں تھا تو دوسرے اصحاب کیوں خاموش رہے؟ ان کا فرض تھا بی بیؑ کی خدمت میں باادب عرض کرتے کہ آپ ناراض نہ ہوں۔ آپ کا دعویٰ ناتمام ہے۔

۳۔ اگر دعویٰ ملکیت صحیح نہیں تھا تو ازواج نبی ﷺ کا بھی فرض تھا کہ بی بیؑ سے عرض کرتیں کہ آپ کا دعویٰ نامکمل ہے۔

۴۔ اگر دعویٰ ہبہ صحیح نہیں تھا تو جناب امیرؑ نے اس دعویٰ کی اجازت کیوں دی اور خود گواہ کے طور پر پیش کیوں ہوئے؟

۵۔ اگر دعویٰ ہبہ صحیح نہیں تھا تو حسنینؑ جنت کے سردار اپنی ماں کے ہمراہ شہادت کی خاطر کیوں گئے؟

۶۔ اگر دعویٰ ہبہ نامکمل تھا تو ابو بکر نے گواہ کیوں طلب کئے؟

ارباب انصاف!

اس فدک والے کیس میں تمام اہل مدینہ نے جناب فاطمہ زہراءؑ کا ساتھ دیا ہے۔ کچھ نے اعلانیہ بی بی کے حق میں گواہی دے کر اور کچھ نے حکومت وقت سے ڈرتے ہوئے خاموشی اختیار کی۔

شاہ عبدالعزیز اور علامہ محمود احمد رضوی کا دعویٰ اجماع کہ ہبہ بغیر قبضہ کے نامکمل ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

"تحفہ اثنا عشریہ" ذکر فدک: رسالہ باغ فدک ص ۲۴:

دونوں صاحبان نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اہل سنت اور اہل تشیع کا یہ مسئلہ اتفاقی ہے کہ ہبہ میں جب تک قبضہ نہ ہو اس وقت تک ملکیت ثابت نہیں ہوتی۔

جواب: شاہ عبدالعزیز کا مسئلہ مذکورہ میں دعویٰ اجماع کرنا سفید جھوٹ ہے۔

ثبوت ملاحظہ ہو: اہل سنت کی معتبر کتاب "الھدایہ مع الدرایہ" ص ۲/۲۸۳ کتاب الھبہ:

والقبض لاحد منه لثبوت الملک وقال مالک یثبت الملکُ فیه قبل القبض اعتباراً بالبیعِ۔

ترجمہ: ہبہ میں قبضہ ضروری ہے تاکہ ملک ثابت ہو اور امام مالک فرماتے ہیں کہ ہبہ میں قبضہ کے بغیر بھی مِلک ثابت ہے۔

نوٹ:

ارباب انصاف! جس مسئلے میں اہل سنت کے چوتھے امام حضرت مالک کا اختلاف موجود ہے اس مسئلہ کو یہ دونوں اہل سنت کا اجماعی مسئلہ کہیں، یہ انتہائی درجے کی غلط بیانی ہے۔ مسئلہ مذکورہ میں جناب ابو بکر نہ تو مقلد تھا تمہارے چار اماموں سے کسی کا کیونکہ ابو بکر کے زمانے میں یہ چار ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے اور نہ خود مجتہد تھا کیونکہ ان کا شمار نہ تو آپ نے حفاظ قرآن میں کیا ہے اور نہ حفاظ حدیث میں۔ پیشہ بھی کپڑا بیچنے کا تھا۔ عمر بھی چالیس سال کے لگ بھگ تھی اور یہ زمانہ تحصیل علم کا نہیں اسی لئے بخاری جیسی تمہاری صحیح کتاب میں جناب ابو بکر سے کل بائیس حدیثیں لی گئی ہیں۔

بنت رسول کے دعویٰ فدک کے بعد خلیفہ کے بے تکے اور نامکمل عذر

عذر نمبر ۱

خلیفہ نے جواب میں حدیث لانورث بیان کی۔

جواب:

فاطمہ زہراؑ کا دعویٰ تھا کہ میرے باپ رسول اللہؐ نے زمین فدک مجھے اپنی زندگی میں عطا کر دی تھی اور میں اس جاگیر کی والد کی زندگی ہی میں مالک بن چکی ہوں۔

ارباب انصاف!

حدیث لانورث دعویٰ ملکیت کا معقول جواب ہرگز نہیں اس حدیث کے تمام ضروری پہلوؤں پر ہم مفصّل بحث کریں گے۔

عذر نمبر ۲

بی بی کے دعویٰ ملکیت کے بعد ابو بکر نے گواہ طلب کئے۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب "فتوح البلدان" بلازری ص ۴۴ ذکر فدک۔
۲- اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح ابن ابی الحدید" ج ۴ ص ۱۱۳۔
۳- اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر کبیر" ج ۸ ص ۱۲۵۔
۴- اہل سنت کی معتبر کتاب "سیرت حلبیہ" ج ۳ ص ۴۹۸۔
۵- اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح مواقف" ص ۷۳۵۔
۶- اہل سنت کی معتبر کتاب "صواعق محرقہ" ص ۲۲ باب مطاعن ابی بکر۔
۷- اہل سنت کی معتبر کتاب "معجم البلدان" ج ۴ ص ۲۳۹۔
۸- اہل سنت کی معتبر کتاب "وفاء الوفا" ج ۳ ص ۹۹۹۔

نوٹ:

تمام کتب کی عبارات پیش کرنا مشکل ہے۔ ہم صرف چند عبارات اختصار سے پیش کرتے ہیں۔

"فتوح البلدان" کی عبارت ملاحظہ ہو ص ۴۴:

انّ فاطمة قَالَت لابی بکر اعطِنی فدک فَقد جَعلهَا رسولُ اللّٰہ (ص) لی فسالها البیّنة فجاء ت بام ایمن ورباح مولی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فشَهِدَ التها بذلک فقال انّ هٰذا الامر لا تجوز فیه الاّ شهادة رجل وامرأتین۔

ترجمہ: فاطمہ زہراؑ نے ابو بکر سے کہا۔ فدک میرے باپ رسول اللہؐ مجھے دے گئے ہیں۔ لہٰذا تو اسے واپس دے دے۔ ابو بکر گواہ طلب کئے۔ بی بی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رباح نامی غلام کو اور ام ایمن کو بطور گواہ پیش کیا۔ ان دونوں نے بی بی کے حق میں گواہی دی۔ خلیفہ نے کہا کہ آپ ایک مرد اور دو عورتیں پیش کریں۔

"تفسیر کبیر" کی عبارت ملاحظہ ہو۔ ص ۱۲۵:

فلمّا مات ادعت فاطمة انّه کانَ ینحلها فدک فقالَ ابوبکر لکنی لا اعرف صحة قولک فشهد لها ام ایمن و مولیٰ للرسول۔

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد جناب زہراؑ نے فدک طلب کیا تو ابو بکر نے کہا: مجھے آپ کے دعویٰ کی سچائی معلوم نہیں۔ بی بی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ام ایمن نامی کنیز اور ایک غلام بطور گواہ پیش کئے۔ ابو بکر نے کہا آپ ایک دوسرا گواہ ایسا پیش کریں جس کی گواہی قابل قبول ہو۔

"وفاء الوفاء" کی عبارت ملاحظہ ہو:

صدقات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

وهی التی قالت فاطمة ان رسول اللّٰہ (ص) نحلنیها فقال ابوبکر ارید بذلک شهود فشهد لها علی علیہ السلام فطلب شاهدا آخر فشهدت لها ام ایمن الخ۔

ترجمہ: فدک وہی جاگیر ہے جس کے متعلق جناب زہراؑ نے کہا تھا کہ رسول اللہؐ مجھے دے گئے ہیں۔ ابو بکر نے کہا کہ میں گواہ چاہتا ہوں۔ جناب علیؑ اور ام ایمن نے گواہی دی خلیفہ نے کہا کہ گواہی ایک مرد اور دو عورتوں کی مقبول ہے۔

"شرح مواقف" کی عبارت ملاحظہ ہو ۷۳۵:

فان قیل ادعت فاطمةعليها السلام انه نحلها فدک وشهد علیه علیعليه السلام والحسنعليه السلام والحسینعليه السلام وام کلثومعليها السلام والصحیح ام ایمن فرد ابوبکر شهادتهم فیکون ظالماً قلنا اما الحسنعليه السلام والحسینعليه السلام فللفرعیّة لان شهادة الولد لا یقبل لاحد ابویه واجداده عند اکثر اهل العلم وایضاً هما کان صغیرین فی ذلک الوقت واما علی وام ایمن فلقصور هما عن نصاب البینة وهو رجلان او رجل وامراتان۔

ترجمہ ملخّص: اگر کہا جائے کہ فاطمہ نے دعویٰ کیا تھا کہ رسول اللہؐ نے فدک انہیں ہبہ اور عطیہ کر دیا تھا اور اس پر علیؑ نے اور حسنینؑ نے اور ام کلثومؑ نے گواہی دی تھی اور صحیح یہ ہے کہ ام ایمن نے گواہی دی تھی اور ابو بکر نے ان کی شہادت رد کر دی پس وہ ظالم ہوا تو ہم کہتے ہیں کہ حسنینؑ کی شہادت اولاد ہونے اور کم سن ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کی۔ باقی رہے علی اور ام ایمن تو ان کی گواہی نصاب سے کم ہونے کی وجہ سے قبول نہیں ہوئی۔

نوٹ نمبر۱ :

ہم نے اہل سنت کی آٹھ معتبر کتب سے بی بیؑ کا دعویٰ ہبہ کرنا اور ابو بکر کا گواہ مانگنا اور جناب امیرؑ اور حسنینؑ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک غلام اور کنیز کا بطور گواہ پیش ہونا ثابت کر دیا۔

جھوٹ بولنے کی بھی اور ڈھیٹ ہونے کی بھی کوئی حد ہے۔

شاہ ولی اللہ نے "قرۃ العین ذکر فدک" میں اور شاہ عبدالعزیز "تحفہ اثنا عشریہ ذکر فدک" میں دعویٰ ہبہ اور جناب امیرؑ، حسنینؑ، ام ایمن اور رباح کی گواہی دینے سے انکار کیا ہے۔

وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ۔ (الحج/۳۰)

۲۔ جناب ابو بکر کا یہ جواب کہ گواہ پیش کرو، اس امر کا روشن ثبوت ہے کہ ابو بکر کو قبضہ سے اصلًا انکار نہ تھا۔

۳۔ ابو بکر کا گواہ مانگنا اس امر کا بھی ثبوت ہے کہ فدک کے مال المسلمین ہونے کا ابو بکر کو یقین نہ تھا۔ ورنہ گواہ مانگنے کی ضرورت نہ تھی۔ اور ابن تیمیہ نے یہ سفید جھوٹ بولا ہے کہ فدک مال المسلمین تھا۔

نوٹ :

جناب ابو بکر کے گواہ مانگنے پر جرح۔

گواہ مانگنے میں حضرت ابو بکر نے چند جہت سے خطا کی ہے

ا۔ ابو بکر کو گواہ مانگنے کا حق تب ہوتا جب کہ وہ خود اس مقدمہ میں ملوث نہ ہوتے۔

آنجناب تو خود مدعا علیہ تھے، اور کسی عدالت کا قانون نہیں کہ مدعا علیہ خود جج بن بیٹھے۔ انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ جج کوئی اور ہوتا اور خلیفہ ابو بکر اس کے سامنے اپنی صفائی پیش کرتے۔ جناب امیرؑ نے اپنے ایک مقدمے میں جو ایک یہودی کے ساتھ تھا۔ شریح قاضی کو جج بنایا تھا (اس کا نام ہے انصاف)

۲۔ گواہ تب مانگا جاتا ہے جب کہ کوئی مقابلہ میں تردید کرنے والا ہو۔

فدک کے مقدمہ میں ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (یا اقرباء نبی) یا عام مسلمانوں کو مقابل فرض کیا جاسکتا ہے۔ ان تینوں میں سے کسی نے بھی جناب فاطمہ زہراؑ کے دعویٰ کی نہ تردید کی اور نہ ہی ان کے مقابلہ میں اپنا دعویٰ پیش کیا۔

خلیفہ جی کو کیا ہو گیا تھا کہ جناب زہراؑ سے زمین فدک چھین لی۔

۳۔ ابو بکر کا فرض تھا کہ اس مقدمہ میں بجائے جناب عمر کے دوسرے غیر جانبدار مسلمانوں سے مشورہ لیتے۔

۴۔ حکومت کی ذاتی ملکیت یعنی نیشنلائز کرنے کا اس وقت تصور نہ تھا۔

ابو بکر کا فرض تھا کہ سیدہ زہراءؑ کا دعویٰ بغیر گواہ کے مان لیتا کیونکہ جناب فاطمہ زہراءؑ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی صدیقہ تھیں (صداقت زہراءؑ حدیث کی روشنی میں)

اہل سنت کی معتبر کتاب "ریاض النضرہ" ج ۳ ص ۲۲۰ مناقب علی مطبوعہ بغداد:

رویٰ ابو سعید فی شرف النبوۃ ان رسول اللہ (ص) قال لعلی علیہ السلام او تیت ثلاثا لم یو تھنّ احد ولا انا او تیت صھراً مثلی ولم اوت انا مثلک واو تیت زوجۃً صدیقتہ مثل ابنتی تا آخر۔

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امیرؑ سے فرمایا تین فضیلتیں آپ میں ایسی ہیں جو کسی کو نہیں ملیں۔

۱۔ آپ کو میرے جیسا خُسر ملا۔
۲۔ آپ کو میری بیٹی جیسی صدیقہ زوجہ ملی۔
۳۔ آپ کو حسن و حسین جیسے صلبی بیٹے ملے۔

نوٹ:

مذکورہ حدیث سے تین باتیں معلوم ہوئی ہیں۔

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب امیرؑ کے علاوہ کسی کے خسر نہیں اور حضرت علیؑ کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی داماد نہیں۔
۲۔ فرمایا: علی! حسنینؑ جیسی کسی کی اولاد نہیں۔
۳۔ سوائے جناب علی کے کسی کی زوجہ صدیقہ نہیں حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی کوئی زوجہ صدیقہ نہیں۔

ارباب انصاف!

یہ حدیث فاطمہ زہراءؑ بنت رسولؐ کی صداقت کا روشن ثبوت ہے۔

فاطمہ زہراءؑ مثل مریم ہے

اہل سنت کی معتبر کتاب ''کنزالعمال'' ج ۶ ص ۲۱۹ کتاب الفضائل من قسم الاقوال:

اول شخص یدخل الجنۃ فاطمۃ بنت محمد (ص) ومثلھا فی ھذا الامّۃ مثل مریم فی بنی اسرائیل۔

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں پہلا شخص جو جنت میں داخل ہوگا وہ فاطمہ بنت محمدؐ ہے۔ بی بی اس امت میں مثل مریم ہیں۔

نوٹ :

اس حدیث میں فاطمہ زہراؑ کو مریم سے تشبیہ دی گئی ہے اور وجہ شبہ صداقت اور بتول ہونا ہے۔

زہراؑ اور مریم کی صداقت قرآن کی روشنی میں

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ۔ (پارہ ۶ سورہ مائدہ ۷۵، رکوع ۱۴)

ترجمہ : نہیں ہے مسیح بیٹا مریمؑ کا مگر پیغمبر تحقیق گزرے ہیں پہلے اس سے پیغمبر اور ماں اس کی صدیقہ تھی۔

نوٹ :

حدیث مذکورہ میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ فاطمہ زہراؑ مثل مریمؑ ہیں اور قرآن میں اللہ عزّوجل فرماتا ہے کہ مریم صدیقہ ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ فاطمہ زہراؑ بھی صدیقہ ہے۔

بی بی عائشہ کی گواہی کہ فاطمہ زہراؑ صدیقہ ہے

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "المستدرک علی الصحیحین" ج ۳ ص ۱۶۱ مؤلف امام عبداللہ حاکم نیشاپوری مطبوعہ حیدرآباد (دکن)۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "الاستیعاب فی اسماء الاصحاب" ج ۴ ص ۳۶۶ مؤلف ابی عمر مالکی مطبوعہ مصر۔

۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "اکمال فی اسماء الرجال" لصاحب المشکوٰۃ ص ۲۹ باب ذکر فاطمہ بنت رسول اللہؐ مطبوعہ کانپور۔

۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "حلیۃ الاولیاء" ج ۲ ص ۴۲ مؤلف ابی نعیم اصفہانی۔

قالت عائشة ما رايت احداً قط اصدق مِن فاطمة رضی الله عنها قالت وكان بنيهما شی فقالت يا رسول الله (ص) سلها فانها لا تكذب۔

ترجمہ : جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے سوائے نبی کریم ﷺ کے فاطمہ زہراؑ سے زیادہ سچا کوئی نہیں دیکھا۔ سیدہ زہراؑ اور بی بی عائشہ میں کوئی

اختلاف تھا تو جناب عائشہ نے کہا یا رسول اللہؐ آپ فاطمہ زہراءؑ سے پوچھیں وہ جھوٹ نہیں بولیں گی۔

نوٹ :

اہل سنت کو یہ حکم ہے خذو اشطر دینکم عن ھذہ الحمیرا۔

ایک حصہ دین اس حُمیرا یعنی عائشہ سے لو۔

ارباب انصاف!

بی بی حمیرا نے بھی صداقت فاطمہ زہراءؑ کو قبول کیا ہے۔

نتیجہ بحث :

ملوانو! آخر آپ کو مرنا ہے۔ خدا کو جان دینی ہے۔ قبر میں لیٹنا ہے۔ کیا کبھی آپ کے تصور میں آیا ہے کہ مفاد دنیا کی خاطر جناب عائشہ اور جناب حفصہ نے بھی کبھی جھوٹ بولا تھا؟ اگر ان دونوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا تو خدارا! کچھ تو انصاف کرو۔ جب خلیفہ کی بیٹی مال دنیا کی خاطر ذاتی مفاد کے لئے جھوٹ نہیں بولتی تو محمدؐ رسول اللہؐ کی بیٹی کیسے جھوٹ بول سکتی ہے؟ وہ فاطمہ زہراءؑ جس کے خون میں نبی کا خون، جس کے لہجے میں نبی ﷺ کا لہجہ، جس کی خوشی اور ناراضگی نبی ﷺ کی خوشی اور ناراضگی، جس کی صداقت کے لئے اللہ کا قرآن گواہ، محمدؐ کا فرمان گواہ۔ اس مجسمہ صداقت بی بیؑ کے دعویٰ پر جناب ابو بکر کو کیوں اعتبار نہ آیا اور بموجب روایت "تفسیر کبیر" کس جرات سے کہا کہ اے نبی ﷺ کی بیٹی تو جھوٹی ہے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)۔ جناب زہراءؑ مثل مریم صدیقہ ہیں اور مریم صدیقہ نے اپنی صفائی کے لئے اور گواہی کے لئے اپنا ایک بچہ پیش کیا تو قوم نے اعتبار کیا اور فاطمہ صدیقہ نے اپنی گواہی اور صفائی کے لئے اپنے دو بچے پیش کئے لیکن خلیفہ ابو بکر کو اعتبار نہ آیا۔

سیدہ صدیقہ فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ معصومہ ہیں

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح بخاری" ج ۵ ص ۲۱، ۲۹ باب مناقب فاطمہ (ج ۷ ص ۴۷ کتاب النکاح)۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح مسلم" ج ۲ ص ۳۳۹ باب فضائل فاطمہ بنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "المستدرک علی الصحیحین" ج ۳ ص ۱۵۹ ذکر مناقب فاطمہؑ (بنت رسول اللہؐ)۔

۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "کنزالعمال" ج ۶ ص ۲۱۹ کتاب الفضائل من قسم الاقوال۔

۵۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "الاصابہ فی تمیز الصحابہ" ج ۴ ص ۳۶۶۔

۶۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "حلیۃ الاولیاء" ج ۲ ص ۴۰۔

۷۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "روضۃ الاحباب" ص ۶۰۸۔

نوٹ :

تمام کتب کی عبارت پیش کرنا مشکل ہے کیونکہ اختصار مد نظر ہے۔ ہم چند کتب کی عبارت پیش کرتے ہیں:

۱۔ بخاری کی عبارت ملاحظہ ہو:

ان رسول اللہ (ص) قال فاطمہ بضعۃ منی فمن اغضبہا فقد اغضبنی۔

۲۔ بخاری کی دوسری عبارت:

ویوذینی ما آذاھا۔

۳۔ مسلم شریف کی عبارت ملاحظہ ہو:

انما فاطمۃ بضعۃ منی یوذینی ما آذاھا۔

ترجمہ: فاطمہ میرا ٹکڑا ہے۔ جس نے اس کو غضب ناک کیا اس نے مجھے غضب ناک کیا۔ جس نے اس کو اذیت وتکلیف پہنچائی اس نے مجھ کو اذیت وتکلیف پہنچائی۔

بضعۃ منی کی تشریح

اہل سنت کی معتبر کتاب "نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض" ج ۴ ص ۵۶۵ مؤلف شہاب الدین خفاجی مطبوعہ مصر۔

قال فی مختصر النہایۃ البضعۃ بالفتح القطعۃ من اللحم وقد تکسر وفاطمۃ بضعۃ منی ای جزء منی کما ان البضعۃ القطعۃ من اللحم انتھیٰ والکر فیھا اشھر علی الالسنۃ لانھا متکونۃ من مائہ الذی ھو جزؤ منہ وفیہ فضیلۃ لھا لا لیساویھا غیرھا۔

ترجمہ (ملخص): صاحب نہایہ نے کہا ہے کہ لفظ بضعۃ کی باء پر فتح اور کسرہ دونوں جائز ہیں لیکن کسرہ زیادہ مشہور ہے۔ بضعہ کا معنی ہے گوشت کا ٹکڑا۔ حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ فاطمہؑ میرا جزء اور ٹکڑا ہے کیونکہ فاطمہؑ کی تکوین نبی کریم ﷺ کے بدن کے جزء سے ہوئی ہے اور اس حدیث میں سیدہ زہراءؑ کی وہ فضیلت ثابت ہے جس میں کوئی بھی بی بیؑ کی ہمسری نہیں کر سکتا۔

یوذینی ما اذاھا کی تشریح

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "نسیم الریاض" ج ۴ ص ۵۶۵:

فیہ من احکام البلاغۃ مرتبۃ علیّۃ فان الجسد کلہ یتألم بما یتألم بہ بضعۃ ---فمن ضربت یدہ تألّم بالمھا البدن کلہ فکونھا بضعتہ علۃ لما بعدہ۔

ترجمہ: یہ جملہ (ایجاز کی وجہ سے) بلاغت کے اعلیٰ درجے پر ہے۔ جسم کے کسی ایک حصہ میں درد ہو تو تمام جسم کو تکلیف ہوتی ہے۔ کسی کے ہاتھ پر چوٹ آئے تو تمام بدن درد محسوس کرتا ہے۔ حدیث شریف میں لفظ بضعۃ علت ہے مابعد کے لئے۔

بضعۃمنی کی مزید تشریح

ثبوت ملاحظہ ہو:

ا۔اہل سنت کی معتبر کتاب "عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری" ج ۷ ص ۶۶۵ مؤلف بدرالدین عینی حنفی مطبوعہ مصر:

واستدلہ بہ بیھقی علی ان من سبھا فانہ یکفر۔

ترجمہ: بیہقی نے حدیث مذکورہ سے استدلال کیا ہے کہ جو شخص بی بی فاطمہؑ کو گالی دے وہ کافر ہے۔

۲۔ "عمدۃ القاری" ج ۹ ص ۵۱۴:

وفیہ تحریم ادنی اذی من یتاذ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتاذیہ۔

ترجمہ: حدیث مذکورہ سے یہ حکم ثابت ہے جس کی اذیت سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچے اس کو تھوڑی سی اذیت پہنچانا بھی حرام ہے۔

(لہٰذا سیدہ زہراءؑ کو اذیت پہنچانا حرام ہے۔)

نوٹ:

ہم نے حدیث مذکورہ کا اہل سنت کی سات کتب معتبرہ سے اثبات کیا ہے اور اس کی تشریح بھی "عمدۃ القاری" اور "نسیم الریاض" سے پیش کی ہے۔ اب ان سے یہ نتیجہ یقینی ہے کہ فاطمہ زہراءؑ کو اذیت پہنچانا اسی طرح حرام ہے جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچانا حرام ہے اور بی بی کو سب کرنا کفر ہے اسی طرح جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب کرنا کفر ہے۔

حدیث مذکورہ سیدہ صدیقہ کی عصمت کا روشن ثبوت ہے

طریق استدلال:

احادیث مذکورہ سے یہ ثابت ہے کہ فاطمہ زہراؑ کو ناراض کرنا اور تکلیف دینا اسی طرح ہے جیسے پیغمبرؐ کو ناراض کرنا اور تکلیف دینا ہے اور پیغمبرؐ کو اعضاب اور اذیت دینا مطلقاً حرام ہے، پس جناب سیدہؑ کو تکلیف دینا بھی مطلقاً حرام ہے اور علیٰ کل حال مطلق اذیت کی حرمت فاطمہ زہراؑ کے حق میں تب درست ہے جب فاطمہ زہراؑ بھی نبی پاکؐ کی طرح معصومہ ہوں ورنہ غیر معصوم کو بعض اوقات اذیت دینا جائز ہے بلکہ واجب ہے مثلاً جب اس پر حد شرعی جاری کرنا ہو، بعبارت اخری اگر فاطمہ زہراؑ معصومہ نہ ہوتیں تو ان کو مطلقاً اذیت دینا حرام بھی نہ ہوتا لیکن فاطمہ زہراؑ کو اذیت دینا مطلقاً حرام ہے پس معلوم ہوا کہ فاطمہ زہراؑ معصومہ ہیں۔

نوٹ:

ارباب انصاف!

اگر نبی کریم ﷺ ابو بکر سے فرماتے کہ یہ چیز میری ہے اور خلیفہ جی حضورؐ سے گواہ مانگتے تو یہ بہت بڑی بے ادبی تھی بلکہ بہت بڑا گناہ تھا۔ اسی طرح آپ ذرا غور فرمائیں کہ فاطمہ زہراؑ عصمت میں نبی ﷺ کی مانند ہے لہٰذا ابو بکر کا بی بی کے دعویٰ فدک پر گواہ طلب کرنا خلیفہ جی کی بہت بڑی بے ادبی اور گناہ عظیم ہے، اور خلیفہ نے طلب گواہ کے بہانے سیدہ زہراؑ کو جاگیر فدک سے محروم کر کے بی بیؑ کو اذیت دی ہے اور زہراؑ کو اذیت دینے والا خلافت کے لائق نہیں۔

فاطمہ زہراءؑ بحکم آیت تطہیر معصومہ اور مطہرہ ہے

سورہ احزاب آیت ۳۴:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔

اس کے مصداق کون ہیں

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح مسلم" ج ۲ ص ۳۳۱ باب (فضائل اہل بیت نبی ﷺ)۔

۲. اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح ترمذی شریف" ج ۲ ص ۵۸۹ (باب مناقب اہل بیتؑ)۔
۳. اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر غرائب القرآن" پ ۲۲ ص ۱۱۱ احزاب۔
۴. اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر خازن" ج ۵ ص ۲۱۳ طبع مصر۔
۵. اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر کبیر" ج ۶ ص ۵۷۹۔
۶. اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر روح المعانی" پ ۲۲ ص ۱۱۳ احزاب۔
۷. اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر فتح القدیر" ج ۴ ص ۲۷۰۔
۸. اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر ابن کثیر" ج ۴ ص ۱۴ احزاب۔
۹. اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر مظہری" ج ۷ ص ۳۷۳۔
۱۰. اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر جواہر" پ ۲۲ ص ۲۸ مطبوعہ مصر۔
۱۱. اہل سنت کی معتبر کتاب "در منثور" ج ۵ ص ۱۹۸ طبع مصر۔
۱۲. اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر قرآن" ج ۲ ص ۱۷۳۔
۱۳. اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر اسباب النزول" ص ۲۶۷۔
۱۴. اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح فقہ اکبر" ص ۱۲۱ مطبوعہ مصر۔
۱۵. اہل سنت کی معتبر کتاب "مشکوۃ شریف" ج ۲ ص ۲۵۴ طبع کانپور۔
۱۶. اہل سنت کی معتبر کتاب "المستدرک علی الصحیحین"۔

نوٹ :

تمام کتب کی عبارت پیش کرنا اختصار کے منافی ہے ہم صرف چند کتب کی عبارتیں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں:

چادر تطہیر میں صرف پنجتن پاک ہیں

مسلم شریف کی عبارت ملاحظہ ہو:

قالت عائشة خرج رسول الله (ص) غداة وعليه مرط مرحل من شعر اسود الحسنؑ بن علیؑ فادخله ثم الحسینؑ فدخل معه ثم جاء ت فاطمةؑ فادخلها ثم جاء علیؑ فادخله ثم قال۔

إِنَّمَا يرِيدُ اللَّهُ لِيذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيتِ وَيطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔ (الأحزاب/۳۳)

ترجمہ ملخص : جناب عائشہ راوی ہیں کہ ایک صبح پیغمبر منقش چادر لے کر نکلے اور جناب علیؑ وزہراءؑ وحسنینؑ کو اس میں داخل کر کے آیہ تطہیر کی تلاوت فرمائی۔

آیت تطہیر کا شان نزول

اور اہل بیتِ تطہیر کے ناموں کا ثبوت:

مستدرک کی عبارت ملاحظہ ہو:

قال لما نظر رسول اللہ (ص) الی الرحمته ھا بطة فقال ادعوالی ادعوالی فقالت صفیة من یا رسول اللہ (ص) قال اھل بیتی علیا و فاطمة والحسن والحسین فجیئ بھم فالقی علیھم البنی کساء ہ ثم رفع یدیہ۔ ثم قال اللھم ھولاء آلی فصلّ علی محمد علیہ السلام وعلی آل محمد (ص) وانزل اللہ عزوجل إِنَّمَا يرِيدُ اللَّهُ لِيذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيتِ وَيطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (الأحزاب/۳۳)

ترجمہ : راوی کہتا ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کریم نے دیکھا کہ رحمت خداوندی اُتر رہی ہے، فرمایا: بلاؤاُن کو میرے پاس، بلاؤاُن کو میرے پاس۔ صفیہ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! کن لوگوں کو؟ فرمایا: میرے اہل بیت کو، علیؑ اور فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ کو۔ جب اُنہیں بلایا گیا تو حضورؐ نے ان پر چادر ڈال کر ہاتھ دعا کے لئے بلند کئے اور عرض کی: اے خدایا! یہ ہیں میری آل تو محمدؐ اور آل محمدؐ پر رحمت نازل کر! اس کے بعد خداوند عالم نے آیت تطہیر کو نازل فرمایا۔

نوٹ ۱:

اس روایت میں چار خوبیاں ہیں:

۱۔ لفظ آل بھی موجود ہے۔

۲- لفظ اہل بیت بھی موجود ہے۔
۳- نزول آیتِ تطہیر کا بھی ذکر ہے۔
۴- اور چار ہستیوں کے نام بھی مذکور ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ جس آل اور اہل بیت کی شان میں آیت تطہیر ہے وہ علیؑ، زہراءؑ، حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔

نوٹ ۲:

روایت مذکورہ ان چار ہستیوں کی عصمت کے لئے روشن ثبوت ہے۔ اب اگر کسی روایت میں کوئی ایسی بات ہو جو ان کی عصمت کے منافی ہے تو قرآن کے مقابلہ میں اس روایت کی کوئی وقعت نہیں۔ اس روایت کی تاویل کریں گے یا اس کو چھوڑ دیں گے کیونکہ قولِ معصوم ہے وما خالف کتاب اللہ فاترکوہ۔

نبی کریم ﷺ نے چھ ماہ تک آیت تطہیر در زہراءؑ پر تلاوت فرمائی تھی

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب "فتح القدیر" ج ۴ ص ۲۷۱ علامہ شوکانی۔
۲- اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر مراغی" پارہ ۲۲ الاحزاب ص ۷۔
۳- اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر در منثور" ج ۵ ص ۱۹۹ الاحزاب۔
۴- اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر خازن" ج ۵ ص ۲۱۳۔
۵- اہل سنت کی معتبر کتاب "مستدرک حاکم" ج ۳، ص ۱۵۸ (باب مناقب اہل بیت)۔

نوٹ:

اختصار کے مدّ نظر تمام کتب کی عبارت کا پیش کرنا مشکل ہے۔

مستدرک کی عبارت ملاحظہ ہو

عن انس بن مالک ان رسول اللہ (ص) کان یمر بباب فاطمہ ستۃ اشہر اذا خرج لصلوٰۃ الفجر یقول الصلوٰۃ یا اہل البیت انما یرید اللہ لیذہب الخ۔

ترجمہ (ملخص): انس فرماتے ہیں: چھ ماہ تک نبی ﷺ کریم جب نماز فجر کے لئے نکلتے تھے تو دروازہ زہراؑ پر آکر آیت تطہیر کی تلاوت فرماتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کا دروازہ علیؑ پر نو ماہ تک آیت تطہیر کو پڑھنا

تفسیر مراغی کی عبارت ملاحظہ ہو:

عن ابن عباس قال شھدنا رسول اللّٰہ (ص) تسعۃ اشھر یاتی کلّ یوم باب علی علیہ السلام ابن ابی طالب علیہ السلام عند وقت کل صلواۃ ویقول السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ انما یرید اللّٰہ لیذھب الخ۔ الصلواۃ یرحمکم اللّٰہ کل یوم خمس مرات۔

ترجمہ (ملخص): ابن عباس فرماتے ہیں کہ ہم نے نو ماہ تک رسول اللہؐ کو دیکھا کہ ہر نماز کے وقت دروازہ علی ابن ابی طالب پر آتے تھے اور آیۃ تطہیر کی تلاوت کرتے تھے۔ یہ وظیفہ حضور ہر دن پانچ مرتبہ سرانجام دیتے تھے۔

نوٹ نمبر ۱:

جناب علیؑ وزہراءؑ اور حسنینؑ کے مصداق آیت تطہیر ہونے پر اتفاق ہے اور ازواج کے متعلق کئی شبہات ہیں لہٰذا اُن کا مصداق ہونا اس آیت کا مشکوک ہے لہٰذا عقل مند کو چاہیے جو بات متفق علیہ ہے اس کو مان لے اور جس میں شک ہو اس کو چھوڑ دے۔

نوٹ نمبر ۲:

یہ کوئی ضروری نہیں کہ اگر ازواج نبی ﷺ عصمت کی خوبی سے محروم ہیں تو اولاد نبی ﷺ بھی اس خوبی سے محروم ہوں۔

نوٹ نمبر ۳:

مذکورہ حوالہ جات اس بات کا روشن ثبوت ہیں کہ یہ پانچ ہستیاں مصداق آیۃ تطہیر ہیں۔

نوٹ نمبر ۴:

ارباب انصاف!

فاطمہ زہراءؑ سے بنصّ قرآن رجس دُور ہے اور جھوٹ بھی رجس ہے لہٰذا نبی ﷺ کی بیٹی کبھی بھی جھوٹ نہیں بول سکتی۔

ناظرین ! جس کے سچے ہونے پر خدا نے قرآن پاک میں گواہی دی، اُس کے دعویٰ پر کہ فدک میری ملکیت ہے، ابو بکر کو اعتبار کیوں نہ آیا ؟ گواہ تو وہاں طلب کیا جاتا ہے جہاں جھوٹ کا احتمال ہو۔ جناب ابو بکر کا فاطمہ زہراؑ سے گواہ مانگنا اور بی بیؑ کے دعویٰ کی تصدیق نہ کرنا، اس میں انہوں نے صاف طور پر خدا اور رسولؐ کے فرمان کو ٹھکرایا ہے اور سیدہ زہراؑ کو ناراض کیا ہے۔ چونکہ سیدہ کی ناراضگی خدا اور رسولؐ کی ناراضگی ہے پس جناب ابو بکر نے بی بی کو ناراض کیا ہے لہٰذا زہراؑ کی ناراضگی کی وجہ سے خلافت کے لائق نہیں ہیں۔

جناب ابو بکر اہل بیتؑ میں داخل نہیں ہیں

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر خازن" ج ۳ ص ۴۸۔
۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر بغوی بر حاشیہ خازن" ج ۳ ص ۳۹۔
۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر فتح القدیر" ج ۲ ص ۳۰۹۔
۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر ابن کثیر" ج ۲ ص ۲۹ پ ۱۰۔
۵۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "خصائص لنسائی" ص ۴۶۔
۶۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "الفصول المهمه ذکر علیؑ" ص ۴۰۔

نوٹ :
تمام کتب کی عبارت پیش کرنا اختصار کے منافی ہے لہٰذا خصائص نسائی کی عبارت ملاحظہ ہو:

ان رسول الله (ص) بعث ببرآئة الی اهل مكة مع ابی بکر ثم اتبعه لعلی فقال له خذا الكتاب فامض به الی اهل المكة قال فلحقته فاخرت الكتاب منه فانصرف ابوبکر وهو كئيب فقال يا رسول الله (ص) هل نزل شئ فیّ قال لا الاّ بل امرت ان ابلغه انا او رجل من اهل بيتی۔

ترجمہ : نبی کریم ﷺ نے سورہ برآءۃ کی چند آیات دے کر ابو بکر کو مکہ روانہ کیا اور پھر ابو بکر کے پیچھے حضرت علیؑ کو روانہ کیا اور فرمایا کہ وہ آیات لے کر آپ اہل مکہ کو پہنچائیں۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں ابو بکر کو جاملا اور وہ تحریر اس سے لے لی اور ابو بکر آزردہ ہو کر واپس آیا۔ عرض کی: یا

رسول اللہؐ ! کیا میرے بارے کوئی چیز نازل ہوئی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا: نہیں، مگر مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان آیات کو میں خود پہنچاؤں یا کوئی ایسا مرد پہنچائے جو میرے اہل بیت سے ہو۔

نوٹ:

حدیث مذکور روشن ثبوت ہے اس بات کا کہ ابو بکر اہل بیت میں داخل نہیں ورنہ اس سے سورۃ براۃ کی آیات واپس نہ لی جاتیں۔

ارباب انصاف!

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ عام امت کے افراد سے اصحاب افضل ہیں اور اصحاب سے ابو بکر افضل ہیں۔ ہم باادب عرض کرتے ہیں کہ جب آپ کے افضل ترین بزرگ ابو بکر کو اہل بیت سے نکال دیا گیا ہے تو اب کسی اور بزرگ کے لئے اہل بیت میں داخل ہونے کی گنجائش نہیں رہی۔

ازواج نبی اہل بیت تطہیر میں داخل نہیں ہیں

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر ابن کثیر" ج ۴ ص ۴ الاحزاب۔
۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر روح المعانی" پ ۲۲ ص ۱۴۔
۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر خازن" ج ۵ ص ۲۱۳ طبع مصر۔
۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر در منثور" ج ۵ ص ۱۸۹ الاحزاب طبع مصر۔
۵۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "نزل الابرار" ص ۵۸، مؤلف مرزا محمد معتمد خان بدخشانی۔
۶۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ذخائر العقبیٰ" ص ۲۲ محب طبری۔
۷۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "الفصول المہمہ" ص ۱۲۵ ابن صباغ مالکی۔

نوٹ:

تمام کتب کی عبارت پیش کرنا اختصار کے منافی ہے لہٰذا ہم صرف نزل الابرار کی عبارت پیش کرتے ہیں:

واخرج احمد والطبرانی فی الکبیر عن ام سلمة رضی اللہ عنہا قالت بینھما رسول اللہ (ص) فی بیتی یوما قد قالت الخادم ان علیاً وفاطمة بالسرة قالت فقال لی قومی بخی عن اھل بیتی فقمت نحیت من البیت قریبا فدخل علیؑ وفاطمةؑ والحسنؑ والحسینؑ وھما صبیان صغیران فاخذا یصبین فوضعھما فی حجرہ فقبلھما قالت واعتنق علیا باحدی یدیہ وفاطمةؑ بالید الاخریٰ فقبل فاطمةؑ وقبل علیاً فاغدف علیھم قمیصة سوداء فقال اللھم الیک لاالی النار انا واھل بیتی۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی بیوی کو اٹھا کر اہل بیت سے الگ کر دیا

ترجمہ: علامہ بدخشی مسند احمد حنبل کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ امّ سلمہ بیان فرماتی ہیں کہ حضور میرے گھر میں تشریف فرما تھے کہ خادم نے آکر خبر دی کہ علیؑ اور فاطمہؑ آ گئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے امّ سلمہ تو میرے اہل بیت سے دور ہٹ جا۔ ام سلمہ کہتی ہے کہ میں اٹھ کھڑی ہوئی اور گھر کے ایک کونے میں بیٹھ گئی۔ علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ آئے۔ نبی پاک نے دونوں بچوں کو گودی میں بٹھا کر پیار کیا پھر ایک ہاتھ علیؑ کی گردن میں اور ایک فاطمہؑ کی گردن میں رکھا اور دونوں کو پیار کیا۔ پھر ان پر سیاہ چادر ڈالی اور یہ دعا مانگی۔ خدایا تیری طرف۔ نہ آگ کی طرف۔ میں اور میرے اہل بیت۔

نوٹ:

ارباب انصاف!

امّ سلمہ کو نبی ﷺ نے حکم دیا کہ میرے اہل بیت آ گئے تو دور اٹھ جا۔ اگر بیوی بھی اہل بیت ہوتی تو اسے اٹھ جانے کا حکم حضورؐ نہ دیتے اور در منثور میں ہے۔ اُمّ سلمہ نے پوچھا: کیا میں آپؐ کی اہل بیت سے نہیں ہوں؟ حضورؐ نے فرمایا: انک من ازواج النبی ﷺ۔ کہ تو نبی ﷺ کی بیویوں سے ہے۔

ارباب انصاف!

ابو بکر اور ازواج، اہل بیت تطہیر میں ہرگز داخل نہیں۔ کوئی عناد کی وجہ سے نہ مانے تو اس کا اللہ ہی علاج فرمائے۔ کوئی صحیح السند روایت موجود نہیں جو دلالت کرے کہ ازواج اور ابو بکر آیت تطہیر میں داخل ہیں۔

شرف ازواج کے لئے اہل سنت کا آخری دھما

قَالُوا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ (سورہ ہود، ٧٣)

ترجمہ: فرشتوں نے کہا: تو اللہ کی قدرت سے تعجب کرتی ہے؟ اللہ کی رحمت اور برکات ہیں تم پر اے اس خاندان کے لوگو! اللہ قابل حمد و ثنا ہے۔

نوٹ:

فرشتوں نے جب سارہ خاتون کو خوش خبری دی کہ آپ کے ہاں اولاد ہو گی تو وہ تعجب میں پڑ گئیں کیونکہ سر سفید ہو چکا تھا۔ بدن میں... تھیں۔ نوّے برس کا سن تھا۔ اللہ بڑا بے نیاز ہے۔ اگر چاہے تو نوے برس کی بوڑھی ام المومنین سے نبی ﷺ کو اولاد دیتا ہے اور اگر اللہ کی مرضی نہ ہو تو اٹھارہ سال کی صحت مند ام المومنین اولاد سے محروم رہتی ہے۔

اعتراض:

اہل بیت سے مراد اس آیت میں سارہ خاتون ہے اور وہ ابراہیم نبی ﷺ کی زوجہ ہے۔ معلوم ہوا کہ زوجہ نبی ﷺ بھی اہل بیت ہے۔

جواب ا:

یہ دلیل وہ ہی پیش کرے گا جو اپنے مذہب کے ترجمے اور تفسیریں دیکھنے کی تکلیف گوارہ نہ کرے۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے اس آیت میں اہل بیت کا ترجمہ یہ کیا ہے:

اے اس خاندان کے لوگو! اگر اہل بیت کا معنی بیوی تھا تو مولانا کو ترجمہ یوں کرنا چاہیے تھا۔ اے زوجہ نبی ﷺ۔

جواب ۲:

اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر مظہری" ج ۵ ص ۳۹ پ ۱۲ ھود، مؤلف قاضی ثناء اللہ عثمانی مطبوعہ حیدرآباد دکن:

وقیل الرحمة النبوة والبرکات الاسباط من بنی اسرائیل لان انبیاء بنی اسرائیل منھم وکلھم من اولاد سارة۔

خونی رشتہ کی وجہ سے بیوی کا اہل بیت قرابت میں داخل ہونا

ترجمہ:

رحمت سے مراد نبوت ہے اور برکات سے مراد اسباط بنی اسرائیل کیونکہ انبیاء بنی اسرائیل اسباط سے ہیں اور سب اولاد سارہ سے ہیں۔

نوٹ:

۱۔ اسباط اولاد اسحاق نبیؑ میں اسی طرح ہیں جیسے قبائل اولاد اسماعیل میں تھے۔

۲۔ قاضی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ سارہ خاتون کو خاندان نبوت کے ساتھ خونی رشتہ تھا کیونکہ ابراہیم نبیؑ کے وہ چچا کی بیٹی ہیں۔ اسحاق نبیؑ کی ماں ہیں اور یعقوب نبیؑ کی دادی ہیں۔ تمام انبیاء بنی اسرائیل کی جد ہیں۔ اس خونی رشتے کی وجہ سے وہ خاندان نبوت سے قرابت رکھتی ہیں۔

۳۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ اس قسم کی قرابت سے جناب سارہ اہل بیت قرابت اور اہل بیت شرف میں داخل ہوئیں ہیں ہمارے نبی ﷺ کی ازواج سے جو زوجہ خاتون جنت کی ماں ہے۔ گیارہ اماموں کی نانی ہے۔ دنیا میں جتنے سادات، قطب اولیاء گزرے ہیں سب کی جد ہے۔ ایسی زوجہ اہل بیت شرف وقرابت میں داخل ہے اور وہ خدیجہ خاتون ہے۔

۴۔ نزاع اہل بیت تطہیر میں ہے اور صاحب تطہیر نہ سارہ خاتون زوجہ ابراہیم نبیؑ ہے اور نہ ہی جناب عائشہ اور حفصہ ہے۔ اگر ازواج نبی ﷺ آیت تطہیر میں داخل ہیں تو کوئی ایسی روایت پیش کی جائے جو صحیح السند ہو اور اس میں اسی قسم کی تفصیل ہو جیسے حسنینؑ علیؑ اور زہراؑ کے لئے ہے لیکن ایسی کوئی روایت آج تک اہل سنت نے پیش نہیں فرمائی۔

صحابہ کو آیت تطہیر میں داخل کرنے کی آخری ناکام کوشش

وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔ (پ۶، سورہ مائدہ،۶)

رب تعالیٰ نے اس آیت میں حکم دیا ہے کہ اگر کوئی مریض یا مسافر ہے یا پاخانہ کیا ہے یا عورت سے مجامعت کی ہے پانی اس کے پاس نہیں ہے یا اسے استعمال نہیں کر سکتا تو وہ پاک مٹی پر تیمّم کرے۔ اللہ بندوں پر تنگی نہیں کرنا چاہتا۔ اللہ ان کو پاک کرنا چاہتا ہے۔

إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ۔ (پ۹، سورہ انفال،۱۱)

رب تعالیٰ نے اس آیت میں جنگ بدر کے واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ مسلمانوں پر اطمینان دینے کے لئے نیند غالب کر دی گئی اور رات کو انہیں احتلام ہو گئے اللہ نے بارش برسائی تا کہ وہ پاک ہو سکیں۔

طریق استدلال:

ان دونوں آیتوں میں ﴿لیطھرکم﴾ موجود ہے اور یہ خطاب ہے صحابہ کو اور آیت تطہیر میں بھی ﴿یطھرکم﴾ ہے۔ اگر اس آیت میں یہ لفظ اہل بیت النبوت کی عصمت پر دلالت کرتا ہے تو پہلی دو آیتوں میں ہی لفظ تمام صحابہ کی عصمت پر دلالت کرتا ہے۔

اصحاب وضو، غسل اور تیمّم کرنے سے اہل بیت تطہیر میں داخل نہیں ہو سکتے

جواب: پہلی آیت میں تیمّم کا ذکر ہے اور لفظ یطھرکم رفع حدث پر دلالت کر رہا ہے۔ اس کا تعلق گناہوں کی پاکیزگی سے کسی قسم کا نہیں اور دوسری آیت میں ہم موضح القرآن کی بعینہٖ عبارت پیش کرتے ہیں۔ جب دو لشکر مقابل ہوئے رات کو مسلمانوں کو حاجت غسل ہو گئی اور پانی پینے کا بھی نہ

تھا۔ زمین ریت تھی جہاں پاؤں نہ ٹھہرتے تھے۔ صبح کو لڑائی در پیش تھی۔ یہ چیزیں دیکھ کر مسلمان ڈرے کہ آثار شکست کے ہیں۔ اس وقت باراں کامل برسا غسل اور پیاس کو کافی ہوا۔

نتیجہ بحث:

ان دونوں آیتوں کا تعلق رفع حدث اکبر اور رفع حدث اصغر سے ہے۔

اہل سنت بھائیو! ہم شیعہ بے انصاف نہیں۔ ہم مانتے ہیں صحابہ کرام جب وضو، غسل یا تیمّم فرما لیتے تھے تو اس قابل ہو جاتے تھے کہ وہ امور کریں جن میں طہارت شرط ہے لیکن یہ طہارت اور پاکیزگی اور ہے اور گناہوں سے طہارت اور پاکیزگی اور ہے۔ دوسری قسم کی طہارت مختص ہے اہل بیت رسولؐ کے ساتھ۔

نتیجہ بحث:

مذکورہ بیان سے ثابت ہوگیا کہ اہل بیت تطہیر نہ تو اصحاب نبیﷺ ہیں اور نہ ازواج نبیﷺ ہیں اور نہ ہی جناب ابو بکر ہیں بلکہ آیت تطہیر کے مصداق صرف پنجتن پاک ہیں جو کہ ہر گناہ سے پاک ہیں اور فاطمہ زہراءؑ اہل بیت تطہیر میں داخل ہیں لہٰذا سیدہ زہراءؑ صدیقہ مطہرہ اور معصومہ ہیں اور ان سے غلطی نہ ہونے کی خدا نے قرآن میں گواہی دی ہے اور اللہ جس کے غلطی نہ کرنے کی گواہی دے اگر وہ کوئی دعویٰ کرے تو اس سے گواہ مانگنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ گواہ تو وہاں مانگا جاتا ہے جس جگہ جھوٹ کا احتمال ہو اور جس کے سچے ہونے کی گواہی خدا اور رسول دیں اس کے دعوے میں جھوٹ کا احتمال دینا گویا خدا اور رسولؐ کو جُھٹلانا ہے۔

وامصیبتاه علی الاسلام!

جب فاطمہ زہراءؑ نے یہ دعویٰ فرمایا تھا کہ جاگیر فدک میرے باپ رسول اللہؐ مجھ کو عطا کر گئے ہیں تو جناب ابو بکر کو فاطمہ زہراءؑ کی عصمت وطہارت وصداقت کے پیش نظر بی بی سے بحث کرنے کی جسارت نہیں کرنا چاہیے تھی لیکن خلیفہ نے مشیران حکومت کے غلط مشورہ کی وجہ سے دل میں ٹھان لی کہ جاگیر فدک کو قومی تحویل میں لیا جائے اور اسلام میں نیشنلائز کرنے کا سنگِ بنیاد رکھ دیا جائے۔

لہٰذا بی بی کی جاگیر پر ناجائز قبضہ کر کے بی بی کو ناراض کیا اور جس نے نبی کی بیٹی فاطمہ کو ناراض کیا ہے وہ امت مسلمہ میں خلافت کے لائق نہیں ہے اور ہم اہل تشیع کی ناراضگی جناب ابو بکر پر صرف

مدنی سرکار اور ان کی اولاد کی خاطر ہے کیونکہ جس نے نبی کی بیٹی پر ظلم کیا ہے، بیٹی کسی کی بھی ہو قابل رحم ہوتی ہے تو کیا محمد کی بیٹی قابل رحم نہ تھی؟

پس جس نے نبی کی بیٹی پر ظلم کیا ہے ہم اس کو اچھا نہیں سمجھ سکتے۔

سوال: کیا نبی کے زمانہ میں معصوم کا دعویٰ بغیر گواہ کے قبول ہوا ہے؟

الجواب: زمانہ نبی میں معصوم کا دعوے بغیر گواہ کے قبول ہوا ہے۔ ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "سنن ابی داؤد" ج ۳ ص ۳۰۸ کتاب الاقضیۃ، باب اذا علم الحاکم صدق الشاھد الواحد یجوز لہ ان یحکم بہ۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "حیاۃ الحیوان" ج ۲ ص ۱۵۵ ذکر الفرس۔

۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ خمیس" ج ۲ ص ۱۲۵ ذکر خیل رسول اللہؐ۔

۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "الاصابہ فی تمیز الصحابہ" ج ۱ ص ۴۲۵ ذکر خذیمہ۔

نبی کریم ﷺ نے مرتجز نامی گھوڑا سواد ابن الحرث اعرابی سے خرید فرمایا تھا اور ابھی قیمت ادا نہیں فرمائی تھی اور خذیمہ صحابی کو معلوم نہ تھا کہ جناب نے اعرابی سے گھوڑا خرید لیا ہے اور وہ گھوڑا ابھی اعرابی کے پاس تھا۔ لوگوں نے اس سے سودا کرنا شروع کر دیا اور بعض نے حضور کی فرمائی ہوئی قیمت سے کچھ زیادہ کی پیش کش کر دی۔ اعرابی کی نیت تبدیل ہو گئی اور اس نے بلند آواز سے کہا۔ یا نبی اللہ! اگر آپ نے گھوڑا خریدنا ہے تو فرمایئے ورنہ میں اسے بیچ دوں گا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: کہ یہ گھوڑا تو میں نے خرید لیا ہے۔ اعرابی نے انکار کر دیا۔

اب "سنن ابی داؤد" کی عبارت ملاحظہ فرمائیں

فطفق الاعرابی یقول: ھلمّ شھید فقال خذیمۃ بن ثابت: انا اشھد انک قد بایعتہ، فاقبل النبی علی خزیمۃ فقال بم تشھد فقال بتصدیقک یا رسول اللہ (ص) فجعل رسول اللہ (ص) شھادۃ خزیمۃ بشھادۃ رجلین۔

ترجمہ: اعرابی نے کہا کہ یا رسول اللہؐ آپ گواہ پیش کریں۔ خزیمہ صحابی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے یہ گھوڑا نبی کریم ﷺ کو بیچ دیا ہے۔ نبی

کریم ﷺ نے فرمایا: خذیمہ تو کیسے گواہی دیتا ہے؟ خذیمہ نے عرض کی: آپ کی تصدیق کی وجہ سے۔

"حیاۃ الحیوان" کی عبارت ملاحظہ ہو:

هل حضرتنا یاخذیمة قال۔ لا۔ قال۔ فکیف تشهد بذلک فقال خذیمة بابی انت وامی یا رسول اللہ (ص) اصدقک علی اخبار السماء وما یکون فی غد ولا اصدقک فی ابتیاعک هذا الفرس۔ فقال علیه الصلٰوة والسلام انک لذو الشهادتین یاخذیمة۔

ترجمہ: حضور نے فرمایا: کیا وقت خرید تو حاضر تھا اے خزیمہ؟ اُس نے کہا: نہیں۔ حضور نے فرمایا: پس تو خرید پر گواہ کیسا ہے؟ اُس نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ میں آپ کی آسمان کی خبروں کو اور ہر پیش گوئی کو مانتا ہوں تو پھر آپ کی اس خبر کو کہ آپ نے یہ گھوڑا خرید لیا ہے، کیا نہ مانوں؟ جناب نے فرمایا: تیری گواہی دو گواہوں کے برابر ہے۔

عقل کی روشنی میں بغیر گواہ کے معصوم کا دعویٰ قبول کرنا ثابت ہے

بیانہ:

اقویٰ دلیل کے ہوتے ہوئے اضعف دلیل کی ضرورت نہیں۔ گواہی مفید ظن یعنی گمان ہے اسی لیے گواہ میں عدالت معتبر ہے کیوں کہ عدالت سے اس کی صداقت کا گمان پیدا ہوتا ہے اور یہ گمان دلیل ضعیف ہے۔ اگر اس سے اقویٰ یعنی طاقت ور اور دلیل آجائے تو اس گمان کو چھوڑ دیا جائے گا۔

مثلاً اگر کوئی شخص کسی کے حق کا اقرار کرے تو یہ اقرار دلیل قوی ہے۔ لہٰذا گواہ کی ضرورت نہ رہے گی۔ بناء علی ھذا عصمت ان دونوں سے طاقتور دلیل ہے اور قوی دلیل کے ہوتے ہوئے کمزور دلیل کی ضرورت نہیں پس عصمت کے ہوتے ہوئے گواہ کی ضرورت نہیں۔

نوٹ:

مذکورہ نقلی اور عقلی دونوں دلیلیں اس بات کا روشن ثبوت ہیں کہ معصوم کا دعویٰ بغیر گواہ کے تسلیم کیا جائے۔

۲۔ فاطمہ زہراؑ صدیقہ تھیں، معصومہ تھیں اور آیت تطہیر کی رو سے مطہرہ تھیں لہٰذا جب بی بی نے دعویٰ فرمایا کہ فدک میری ملکیت ہے تو جناب ابو بکر پر فرض تھا کہ صدیقہ و معصومہ کا دعویٰ بغیر گواہ کے تسلیم کرلیتا تاکہ بی بی اس پر ناراض نہ ہوتیں اور بی بی کی ناراضگی سے اللہ اور رسول اس پر ناراض نہ ہوتے۔

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا۔ (پ۲۱، سورہ احزاب، آیت ۵۸)

جناب ابو بکر جب موڈ میں ہوتے تھے تو صرف دعویٰ بغیر گواہ کے اور وہ بھی غیر معصوم کا قبول فرمالیتے تھے

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "بخاری شریف" ج ۳ ص ۹۶ کتاب الکفا، باب من تکفل عن میت۔
۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح مسلم" ج ۲ ص ۲۹۱ باب ماسئل رسول اللہؐ (شیاء قط قال لا)۔
۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "سنن الکبریٰ" ج ۲ ص ۳۰۲ کتاب قسم الفئ، مؤلف ابو بکر۔
۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "طبقات الکبریٰ" لابن سعد ج ۲ ص ۳۱۷، باب من قعنی (... دین رسول اللہؐ)۔
۵۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ریاض النضرہ" ج ۱ ص ۲۲۷ ذکر وفالہ بعدات رسول اللہؐ ....۔
۶۔ اہل سنت کی معتبر "کتاب تاریخ الخلفاء" ص ۹ فصل فی اولیاتہ۔

نوٹ :

اختصار کے مدّنظر ہم صرف بخاری شریف کی عبارت پیش کرتے ہیں:

عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم قال قال النبی لو قد جاء مال البحرین قد اعطیتک ھکذا وھکذا وھکذا فلم یجئ مال البحرین حتیٰ قبض النبی فلما جاء مال البحرین امر ابوبکر فنادی من کان لہ عند النبی عدۃ او دین فلیائتنا فاتیتہ فقلت ان النبی قال لی کذا کذا فحثی لی حثیۃ فعدرتھا فاذا ھی خمسمائۃ وقال خذ مثلیھا۔

ترجمہ: جابر نے کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اگر بحرین سے مال آئے گا تو میں تجھے دونوں ہاتھوں سے تین مرتبہ چلو بھر کر دوں گا۔ مال آنے سے پہلے حضور کی وفات ہو گئی جب بحرین سے مال آیا تو ابو بکر نے اعلان کروایا کہ کسی سے نبی کا وعدہ ہو یا کسی کا نبی پر قرضہ ہو تو وہ ہمارے پاس آئے۔ جابر کہتا ہے: میں ابو بکر کے پاس آیا اور حضور کے وعدے کا ذکر کیا۔ پس ابو بکر نے دونوں ہاتھوں سے اس مال سے چلو بھرا اور مجھے دیا۔ میں نے شمار کیا تو پانچ سو تھے۔ ابو بکر نے کہا کہ اس کے دو مثل اور لے لو۔ کل پندرہ سو درہم یا دینار لے کر جابر واپس آئے۔

نوٹ:

جابر نے صرف دعویٰ کیا ہے کہ میرے ساتھ نبی کریم ﷺ کا اس قسم کا وعدہ تھا اور اثبات وعدہ کے لئے کوئی گواہ بھی پیش نہیں کیا تھا۔ چونکہ خلیفہ کی نیت تھی کہ جابر کو مال دیا جائے اسی لئے بغیر گواہ کے دعویٰ قبول کر لیا اور مخالفت قرآن کا لحاظ نہیں کیا اور جب فاطمہ زہراءؑ نے دعویٰ فرمایا کہ فدک میری ملکیت ہے تو چونکہ خلیفہ کی فدک دینے کی نیت نہ تھی اس لئے طلب گواہ کا حیلہ بنایا گیا۔

۲۔ اگر جابر نے مال مسلمین کے متعلق دعویٰ کیا تھا تو فدک بھی خلیفہ کے باپ دادا کی ملکیت نہ تھا۔ وہ بھی تو زہراءؑ کی ملکیت تھا اور یا بقول خلیفہ مسلمانوں کی ملکیت تھا۔ اگر جابر کو مسلمانوں کا مال بغیر گواہ کے دیا جا سکتا تھا تو رسول اللہؐ کی معصومہ بیٹی کو بھی مسلمانوں کا مال دیا جا سکتا ہے۔

خلیفہ کی بے انصافی کے بارے چار یاری مذہب کا عذر لنگ

اہل سنت کے نزدیک صحابی کا دعویٰ بغیر گواہ کے بھی قبول ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری" ج ۵ ص ٦٧۵ مؤلف بدر الدین عینی:

وقال بعضهم وفيه قبول خبر الواحد العدل من الصحابة ولو جر ذلك نفعا لنفسه لان ابابكر لم يلتمس من جابر شاهدا على صحة دعواه انتهى۔

ترجمہ : صحابی اگر ایسا دعویٰ کرے جس سے نفع اس کی ذات ہی کو پہنچے تو اس کی عدالت کی وجہ سے (بغیر گواہ کے) اس کا دعویٰ قبول کر لیا جائے کیونکہ جناب ابو بکر نے جابر صحابی کا دعویٰ بغیر گواہ مانگنے کے قبول کیا تھا۔

نوٹ :

سبحان اللہ ! کیا کہنا اگر جابر کا دعویٰ بغیر گواہ کے صرف صحابیت اور عدالت کی وجہ سے ابو بکر کے لئے قابل قبول تھا تو فاطمہ زہراءؑ شرف صحابیت اور عدالت کے علاوہ درجہ عصمت وطہارت پہ فائز تھی لہٰذا بی بی کا دعویٰ تو بدرجہ اولیٰ انہیں قبول کرنا چاہیے تھا لیکن دعوئ فدک کے بعد ابو بکر کی مثالی رحم دلی نے یہ گوارہ نہ کیا کہ نبی زادی سے وہ سلوک کرے جو ایک ادنیٰ صحابی سے کیا جاسکتا ہے۔

وکیل حکومت کا صدر گرامی قدر کی خاطر ایک لنگڑا عذر

ثبوت ملاحظہ ہو :

اہل سنت کی معتبر کتاب "عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری" ج ۵ ص ۶۷۵ (مطبوعہ مصر) :

قلت انما لم یلتمس شاھد منہ لانہ عدل بالکتاب والسنۃ۔ اما الکتاب فقولہ تعالیٰ کنتم خیر امتہ وکذالک جعلنا کم امۃ وسطاً فمثل جابر ان لم یکن من خیر امۃ یکون اما السنۃ فقولہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من کذب علی معتمدا الحدیث ولا یظن ذلک لمسلم فضلا عن صحابی فلو وقعت ھذا المسئلۃ الیوم فلا تقبل الا ببینۃ۔

ترجمہ : حکومت کے بلا اُجرت وکیل فرماتے ہیں کہ جابر سے گواہ نہ مانگنے میں خلیفہ نے قرآن اور حدیث پر عمل کیا ہے۔ قرآن پر اس طرح کہ اللہ فرماتا ہے : تم خیر امت ہو، عادل امت ہو۔ اور اگر جابر صحابی خیر امت اور عادل امت سے نہیں تو اور کون ہوگا اور حدیث پر عمل اس طرح کیا ہے کہ نبی نے فرمایا ہے : جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، لہٰذا عام مسلمان پر گمان نہیں کیا جاسکتا ہے کہ وہ نبی کی ذات پر جھوٹ بولے

چہ جائیکہ ایک صحابی نبی پر جھوٹ بولے۔ اگر یہ مسئلہ آج در پیش ہو تو گواہ کے بغیر قبول نہ کیا جائے۔

نوٹ :

ملوانو ! آپ کو مرنا ہے۔ خدا کو جان دینی ہے۔ اگر انصاف کو تعصب کی کُند چُھری سے نہ کاٹو، جبکہ صحابی رسول بلکہ عام مسلمان پر آپ یہ گمان نہیں کر سکتے کہ وہ نبی پر جھوٹ بولے گا اور اسی لئے جابر صحابی کا دعویٰ بغیر گواہ کے ابو بکر نے قبول کیا ہے تو فاطمہ زہراؑ نبی کی بیٹی تمام مسلمانوں بلکہ تمام صحابہ سے افضل ہے کیونکہ بی بی آیت تطہیر کی مصداق ہے لہٰذا سیدہ صدیقہ مطہرہ اپنے باپ رسول اللہؐ پر ہر گز جھوٹ نہ بولے گی۔ ابو بکر کا فرض تھا کہ بی بی کا دعویٰ بغیر گواہ کے قبول کر لیتا لیکن ابو بکر نے دعویٰ فدک اس لئے قبول نہیں کیا تاکہ حزب مخالف اقتصادی طور پر کمزور ہو جائے اور آئندہ انتخابات میں صحابہ کے مقابلے میں الیکشن لڑنے کی جرات نہ کرے۔ پہلی جمہوریت زندہ باد حضرت ابو بکر زندہ باد۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا (الشعراء: ۲۲۷)

نبی کریم ﷺ اور حضرت علیؑ کا ہاتھ عدل میں برابر ہیں

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ بغداد" ج ۵ ص ۳۷ ذکر احمد بن محمد ابو بکر التماد۔

۲- اہل سنت کی معتبر کتاب "ریاض النضرہ" ج ۳ ص ۱۵۴ مؤلف محب طبری۔

حبشی بن جنادہ بیان کرتا ہے کہ میں ابو بکر کے پاس بیٹھا تھا اور خلیفہ نے کہا: نبی کریم ﷺ کا جس سے کوئی وعدہ ہو تو وہ بتائے۔ ایک شخص نے کہا: خلیفہ جی! مجھ سے نبی کریم ﷺ کا وعدہ تھا کہ میں تجھے دونوں ہاتھوں سے چلّو بھر کر تین مرتبہ کھجوریں دوں گا۔ اس کے بعد ابو بکر جناب علی کو بلا کر حقیقت واقعہ سے آگاہ کرتے ہوئے عرض کی کہ آپ اسے دونوں ہاتھوں سے تین مرتبہ چلّو بھر کر کھجوریں دیں۔ جناب امیرؑ نے اس کو اُسی طرح کھجوریں دیں۔ ابو بکر نے کہا: اب ان کو شمار کرو، شمار کی گئیں تو ہر چلّو میں ساٹھ کھجوریں تھیں۔

اب دونوں مذکورہ کتابوں کی عبارت ملاحظہ ہو :

فقال ابوبکر صدق اللہ ورسولہ قال رسول اللہ (ص) لیلۃ الھجرۃ ونحن خارجان من الغار نرید المدینۃ کفی وکف علی فی العدل سواء

ترجمہ: ابو بکر نے کہا: اللہ اور نبی نے سچ فرمایا ہے۔ ہجرت کی رات جب ہم غار سے نکل رہے تھے اور عازم مدینہ تھے۔ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میرا اور علی کا ہاتھ عدل میں برابر ہیں۔

نوٹ:

اس شخص کا دعویٰ ابو بکر نے بغیر گواہ کے قبول کیا ہے شاید وہ اپنی پارٹی کا ہو گا۔

۲۔ جابر اور اس شخص کے لئے ابو بکر نے جس طرح شریعت سے گنجائش نکالی تھی اسی طرح بی بی کی عصمت اور طہارت کے مد نظر یہ گنجائش موجود تھی کہ معصومہ کا دعویٰ بغیر گواہ کے قبول کیا جاتا۔

۳۔ نبی کریم ﷺ اور جناب امیرؑ کے ہاتھ کا عدل میں برابر ہونا اس چیز کا ثبوت ہے کہ دونوں کی زبان بھی عدل میں برابر ہے لہٰذا جناب امیرؑ نے معصومہ کے حق میں گواہی دی تھی اور ابو بکر نے اس گواہی کو ٹھکرا کر یہ ثابت کر دیا کہ ہم اس سلسلہ میں کسی عادل کی گواہی بھی نہیں مانیں گے۔

اہل سنت کے مذہب میں عادل گواہ اگر ایک بھی ہو تو مال فئے میں اس کی گواہی قبول ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

ا۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری" ج ۶ ص ۳۰۷ (کتاب الہبہ):

بنو صہیب نے مروان کی عدالت میں (جبکہ وہ معاویہ کی طرف سے حاکم مدینہ تھا) یہ دعویٰ کیا کہ دو گھر اور ایک حجرہ صہیب کو نبی کریم ﷺ نے عطا فرمائے تھے۔ مروان نے گواہ طلب کیے۔ اُنہوں نے عبد اللہ بن عمر کو بطور گواہ پیش کیا اور مروان نے صرف اس گواہ کی وجہ سے اُن کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

نوٹ:

اس فیصلہ پر چونکہ اعتراض وارد تھا کہ ایک گواہ سے مدعی کے حق میں مروان نے کیوں فیصلہ دیا لہٰذا بخاری شریف کے شارحین کے لئے بڑی مشکل پیش آئی۔

اب "عمدۃ القاری" کی عبارت ملاحظہ ہو:

وقال ابن التین قضاء مروان بشهادۃ ابن عمر یحتمل وجھین احدھما انہ یجوز لہ ان یعطی من مال اللہ من یستحق العطاء فینفذ ما قیل لہ وقد یکون ھذا خاصا فی الفئی۔

ترجمہ : ابن تین فرماتے ہیں کہ صرف ابن عمر کی گواہی سے مروان کے فیصلے کی صحت کے لئے دو وجہیں ہیں۔

۱۔ مروان چونکہ وقت کا حاکم تھا اور وقت کے حاکم کو اختیار ہے کہ اللہ کے مال سے اگر کسی مستحق کو کچھ دینا چاہے تو دے سکتا ہے اور یہ حکم مال فئی سے مختص ہے۔

نوٹ :

جب اہل سنت یہ مانتے ہیں کہ مال فئی میں حاکم کو یہ حق حاصل ہے کہ جسے کچھ دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔ جیسا کہ مروان نے بنو صہیب کو وہ گھر دے دیا تو ارباب انصاف، غور کا مقام ہے کہ ابو بکر مروان جتنے بھی اختیار نہیں رکھتا تھا۔

اہل سنت کے مذہب میں اعلیٰ درجہ کی عدالت رکھنے والا گواہ صرف ایک ہی کافی ہے

ثبوت ملاحظہ ہو :

"عمدۃ القاری" کی دوسری عبارت ملاحظہ ہو :

الوجہ الثانی انہ ربما حکم الامام بشھادۃ المبرز فی العدالۃ وحدہ وقد قال بعض فقھاء الکوفۃ حکم شریح بشھادتی وحدی فی شی۔

ترجمہ : اگر کوئی شخص صفت عدالت میں نمایاں ہو تو صرف اسی کی گواہی سے حاکم فیصلہ کر سکتا ہے بعض فقہاء کوفہ نے خبر دی ہے کہ صرف میری گواہی سے شریح قاضی نے فیصلہ کر دیا تھا۔

نوٹ :

ارباب انصاف! جناب امیرؑ المومنین علی ابن ابی طالب کے نخل زندگی کی ہر ہر شاخ گل ہائے فضائل سے پُر ہے۔ اہل تشیع جناب کو معصوم اور اہل سنت جناب کو محفوظ مانتے ہیں، گویا اہل سنت کے نزدیک بھی پارسائی کے لحاظ سے جناب امیرؑ کا مقام درجہ عدالت سے بلند ہے۔

۲۔ جبکہ اہل سنت کے مذہب میں گواہ اگر اعلیٰ درجہ کی عدالت رکھتا ہو تو صرف اسی ایک کی گواہی سے حاکم فیصلہ کرسکتا ہے تو جناب علی علیہ السلام ان کے نزدیک عدالت سے ایک درجہ اوپر ہیں۔ جناب کی گواہی سے ابو بکر پر فرض تھا کہ فدک جناب فاطمہ زہراءؑ کو واپس کردیتا لیکن کُرسی کی ہوس انسان کو کبھی حق سے بہت دور کرلیتی ہے۔

جناب ابو بکر و عمر و عثمان ایک گواہ اور قسم سے بھی فیصلہ کرتے تھے

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "کنز العمال" ج ۴ ص ۴۸۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "سنن الکبریٰ" فی الکتاب الشہادات۔

عن علی ابن ابی طالب ان رسول اللہ (ص) وابابکر وعمر وعثمان کانوا یقضون بشهادة الواحد ویمین المدعی۔

جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب ابو بکر و عمر و عثمان ایک گواہ اور مدعی کی قسم سے فیصلہ فرماتے تھے۔

شریعت کے بادشاہ رسول اللہؐ ایک گواہ اور قسم سے فیصلہ فرماتے تھے

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "سنن ابن ماجہ" ص ۱۷۳ باب القضا بالشاہد والیمین۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "مسند امام شافعی" ص ۱۷۹ کتاب الاحکام فی الاقضیہ۔

عن ابن عباس قال قضی رسول اللہ (ص) بالشاهد والیمین۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ خود نبی کریم ایک گواہ اور قسم سے فیصلہ فرماتے تھے۔

نوٹ:

جس ذات نے فدک پر ملکیت کا دعویٰ فرمایا تھا وہ رسول اللہؐ کی پیاری بیٹی تھی۔ جناب ابو بکر پر فرض تھا کہ وہ اپنی مثالی رحمدلی کے مدّنظر بی بی سے عرض کرتے کہ شہزادی چونکہ آپ کے گواہ پورے

نہیں لہٰذا آپ اگر قسم کھائیں تو فدک کی زمین ہم آپ کو واپس کر دیتے ہیں لیکن جناب ابو بکر کی نیت ہی یہی تھی کہ اہل بیت نبوت کو کمزور کر دیا جائے۔

۲۔ یہ حدیث ارحم اُمّتی باُمّتی ابوبکر۔ کہ میری امت میں سے زیادہ رحم کرنے والا میری امت پر ابو بکر ہے، من گھڑت ہی معلوم ہوتی ہے کیونکہ جو نبی کریم ﷺ کی بیٹی سے اچھا سلوک نہ کر سکا، باقی امت اس سے بھلائی کی کیا امید رکھے گی۔

فدک نہ دینے کے بارے خلیفہ کا اپنا آخری ناتمام عذر

حکومت کے بلا اجرت وکیل اس بات پر بہت زور دیتے ہیں اور خود خلیفہ کے جواب میں بھی اس چیز کا تذکرہ ہے کہ فدک کے گواہ پورے نہیں تھے

مقدمہ فدک میں گواہ پورے تھے بلکہ کچھ مقدار زائد تھے

بیانہ:

"فتوح البلدان"، "تفسیر کبیر"، "وفاء الوفاء" اور "شرح مواقف" کی عبارتیں ہم پیش کر چکے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ فاطمہ زہراءؑ نے فدک پر اپنا دعویٰ ملکیت ثابت کرنے کے لئے یہ گواہ پیش فرمائے تھے:

(۱) حضرت علیؑ امیر المومنین (۲) امام حسنؑ (۳) امام حسینؑ (۴) نبی کریم ﷺ کا غلام رباح (۵) نبی کریم ﷺ کی کنیز ام ایمن۔ یہ پانچ عدد گواہ مقدار مطلوبہ سے زیادہ ہیں۔ نیز امّ کلثوم اور اسماء بنت عمیس کا ذکر بھی فدک کے گواہوں میں ملتا ہے۔

اعتراض: یہ گواہ پہلی دفعہ ساتھ نہیں آئے تھے۔

جواب: جناب زہراءؑ ان کو ابتداء میں ہمراہ اس لئے نہ لے گئیں کہ معصومہ کو بڑی امید تھی کہ میرے باپ کے اصحاب مجھے جھٹلائیں گے نہیں۔

اعتراض: ان گواہوں نے جمع ہو کر ایک مرتبہ گواہی نہیں دی تھی بلکہ الگ الگ گواہی دیتے رہے۔

جواب: کسی عدالت کا قانون نہیں کہ سب گواہ ایک ہی مرتبہ پیش کئے جائیں۔

حکومت کے بلااُجرت وکلاء کا فدک کے گواہوں کے بارے ایک ناتمام عذر

امام حسنؑ اور امام حسینؑ کم سن ہونے کے علاوہ معصومہ بی بی کے بیٹے تھے اور حضرت علیؑ اور ام ایمن نصاب سے کم تھے۔

جواب: "فتوح البلدان" اور "تفسیر کبیر" میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام رباح نے بھی گواہی دی ہے۔ عربی عبارت بمعہ حوالہ مذکور ہوچکی ہے۔ اگر رباح کو ساتھ ملا لیا جائے تو گواہوں کی مقدار بھی پوری ہے کیونکہ حضرت علیؑ ایک اور رباح دو۔ یہ دونوں مرد ہیں اور مال کے مقدمہ میں دو مرد عادل ہی گواہ چاہییں۔

آیئے مقدمہ فدک میں قرآن پر فیصلہ کریں

حضرت ابو بکر نے جناب علیؑ کی گواہی قبول نہ کرنے میں مخالفت قرآن کی ہے اور سچوں کا ساتھ نہیں دیا۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ۔ (سورہ توبہ پ۱۱ ع۴)

ترجمہ: ایمان والو اللہ سے ڈرو۔ (اور عمل) میں سچوں کے ساتھ رہو۔

صادقین کا فرد اکمل علی ابن ابی طالب ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر در منثور" ج ۳ ص ۲۹۰۔
۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر مظہری" ج ۴ ص ۳۲۰ توبہ۔
۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ینابیع المودۃ" ص ۱۱۹ باب القاسع والعلثون۔
۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی" ص ۱۰۔
۵۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر فتح القدیر" (التوبہ) ج ۲ ص ۳۹۵۔
۶۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر روح المعانی" پ ۱۱ (التوبہ) ص ۴۵۔
۷۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ازالۃ الخفا" فصل ششم سورہ توبہ۔

"در منثور" اور "مظہری" کی عبارت ملاحظہ ہو:

وروی انّہ قال ابن عباس فی قولہ تعالیٰ: ﴿کونو مع الصادقین﴾ قال مع علی ابن ابی طالب۔

ترجمہ: ابن عباس سے مروی ہے کہ مع الصادقین سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔

نوٹ نمبر ۱:

عترت رسول اس آیت کی مصداق ہے کیونکہ صادقین کا جو معنی بھی کریں آل رسول اس معنی کے فرد اکمل ہیں بلکہ صادقین کا جو معنی بھی کریں دوسرے لوگ اس کے مشکوک افراد ہیں اور عترت رسول اس کے متیقن افراد ہیں۔ عقل مند کو چاہیے کہ مشکوک بات کو چھوڑ کر متیقن کو اختیار کرے۔

۲۔ صادقین سے جو لوگ مراد ہیں ان کا ہر گناہ سے پاک ہونا ضروری ہے کیونکہ جھوٹے کو کہنا کہ جھوٹے کے ساتھ ہو جاؤ، بے فائدہ ہے۔ چونکہ صادقین سے مراد عترت رسول ہے لہٰذا یہ آیت ان کی عصمت کا روشن ثبوت ہے۔

۳۔ سچوں کی بات بغیر گواہ کے مانی جائے گی ورنہ صادقین اور کاذبین میں کوئی فرق نہ رہے گا کیونکہ گواہ کے بعد تو جھوٹوں کی بات بھی قبول کی جاتی ہے۔

نتیجہ بحث

سیدہ زہراؑ صدیقہ تھیں۔ ابو بکر پر فرض تھا کہ بی بی کا دعویٰ بغیر گواہ کے مانتا اور جناب امیرؑ صادقین کے فرد اکمل ہیں۔ ابو بکر پر فرض تھا کہ جناب امیرؑ کی گواہی کو مانتا لیکن خلیفہ نے دونوں پاک ہستیوں کے دعویٰ کو ٹھکرا کر حکم ﴿کونوا مع الصادقین﴾ کی خلاف ورزی کی ہے۔

خلیفہ نے جناب امیرؑ کی گواہی کو ٹھکرا کر حبل اللہ کو چھوڑ دیا

ثبوت ملاحظہ ہو:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا۔ (پ۴ آل عمران ۱۰۳)

ترجمہ: اور تم سب کے سب (مل کر) خدا کی رسی مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔

حبل اللہ سے مراد حضرت علیؑ ہیں

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "صواعق محرقہ" ص ۹۰ الآیۃ الخامسہ فضائل اہل بیت۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ینابیع المودۃ" الباب التاسع والثلاثون ص ۱۱۶۔

۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "اسعاف الراغبین" باب فضائل اہل بیت۔

"صواعق" کی عبارت ملاحظہ ہو:

اخرج الثعلبی فی تفسیرھا عن جعفر الصادق انہ قال نحن حبل اللہ الذی قال اللہ ﴿واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً﴾۔

ترجمہ: تفسیر ثعلبی میں ہے: امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ حبل اللہ سے مراد ہم اہل بیت نبوت ہیں۔

"ینابیع" کی عبارت ملاحظہ ہو:

فضرب النبی یدہ فی ید علیٍ وقال تمسکو بھذا ھو بحبل اللہ المتین۔

ترجمہ: ابن عباس راوی ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور جناب سے عرض کی کہ میں نے حضور سے سنا تھا۔ آپ فرما رہے تھے: اللہ کی رسی کو محکم پکڑو۔ وہ حبل اللہ کیا ہے؟ جناب نے اپنا ہاتھ علیؑ کے ہاتھ پر مارتے ہوئے فرمایا کہ اس کی اطاعت کرو! یہ اللہ کی مضبوط رسی ہے۔

جناب امیرؑ کو حبل اللہ سے تشبیہ کیوں دی گئی؟

نوٹ:

رسی کی دو جہتیں ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے انسان پستی سے بلندی کی طرف جاسکتا ہے اور بلندی سے پستی کی طرف بھی آسکتا ہے جناب امیرؑ کو حبل اللہ اس لئے کہا گیا کہ آنجناب کی پیروی باعث شرف وبلندی ہے اور آنجناب کی مخالفت باعثِ ذلّت و پستی ہے۔

نتیجہ بحث:

جناب ابو بکر کا فرض تھا کہ وہ جناب امیرؑ کی مقدمہ فدک میں اطاعت کر کے شرف و بلندی حاصل کرتے لیکن خلیفہ نے سیدہ زہراءؑ کو جاگیر فدک سے محروم کر کے اور جناب امیرؑ کی گواہی کو رد کر کے اپنے آپ کو سعادت سے محروم کر دیا۔

حضرت ابو بکر نے جناب امیرؑ کی گواہی نہ قبول کرنے میں اہل الذکر کی مخالفت کی ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (النحل/۴۳)

ترجمہ: اگر تم خود نہیں جانتے تو اہل ذکر (عالموں) سے پوچھو۔

آل محمد اہل ذکر ہیں اور ان کے فرد اکمل حضرت علیؑ ہیں

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ینابیع المودۃ" ص ۱۱۹۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر روح المعانی" پ ۱۴ النحل آیت ۴۳ ص ۱۴۸ مطبع مصر۔

۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "فصول مہمہ" علیٰ ما نقلہ فرمان علی۔

"ینابیع المودۃ" کی عبارت ملاحظہ ہو:

اخرج الثعلبی عن جابر بن عبداللہ قال قال علی ابن ابی طالب نحن اهل الذکر۔

ترجمہ: جابر نے جناب علی سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اہل ذکر ہم ہیں۔

نوٹ نمبر ۱:

ذکر سے مراد قرآن یا رسول ہیں۔ دونوں صورتوں میں عترت رسول اہل الذکر ہیں۔

۲۔ بحکم قرآن ہر مسئلہ نزاعی ہو یا غیر، اہل الذکر سے پوچھنا ضروری ہے کیونکہ فاسئلوا صیغہ امر ہے۔

نتیجہ بحث

جناب امیرؑ اور جناب فاطمہ زہراءؑ دونوں اہل الذکر ہیں لہٰذا جاگیر فدک کے متعلق کوئی اقدام کرنے سے پہلے ابو بکر پر فرض تھا کہ دونوں پاک ہستیوں سے پوچھتے کہ جاگیر فدک کا کیا حکم ہے؟ لیکن پوچھنا تو درکنار رہا، اپنے نمائندے بھیج کر جاگیر فدک پر قبضہ کر لیا اور عترت رسول کے نمائندوں کو جاگیر فدک سے نکال کر آل نبی کو بے دخل کر دیا۔ خلیفہ کا یہ رویّہ اہل ذکر کی سراسر مخالفت ہے۔

ابو بکر نے فدک کے بارے میں حضرت علیؑ کی گواہی قبول نہ کرنے میں گواہ رسالت کو ٹھکرایا ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

أَفَمَنْ كَانَ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِنْهُ۔ (ہود،۱۷)

ترجمہ: تو کیا جو شخص اپنے پروردگار کی طرف سے بیّنہ پر ہو اور اس کے پیچھے ہی پیچھے انہی کا ایک گواہ ہو۔

شاہد سے مراد رسالت کے گواہ حضرت علیؑ ہیں

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "درمنثور" ج ۳ ص ۳۲۴۔
۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر خازن" ج ۳ ص ۱۸۳۔
۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ینابیع المودۃ" ص ۹۹۔
۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر روح المعانی" پ ۱۲، الھود ص ۲۸۔

"روح المعانی" کی عبارت ملاحظہ ہو:

اخرج ابن مردويه بوجه اخر عن علی کرم الله تعالیٰ وجه قال قال رسول الله تعالیٰ علیه وسلم (ص) ﴿افمن کان علی بینة من ربه﴾ انا و ﴿یتلوه شاہد﴾ علی۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ﴿علی بینة﴾ سے مراد میں ہوں اور ﴿شاہد﴾ سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔

"تفسیر خازن" کی عبارت ملاحظہ ہو:۔

فعلی هذا القول یکون الشاهد علی بن ابی طالب وقوله منه یعنی من النبی لوالمراد تشریف هذا الشاهد وهو علی لاتصاله بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ترجمہ: قول مذکور کی بناپر شاہد سے مراد علی بن ابی طالب ہیں اور منہ سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور غرض اس گواہ علی بن ابی طالب کے شرف کو بیان کرنا ہے کیونکہ وہ (از روئے خلافت کے) نبی کے ساتھ متصل ہیں۔ بعبارۃٍ اُخریٰ حضرت علیؑ نبی کے خلیفہ بلا فصل ہیں۔

نوٹ:

۱۔ دعویٰ نبوت ایک عظیم دعویٰ ہے اور اس کا گواہ بھی ایک عظیم انسان ہوگا لہٰذا جب حق تعالیٰ نے جناب امیرؑ کو اپنے نبی کی نبوت کا گواہ بنادیا تو حضرت علیؑ کی عظمت محتاج دلیل نہ رہی۔

۲۔ اور اتنا بڑا عظیم انسان کہ جس کی گواہی پر حضور کی نبوت کا دارومدار ہے، جب کسی مقدمہ میں گواہی دے گا تو اس کی گواہی میں جھوٹ کا احتمال نہ ہوگا۔

نتیجہ بحث

جناب امیرؑ نے گواہی دی کہ جاگیر فدک زہراءؑ کا حق ہے اور اس گواہی میں جھوٹ کا احتمال ہی نہ تھا۔ اگر جناب ابو بکر عترت رسول کی عظمت کا دل میں ذرہ بھر بھی خیال رکھتے تھے تو ان پر فرض تھا کہ سیدہ زہراءؑ کا دعوے بغیر گواہ کے تسلیم کرتے یا کم سے کم جناب امیرؑ کی گواہی قبول کر لیتے۔ لیکن چونکہ ابو بکر کے دل میں عترت رسول کا ایک صحابی جابر جتنا بھی وقار نہیں تھا لہٰذا عام لوگوں کے دعوی کی طرح خلیفہ نے سیدہ زہراءؑ کے دعویٰ کو ٹھکرادیا اور حضرت علیؑ کی گواہی کو رد کر کے ﴿ویتلوہ شاہد منہ﴾ کی مخالفت کی ہے۔

ابو بکر نے مقدمہ فدک میں جناب امیرؑ کی گواہی کو ٹھکرا کر عالم کتاب کی مخالفت کی ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

قُلْ كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ۔ (الرعد:۴۳)

ترجمہ: اے پیغمبر! تم کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان (میری رسالت کی) گواہی کے واسطے خدااور وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم ہے، کافی ہے۔

کتابِ قرآن کے عالم حضرت علیؑ ہیں

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ینابیع المودۃ" باب ۳۰۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر روح المعانی" پ ۱۳الرعد ص ۱۷۶۔

"ینابیع" کی عبارت ملاحظہ ہو:

عن الفضیل بن یسار عن الباقر علیہ السلام قال ھذا الایۃ نزلت فی علی علیہ السلام انہ عالم ھذا الامۃ۔

ترجمہ: فضیل بن یسار نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور تحقیق حضور ہی اس امت کے عالم ہیں۔

"تفسیر روح المعانی" کی عبارت ملاحظہ ہو:

وقال محمد بن الحنفیہ والباقر کما فی البحر المراد (بمن) علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ والظاھر ان المراد (بالکتاب) حینئذٍ القرآن و لعمری ان عندہ علم الکتاب کملا۔

ترجمہ: کتاب البحر میں ہے کہ من عندہ علم الکتاب سے مراد حضرت علیؑ ہیں اور علی الظاہر کتاب سے مراد القرآن ہے اور مجھے اپنی زندگی کی قسم تمام علم قرآن علی کے پاس ہے۔

نوٹ:

۱۔ ملوانے جس ماحول میں بچپن سے پرورش پاتے ہیں ان کے اثرات ان پر تا وقت موت باقی رہتے ہیں۔ محمود آلوسی کو مولا علی کی مذکورہ فضیلت لکھتے وقت سخت تکلیف ہوئی ہے اور یہ اس ماحول کا اثر ہے جس میں وہ پروان چڑھے ہیں۔ اس ماحول میں ایڑی چوٹی کا زور صرف اس بات پر لگایا جاتا ہے کہ

اولاد رسول عترت نبی کی کسی فضیلت کو بھی پورا نہ ہونے دیا جائے۔ یا اس میں زمان و مکان کی تخصیص کردو مثال کے طور پر حدیث منزلت۔ یا اس کے معنی میں تعمیم کردو مثال کے طور پر آیہ تطہیر۔ یا اس کی سند کو زخمی کردو مثال کے طور پر مولا علی کے فضائل کی احادیث۔ یا اس کے متن کو مجروح کردو مثال کے طور پر حدیث غدیر۔ یہ چار ہتھیار ہر ملوانے کے پاس ہر وقت موجود رہتے ہیں۔

۲۔ اہل سنت کی تفاسیر میں نو مسلم خواہ وہ پہلے بت پرست تھے یا یہود و نصاریٰ تھے، اگر ان کے فضائل آجائیں تو انہیں غلط قرار دینے کے متعلق چار یاری مذہب کی شریعت کا پورا توپ خانہ بند رہتا ہے اور اگر علی یا اولاد علی کی فضیلت میں کوئی حدیث آجائے تو اسے لکھنے کے بعد ان کی اپنی ذاتی تحقیق کی توپ کا دہانہ کھل جاتا ہے حالانکہ ان کے ہاں مسلم بات ہے کہ حدیث اگر ضعیف بھی ہو تو باب المناقب میں قبول ہے۔ شہدا کے جگر چبانے والی ہند کے بیٹے معاویہ کی فضیلت میں تو حدیث ضعیف انہیں قبول ہے لیکن علی اور اولاد علی کی فضیلت میں صحیح حدیث قبول کرتے ہوئے بھی ان کا کلیجہ شق ہو جاتا ہے۔ اسی کا نام ہے بغض علی جو انہوں نے لمبی لمبی داڑھیوں کی آڑ میں چھپایا ہوا ہے۔

۳۔ جناب امیرؑ کو حق تعالیٰ نے نبوت کا گواہ بنایا ہے۔ آنجناب عالم کتاب ہیں۔ کتاب سے مراد قرآن ہے اور آیات شہادت بھی قرآن ہی میں ہیں۔ اور یہ کہنا کہ جناب امیرؑ کو ان آیات کا یا ان کی تفسیر کا علم نہ تھا تو دونوں صورتوں میں تکذیب حق تعالیٰ لازم آتی ہے کیونکہ پھر تو اللہ نے ایسے انسان کو عالم قرآن کہا کہ جسے نہ آیت نہ معنی معلوم ہے پس مذکورہ آیت و روایت سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے علاوہ جناب امیرؑ سب سے زیادہ قرآن کا علم رکھنے والے تھے۔

۴۔ جب مولا علی نے بی بی کے دعویٰ فدک میں سیدہ کے حق میں گواہی دی تو گواہی کے شرائط بھی جناب امیرؑ ابو بکر سے زیادہ جانتے تھے۔ اگر آنجناب کی گواہی سے کوئی فائدہ نہیں تھا تو لغو گواہی عالم قرآن ہر گز نہ دیتے۔

نتیجہ

گواہ رسالت عالم قرآن جناب امیرؑ کو سیدہ زہراءؑ دعویٰ فدک کے بعد بطور گواہ ابو بکر کے پاس لائی تھیں لہٰذا ابو بکر پر فرض تھا کہ اس معصوم کی گواہی پر عمل کرتا اور علاقہ فدک جو اس نے قومی

ملکیت میں لے لیا تھا واپس کر دیتا لیکن نہ کیا۔ پس معلوم ہوا کہ ابو بکر نے مذکورہ آیت قرآن کی بھی مخالفت کی ہے۔

جناب ابو بکر نے دعویٰ فدک میں حضرت علیؑ کی گواہی کو ٹھکرا کر آیت حسبک اللہ کی مخالفت کی ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

يا أَيهَا النَّبِي حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ (پ۱۰سورہ انفال ۶۴)

ترجمہ: اے پیغمبر تجھ کو خدا اور وہ لوگ جنہوں نے مومنین میں سے تیری پیروی کی ہے کافی ہیں۔

مومنین میں سے جو نبی کریم ﷺ کے لئے کافی ہے وہ حضرت علیؑ ہیں

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "مناقب مرتضوی" مؤلف محمد صالح کشفی ترمذی سنی حنفی ص ۳۱

محدث حنبلی گوید: جمیع مفسران متفق اند براینکه مراد از ﴿من اتبعک﴾ علی ابن ابی طالب است -

ترجمہ: محدث حنبلی بیان کرتے ہیں کہ تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ ﴿من اتبعک﴾ سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔

نوٹ:

اس مذکورہ آیت کی روشنی میں جناب امیرؑ کا پیغمبر کے لئے کافی ہونا ثابت ہے لہٰذا جو پاک ہستی ہر بات میں رسول اللہؐ کے لئے کافی تھی وہ ابو بکر کے لئے بی بی کے دعویٰ فدک کے بعد گواہی میں کافی کیوں نہ ہوئی؟ خلیفہ پر فرض تھا کہ امام معصوم کی گواہی کو کافی سمجھتا لیکن کافی نہیں سمجھا۔ پس معلوم ہوا کہ مذکورہ آیتِ قرآن کی بھی ابو بکر نے مخالفت کی ہے۔

ابو بکر نے مقدمہ فدک میں حضرت علیؑ کی گواہی ٹھکرا کر سچی زبان کو ٹھکرایا ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ۔ (پ۱۹ الشعراء، آیت ۸۴)

ترجمہ: اے خدا میرے لئے آخری زمانہ میں سچی زبان پیدا کر۔

سچی زبان حضرت علیؑ ہیں

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب ''کوکب دری'' مؤلف محمد صالح سنی حنفی باب اول منقبت ۴۹ ص ۱۳۸ مناقب ابن مردویہ میں امام محمد باقر سے مروی ہے کہ سچی زبان علی ولی ہے۔

نوٹ:

مذکورہ آیت و روایت سے ثابت ہے کہ سچی زبان جناب امیرؑ ہیں اور جسے قرآن سچی زبان کہے، اس کے کسی کلام میں جھوٹ کا احتمال نہ ہوگا۔ پس جناب امیرؑ کے کسی کلام میں جھوٹ کا احتمال ہی نہیں ہے اور گواہ کی ضرورت وہاں پڑتی ہے جہاں جھوٹ کا احتمال ہو۔ پس ابو بکر پر فرض تھا کہ بی بی کے دعویٰ فدک میں جناب امیرؑ پر اعتبار کرتا لیکن جسے خدا نے قرآن میں سچی زبان فرمایا ہے ابو بکر کو اس پر اعتبار نہ آیا۔ پس مذکورہ آیت قرآن کی بھی خلیفہ نے مخالفت کی ہے۔

نتیجہ بحث

جناب ابو بکر نے مذکورہ آٹھ عدد آیات کی مخالفت کی ہے جناب امیرؑ اور سیدہ زہراءؑ کی بھی مخالفت کی ہے۔ قرآن اور اہل بیت النبوت ثقلین ہیں اور جو ان کی مخالفت کرے وہ خلافت کے لائق نہیں۔ ہم اہل تشیع کی جناب ابو بکر سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے۔ ہماری ناراضگی کی وجہ یہ ہے کہ ابو بکر نے نبی کی بیٹی کا حق غصب کر کے بی بی کو ناراض کیا ہے اور ہم مدنی سرکار کی اولاد کی طرف داری کرتے ہیں۔

حضرت ابو بکر نے مقدمہ فدک میں آیۂ تطہیر کی بھی مخالفت کی ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

إِنَّمَا يرِيدُ اللّهُ لِيذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيتِ وَيطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔ (پ ۲۲احزاب، آیت ۳۳)

ترجمہ: اے پیغمبر کے اہل بیت خدا تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو ہر طرح کی برائی سے دور رکھے اور ایسا پاک و پاکیزہ رکھے جیسا کہ پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

نوٹ:

ہم سولہ عدد کتبِ معتبرہ اہل سنت سے ثابت کر چکے ہیں کہ جناب امیرؑ آیت تطہیر کے مصداق ہیں۔

آیت تطہیر منبع فضائل اہل بیت نبوت ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

ا۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "الصواعق المحرقہ" ص ۸۵:

الآیة الاولیٰ انما یرید اللہ الیٰ اخرہ ثم ھذہ الایة منبع فضائل اہل بیت النبوی لاشتمالھا علی غرر ما ثرھم۔۔۔الرجس ھو الاثم او الشک... حتیٰ ذھب قوم الی ان قطب الاولیاء فی کل زمن لا یکون الا منھم۔۔۔فی روایة انہ اندرج معھم جبرائیل میکائیل۔

ترجمہ: ابن حجر مکی نے آیت تطہیر کے مبحث میں وہ روایات جمع کی ہیں جو اس آیت کے شان نزول میں ہیں اور پھر لکھا ہے کہ آیت اہل بیت نبوت کے فضائل کا سر چشمہ ہے۔ پھر لکھا ہے کہ آیت میں رجس سے مراد گناہ ہے یا شک۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل بیت نبی سے ہر گناہ اور شک دور ہے اور یہ چیز ان کی عصمت کی روشن دلیل ہے۔ پھر لکھا ہے: ہر زمانے میں قطب الاولیاء اہل بیت نبی سے ہو گا۔ پھر لکھا ہے کہ آل نبیؐ کے ساتھ چادر میں جبرائیل و میکائیل بھی تھے۔

نوٹ :

آیہ تطہیر کی رو سے حضرت علیؑ جناب زہراءؑ اور حسنینؑ کی عصمت ثابت ہے لہٰذا ابو بکر پر فرض تھا کہ مقدمہ فدک میں ان معصوموں نے جو کچھ فرمایا تھا اس پر عمل کرتا لیکن عمل نہیں کیا پس آیت تطہیر کی بھی مخالفت کی ہے۔

ایک عذر ناتمام

جناب ابو بکر نے قرآن و حدیث کی مخالفت نہیں کی کیونکہ ان دونوں کا حکم ہے کہ شہادت میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ سیدہ زہراءؑ کے دعویٰ ملکیت کے بعد گواہوں میں یہ نصاب پورا نہ تھا۔

جواب نمبر۱

حبُّ الشی یعمی ویُصمّ۔ خلیفہ کی محبت نے بلا اُجرت وکلاء سے غور وفکر کی قوت ختم کردی ہے۔ گواہوں کا نصاب پورا تھا۔ نبی کریم ﷺ کے غلام رباح اور حضرت علیؑ دو مرد حسنین شریفین دو مرد نیز جناب امیرؑ اور ام ایمن واسماء بنت عمیس ایک مرد اور دو عورتیں۔ یہ تعداد گواہوں کی مقدار مطلوبہ سے زیادہ ہے۔

۲۔ گواہ وہاں مانگے جاتے ہیں جہاں مدعی کے کلام میں جھوٹ کا احتمال ہو اور سیدہ زہراءؑ کی سچائی پر آیت تطہیر روشن ثبوت ہے۔

جناب ابو بکر نے گواہوں کے مسئلہ میں بھی قرآن کی مخالفت کی ہے

ثبوت ملاحظہ ہو :

يا أَيهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَينِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ۔ (پ ۷ ع ۴ المائدہ ع ۱۴)

ترجمہ : اے ایمان والو جب تم میں سے کسی (کے سر) پر موت آ کھڑی ہو تو وصیت کے وقت تم مومنوں میں سے دو عادلوں کی گواہی ہونی ضروری ہے۔

نوٹ :

اس آیت میں صاف حکم موجود ہے کہ وصیت تب نافذ ہو گی جب دو عادل گواہی دیں اور اس حکم قرآنی کی جناب ابو بکر نے مخالفت کی ہے۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ازالۃ الخفا" فصل ششم سورہ حجرات۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "الاصابہ فی تمیز الصحابہ" ج ۱ ص ۱۹۷ ذکر ثابت بن قیس بن شماس بن قیس صحابی تھا جنگ یمامہ میں مارا گیا۔ اس پر ایک قیمتی زرہ تھی اور وہ ایک مسلمان نے اتار لی۔ ثابت ایک مسلمان کو خواب میں ملا۔

اب "اصابہ" کی عربی عبارت ملاحظہ ہو:

فقال انی اوصیک بوصیتک وایاک ان تقول هذا حلم فتضیعه انی لما قتلت اخذ درعی فلان ومنزله فی اقصی الناس وعند خبائه فرس تستن وقد کفی علی الدرع برمة وفوقها رحل فائت خالدا فمره فلیاخذها ولیقل لابی بکر ان علی من الدین کذا وکذا فلان عتیق فاستیقظ الرجل فاتی خالدا فاخبر فبعث الی الدرع فاتی بها وحدث ابا بکر برؤیاه فاجاز وصیته۔

ترجمہ : ثابت نے کہا میں تجھ کو وصیت کروں اور تو اس کو خواب سمجھ کر ضائع نہ کرنا۔ جب میں قتل ہوا تو میری زرہ فلاں نے اتار لی ہے اور وہ شخص فلاں جگہ آخر میں رہتا ہے۔ اس کے خیمے میں گھوڑا ہے اور اس نے زرہ پر پرانی رسی رکھی ہے اور اس پر پالان ہے تو خالد کے پاس جا اور اسے کہہ کہ وہ اس شخص سے زرہ لے لے اور پھر جناب ابو بکر کو خبر دیں کہ میرے اوپر قرض ہے (اسے بیچ کر قرض ادا کیا جائے۔ وہ مرد خواب سے بیدار ہوا اور خالد کو خبر دی خالد نے وہ زرہ منگوائی اور ابو بکر کو وہ خواب سنایا۔ جناب ابو بکر نے اس وصیت کو درست قرار دیا۔

نوٹ :

قرآن کا حکم ہے وصیّت تب درست ہے جب دو عادل گواہی دیں۔ خواب کے ذریعے وصیّتِ مذکورہ کو درست قرار دینا اس چیز کا روشن ثبوت ہے کہ مسئلہ گواہوں میں ابو بکر قرآن کی پیروی کو ضروری نہیں سمجھتے تھے۔

ارباب انصاف!

جناب امیرؑ المومنین علی ابن ابی طالب کا فرمان قرآن سے مخالف نہیں ہو سکتا۔ جناب کا مقدمہ فدک میں گواہی دینا اس چیز کا ثبوت ہے کہ جناب کی گواہی میں کوئی خامی نہ تھی اور نہ ہی دوسرے گواہ کی ضرورت تھی ورنہ جناب امیرؑ ہرگز گواہی نہ دیتے۔ جناب ابو بکر کا بغیر گواہوں کے دعویٰ قبول کر لینا اور وصیت کے نافذ کرنے میں خواب پر عمل کرنا اور حضرت علیؑ کی گواہی کو ٹھکرا دینا اس بات کا ثبوت ہے کہ اصحاب نبی نے حضرت علیؑ کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔

نتیجہ بحث

جناب ابو بکر نے مقدمہ فدک کے فیصلہ میں نو عدد آیات قرآن کی مخالفت کی ہے لہٰذا از روئے قرآن حق جناب زہراؑ اور جناب امیرؑ کے ساتھ ہے اور خلیفہ جی غلطی پر ہیں۔

اب آیئے جناب ابو بکر کے فیصلہ کو احادیث رسول کی روشنی میں دیکھیں۔

جناب ابو بکر نے سیدہ زہراءؑ کو فدک دینے میں احادیث رسولؐ کی بھی مخالفت کی ہے

مقدمہ فدک میں خلیفہ نے حدیث ثقلین کی مخالفت کی ہے۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر در منثور" (پ۲ آیت واعتصموا بحبل اللہ ج۲ ص ۶۰)۔

۲- اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر الخازن" آیت مودۃ ص ۱۰۲ ج ۶ ۔

۳- اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر غرائب القرآن" پ۲ آل عمران، آیت و عتصموا بحبل اللہ ص ۲۱۔

۴- اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر الکبیر" پ۴ آل عمران ص ۱۷۰ ج ۳۰ ۔

۵- اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر روح المعانی" پ۴ آل عمران واعتصموا بحبل اللہ ص ۱۸۔

۶- اہل سنت کی معتبر کتاب "جامع الصغیر" ص ۱۰۳ باب انی۔

۷- اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح مسلم باب فضائل علی" ص ۳۲۰ ج ۲۰ ۔

۸- اہل سنت کی معتبر کتاب "المرقات شرح مشکواۃ" ص ۳۷۶ ج ۱۱۔

۹- اہل سنت کی معتبر کتاب "نسیم الریاض شرح الشفا قاضی عیاض فصل فی مواقع فی موتہ" ج ۴ ص ۲۸۳۔

۱۰- اہل سنت کی معتبر کتاب "المستدرک علی الصحیحین" باب مناقب اہل بیت ص ۱۴۸۔

۱۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ترمذی شریف" باب مناقب اہل بیت۔
۱۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "المعجم الصغیر الطبرانی" باب من اسمہ حسن ص ۷۰۔
۱۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "صواعق محرقہ" ص ۸۹ آیت رابعہ فی فضل اہل بیت۔
۱۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "لغات الحدیث" باب الثامع القاف ص ۴۲ ج ۱۰۔
۱۵۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" "تتمۃ الباب در دلائل الشیعہ ص ۱۳۰۔
۱۶۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "کنز العمال" "کتاب الاول فی الایمان والاسلام ص ۴۷ ج ۱۔
۱۷۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ازالۃ الخفا" ج ۲ ص ۴۴۵ ط کراچی۔

اور وہ حدیث یہ ہے:

انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی وانھما لن یفترقا حتیٰ یردا علی الحوض فلا تقدموھما فتھلکوا ولا تقصروا عنھما فتھلکوا ولا تعلموھم فانھم اعلم منکم۔

نوٹ :

مذکورہ حدیث مذکورہ تمام کتب اہل سنت میں الفاظ کی کمی زیادتی کے ساتھ موجود ہے۔

ترجمہ حدیث ثقلین : نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں تم میں دو عظیم الشان چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں ایک کتاب اور دوسری اپنی عترت واہل بیت ۔ اگر دونوں کی اطاعت کرو گے تو میرے بعد آپ گمراہ نہ ہونگے اور یہ دونوں آپس سے جدا نہیں ہوں گے حتیٰ کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں گے ۔ ان سے آگے نہ بڑھنا اور ان کی شان میں کوتاہی نہ کرنا اور ان کو علم نہ سکھانا یہ تم سے زیادہ جانتے ہیں۔

توثیق حدیث ثقلین

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "فتاویٰ عزیزی" ص ۲۰۱۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" ص ۱۳۰۔
۳۔ [اہل سنت کی معتبر کتاب] "نسیم الریاض شرح الشفاء قاضی عیاض"۔
۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "مستدرک علی الصحیحین"۔

"تحفہ اثنا عشریہ" کی عبارت ملاحظہ ہو:

باید دانست که باتفاق شیعه وسنی این حدیث ثابت است

پیغمبر فرموده: انی تارک فیکم الثقلین

ترجمہ فتاویٰ عزیزی سے ملاحظہ ہو:

جاننا چاہیے کہ شیعہ و سنی کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث ثابت ہے

"نسیم الریاض" کی عبارت ملاحظہ ہو:

وھذا حدیث صحیح رواہ مسلم فی خطبة خطبھا...انی تارک فیکم الثقلین۔

ترجمہ: یہ حدیث صحیح ہے۔ مسلم نے اس کو روایت کیا ہے (نبیؐ نے فرمایا): کہ میں دو امر چھوڑے جا رہا ہوں۔

حدیث ثقلین کے معنی کی تشریح

"مرقاۃ شرح مشکوٰۃ" کی عبارت ملاحظہ ہو ص ۶۷۳ ج ۱۱:

وانی تارک فیکم الثقلین بفتحتین ای الامرین العظیمین سمی کتاب اللہ واھل بیتہ بھما لعظم قدرھما لان العمل بھما ثقیل علی تابھما قال صاحب الفائق الثقل المتاع المحمول علی الدابة وانما قیل للجن والانس الثقلان لانھما ثقال الارض فکانھما ثقلا بھما وقد شبہ بھما الکتاب والعترة فی ان الدین یستصلح بھما ویعمر کما عمرت الدنیا بالثقلین۔

ترجمہ: ثقلین کی (ثا) اور (ق) پر فتح ہے۔ مراد اس سے دو امر عظیم ہیں۔ وہ قرآن اور اہل بیت ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں عظیم الشان ہیں۔ صاحب فائق لکھتے ہیں کہ ثقل اس سامان کو کہتے ہیں جو سواری پر لادا جائے اور جن اور انسانوں کو ثقلین کہا گیا ہے کیونکہ وہ زمین پر بوجھ ہیں قرآن اور عترت کو حدیث

مذکور میں جن وانسان سے اس بات میں تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح زمین
کو اصلاح آبادی اور ترقی جن وانسان سے ہے اسی طرح دین اسلام شریعت
نبویہ کی آبادی اور ترقی قرآن اور اہل بیت سے ہے اور دوسری وجہ شبہ یہ بھی
ہے کہ جن وانسان کو اس لئے ثقلین لکھا گیا ہے کہ ان کو باقی ذوی الارواح
سے امتیاز حاصل ہے اور اسی طرح قرآن اور اہل بیت کو دوسرے بندوں اور
کتابوں سے امتیاز حاصل ہے۔

اعتراض:

حدیث ثقلین میں لفظ ثقلین سے مراد قرآن اور حدیث ہے۔ وہ معنی مراد نہیں جو اہل تشیع کرتے ہیں کہ مراد ثقلین سے قرآن اور علی اور اولاد علی ہے۔

جواب:

حدیث ثقلین میں قرآن کے ساتھ دوسرا معنی حدیث مراد لینا اور علیؑ اور اولاد علیؑ مراد نہ لینا یہ ملوانوں کی بہت بڑی چالاکی ہے اور ہم اس عیّاری اور مکّاری کا پردہ چاک کرتے ہیں۔

قرآن و علیؑ اور اولاد علیؑ ثقلین ہیں

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "لغات الحدیث" مؤلف علامہ وحید الزمان طبع کراچی ج ۱ ص ۴۳:

انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی۔

ترجمہ: میں تم میں دو بھاری یا نفیس چیزیں چھوڑے جاتا ہوں: ایک تو اللہ کی کتاب دوسرے میرے اہل بیت۔

بعضوں نے کہا ان کو ثقلین اس لئے کہا کہ ان پر عمل کرنا مشکل اور بھاری ہے۔ بعضوں نے کہا اس لئے کہ ان دونوں سے دین کی اصلاح اور درستی اور آبادی ہوتی ہے۔ جیسے ثقلین یعنی جن اور انس سے دنیا کی آبادی ہے۔ غرض آنحضرتؐ کی اس نصیحت اور وصیت پر صرف وہ اہل حدیث عامل ہیں جو قرآن اور اہل بیت کرام دونوں کو سنبھالے ہوئے ہیں ان کی تعداد بہت ہی تھوڑی ہے۔ خارجی، ناصبی، مقلدین اور نام کے اہل حدیث نے اہل بیت کو چھوڑ دیا۔ اب خارجی اور ناصبی تو معاذ اللہ اہل

بیت کے دشمن بن گئے۔ ان کو برا کہنے لگے اور مقلدین نے کیا کیا کہ زبانی اہل بیت کی محبت کی ڈینگ مارتے ہیں لیکن عملاً ذرا بھی اہل بیت کی طرف توجہ نہیں۔ ان کی کتابوں میں جہاں دیکھو ابو حنیفہ اور شافعی اور مزنی اور ابو یوسف اور محمد بن حسن اور زفر کے اقوال بھرے ہوئے ہیں۔ میں نے آج تک کسی حنفی یا شافعی کو نہیں دیکھا جو امام جعفر صادق علیہ السلام یا امام محمد باقر علیہ السلام یا دوسرے آئمہ اہل بیت کے اقوال تلاش کرے اور ان پر چلے۔ ان مقلدوں کا جہل اس درجہ پہنچ گیا ہے کہ اگر کوئی خدا کا بندہ اہل بیت کرام کے اقوال اور افعال جمع کرے یا ان کے اجتہاد پر چلے تو اس کو شیعہ کہتے ہیں۔ کیا خوب! اگر یہی تشیع ہے تو خدا ہم کو شیعہ ہی رکھے! اسی طریق پر مارے!

ہمارے ملک دکن میں مولانا حسن الزمان محمد چشتی نظامی محدث نے بڑی محنت اور جانفشانی سے ایک کتاب "احیاء المیت فی فقہ اہل بیت" تالیف کی تھی مگر افسوس کہ وہ کتاب پوری نہ چھپنے پائی اور مولانا نے سفر آخرت اختیار کیا۔ اب محبین اہل بیت کرام کا فرض ہے کہ اس کتاب کو مکمل چھپوا کر شائع کریں۔

خیر، یہ تو نام کے سنیوں کا حال ہوا۔ اب رافضیوں کو دیکھئے انہوں نے اہل بیت کو تو لیا لیکن قرآن کو پس پشت ڈال دیا۔ سچے سنی وہی ہیں جو اللہ کی کتاب پر چلتے ہیں، پھر حدیث شریف پر جو سردار اہل بیت کا ارشاد ہے، پھر اہل بیت کے اقوال و افعال پر، اور اہل بیت کے اقوال اور اجتہادات کو دوسرے فقہاء اور مجتہدین کے اقوال اور اجتہادات پر مقدم رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ صحابہ بھی اگر کسی مسئلہ میں مختلف ہوں تو حضرت علیؑ کا قول اختیار کرتے ہیں کیونکہ آپ کو دوسری فضیلت حاصل ہے۔ صحابی بھی ہیں اور اہل بیت یعنی اصحاب کساء میں بھی ہیں۔

اعتراض:

ٹیکسٹ بک آف انگلش برائے جماعت نہم مؤلف پروفیسر مصطفٰے علی خان صفحہ نمبر ۳، پیرا۲۱، سطر ۱۰تا۲۱ عبارت کتاب:

> **ترجمہ:** اے لوگو! میں تم میں چھوڑے جا رہا ہوں وہ جو کہ تمہیں سیدھے راستہ پر قائم رکھے گی جب تک کہ تم اس پر عمل پیرا رہو گے۔ یہ خدا کی کتاب ہے اور اس کے رسولؐ کی سُنّت۔

جواب :

پروفیسر نے مذکورہ عبارت بڑی مبہم ذکر کی ہے۔ اگر ان کی مراد یہ ہے کہ ثقلین سے مراد قرآن اور حدیث ہے تو یہ ان کی عربی زبان سے ناواقفیت کا بین ثبوت ہے اور محکمہ تعلیم نے بہت بڑی زیادتی کی ہے کہ قرآن وعترت سے ناواقف شخص کو دینیات کا مضمون سپرد کر دیا۔

ثبوت ملاحظہ ہو :

اہل سنت کی معتبر کتاب "صواعق محرقہ" آیت رابعہ فی فضل اہل بیت ص ۹۰ :

ثقلین سے مراد قرآن اور نسل رسولؐ ہے

"صواعق محرقہ" کی عبارت ملاحظہ ہو :

سمی رسول اللہ (ص) القرآن وعترت وھی الاھل والنسل والرھط الادنون ثقلین لان الثقلین کل نفیس خطیر مصون وھذان کذالک اذ کل منھما معدن للعلوم الدینیة والاسرار والحکم العلیة والاحکام الشرعیه و لذا حث النبی (ص) علی الاقتداء والتمسک بھم ولتعلم منھم۔

ترجمہ : نبی کریم ﷺ نے اپنی عترت کو جو کہ حضور کی اہل اور نسل اور قریبی رشتہ دار ہیں اور قرآن پاک کو ثقلین فرمایا ہے کیونکہ ثقل ہر قیمتی، اعلیٰ اور قابل حفاظت شے ہے اور قرآن وعترت بھی اسی طرح ہیں کیونکہ یہ دونوں احکام شرعیہ اور علوم دینیہ کی معدن یعنی کان ہیں اسی لئے پیغمبر نے ان سے علم سیکھنے اور ان کی پیروی کی تاکید فرمائی ہے۔

آخری فیصلہ

جناب ابوبکر کی گواہی کہ جناب علی عترت رسولؐ ہیں

ثبوت ملاحظہ ہو :

اہل سنت کی معتبر کتاب "صواعق محرقہ" ص ۹۰ :

ثم احق من یتمسک بہ منہم امامہم وعالمہم علی ابن ابی طالب لما قد مناہ من مزیر علمہ۔

ترجمہ: عترت نبی میں سے جو زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے وہ ان کے عالم اور امام علی ابن ابی طالب ہیں کیونکہ ان کے پاس علم زیادہ ہے اور اسی لئے جناب ابو بکر نے کہا کہ جنابِ علی علیہ السلام عترت کے ان افراد سے ہیں جن کی اطاعت کی پیغمبر نے تاکید فرمائی ہے۔

شاہ عبدالعزیز کا فیصلہ کہ قرآن اور اہل بیت کا مخالف دین سے خارج ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" ص ۱۳۰ ذکر حدیث ثقلین:

باید دانست کہ باتفاق شیعہ وسنی این حدیث ثابت است کہ پیغمبر فرمود: انی تارک فیکم الثقلین ان تمسکتم بهما لن تضلوا بعدی احدهما اعظم من الآخر کتاب اللّٰہ وعترتی اهل بیتی۔

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ شیعہ سنی کا اتفاق ہے کہ یہ ثابت ہے، حضور نے فرمایا: مَیں تم میں دو قیمتی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اگر ان سے تمسک رکھو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ ان میں سے ایک دوسری سے بزرگ ہے۔ قرآن شریف واولاد از اہل بیتِ مَن یعنی ایک قرآن ہے اور دوسری میری اولاد اور اہل بیت۔

پس معلوم شد کہ در مقدمات دینی واحکام شرعی ما را پیغمبر حوالہ باین دو چیز عظیم القدر فرمودہ است پس مذهبی کہ مخالف این دو باشد در امور شرعیہ عقیدہ وعملاً باطل و نامعتبر است و هر کہ انکار این دو بزرگ نماید گمراہ

و خارج از دین حالا تحقیق باید افتاد که ازین دو فرقه یعنی شیعه وسنی کدام یک متمسک باین دو حبل متین است.

ترجمہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقدمات دینی اور احکامِ شرعیہ میں ان دونوں چیزوں کی اطاعت کا پیغمبر اسلام حکم دے گئے ہیں پس جو مذہب امور شرعیہ میں عقیدۃً وعملاً ان دونوں کا مخالف ہے وہ جھوٹا ہے جو شخص قرآن اور اہل بیت کی مخالفت کرے وہ دین سے خارج ہے اور گمراہ ہے۔ پس تو تحقیق کر کہ اہل سنت اور اہل تشیع میں سے کون قرآن اور اہل بیت کی اطاعت کرتا ہے اور کون مخالفت کرتا ہے۔

نتیجہ بحث

شاہ عبدالعزیز کے فیصلہ کی روشنی میں جناب ابو بکر کا مقدمہ فدک میں فیصلہ

۱- حدیث ثقلین کو ۱۶عدد کتب معتبرہ اہل سنت سے ہم نے ثابت کر دیا۔

۲- اور اس کی سند کی صحت کو بھی چار عدد کتب معتبرہ اہل سنت سے ثابت کر دیا۔

۳- اور تحفہ اثنا عشریہ، صواعق محرقہ اور لغات الحدیث سے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ عترت سے مراد امام حسنؑ، امام حسینؑ حضرت علیؑ جناب سیدہ زہراءؑ اور ان کی معصوم اولاد ہے۔
"تحفہ اثنا عشریہ" میں عترت کا ترجمہ اولاد ہے۔

۴- نبی کریم ﷺ نے قرآن اور عترت کی پیروی کو امت پر واجب قرار دیا ہے اور اس وجوب کا ثبوت حدیث ثقلین ہے۔

مقدمہ فدک میں جناب ابو بکر نے عترت رسولؐ کی مخالفت کر کے حدیث ثقلین کو ٹھکرایا ہے

فاطمہ زہراءؑ نے دعویٰ فرمایا تھا کہ فدک میری ملکیت ہے۔ جناب امیرؑ اور حسنینؑ نے بی بیؑ کے حق میں گواہی دی تھی۔ بحکم حدیث ثقلین ابو بکر کا فرض تھا کہ عترت رسول کی اطاعت کرتا لیکن ابو بکر

نے مخالفت کی تھی۔ شاہ عبدالعزیز خلیفہ کے بلا اجرت وکیل فرماتے ہیں کہ جو قرآن اور عترت رسول کی مخالفت کرتا ہے وہ دین سے خارج ہے۔

اب چار یاری مذہب کے ملوانے خود ہی فیصلہ کریں کہ ان کے مناظر اعظم نے جناب ابو بکر کو کہاں پہنچا دیا ہے؟

جناب ابو بکر نے مقدمہ فدک میں جناب امیرؑ کی گواہی ٹھکرا کر حدیث سفینہ کی مخالفت کی ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب "المعجم الصغیر للطبرانی" باب من اسمہ حسین ص ۷۸۔
۲- اہل سنت کی معتبر کتاب "کنزالعمال" باب فضائل اہل بیت ص ۲۱۵ ج ۶۔
۳- اہل سنت کی معتبر کتاب "المستدرک علی الصحیحین" ذکر مناقب اہل بیت ص ۲۵۱ ج ۳۔
۴- اہل سنت کی معتبر کتاب "نزل الابرار" مؤلفہ علامہ بدخشانی ص ۶۔
۵- اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ بغداد" ذکر علی ابن محمد المطرز ص ۹۱ ج ۱۲۔
۶- اہل سنت کی معتبر کتاب "المعارف" ذکر ابوذر غفاری ص ۱۱۰۔
۷- اہل سنت کی معتبر کتاب "صواعق محرقہ" آلایۃ السادسۃ فی فضل اہل بیت ص ۹۱۔
۸- اہل سنت کی معتبر کتاب "مشکواۃ شریف" فصل ثانی مناقب اہل بیت ص ۲۵۸ ج ۲۔
۹- اہل سنت کی معتبر کتاب "حلیۃ الاولیاء" ذکر سعید ابن جُبیر ص ۳۰۶ ج ۴۔
۱۰- اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر در منثور" آیت قولو حطۃ ص ۲۷ ج ۱ تلک عشرۃ کاملۃ۔

"مشکواۃ" کی عبارت ملاحظہ:

عن ابی ذر قال سمعت النبی یقول الا ان مثل اھل بیتی فیکم مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجیٰ و من تخلف عنھا ھلک رواہ احمد۔

ترجمہ: ابی ذر کہتے ہیں میں نے پیغمبر سے سنا تھا آنجناب نے فرمایا: آگاہ رہو کہ میری اہل بیت تم میں اس طرح ہے جیسے نوح کی قوم میں ان کی کشتی تھی۔ جو اس کشتی پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس سے دور ہٹا وہ غرق ہوا۔

توثیق حدیث سفینہ

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "المرقاۃ شرح مشکواۃ" ج ۱۱ ص ۳۹۹ ذکر مناقب اہل بیت:

اراد بقوله فانا ابوذر انا المشهور بصدق اللهجة وثقه الرواية وان هذا الحديث صحيح لامجال للرد فيه وهذا تلميع ...الى قول النبى يقول لا اظلت الحضراء ولا اقلت الغبرا اصدق من ابى ذر۔

ترجمہ: ابوذر کا مقصد تھا کہ میں وہی ابوذر ہوں جو لہجہ کی سچائی اور روایت کے ثقہ ہونے میں مشہور ہے۔ یہ حدیث جو بیان کررہا ہوں صحیح ہے۔ اس کے رد کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ ابوذرؓ کے اس کلام میں تلمیح (اشارہ) ہے نبی کے اس فرمان کی طرف حضور نے فرمایا تھا کہ نہ آسمان نے سایہ ڈالا ہے اور نہ زمین نے اٹھایا ہے اس شخص کو جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو۔

حدیث سفینہ کے معنی کی تشریح

اہل سنت کی معتبر کتاب "صواعق محرقہ" ص۹۱ طبع مصر:

ثبوت ملاحظہ ہو:

ووجه تشبيهم بالسفينه فيما مران من احبهم وعظمهم واخذ بهدى علمائهم نجا من ظلمة المخالفات ومن تخلف عن ذالک غرق۔

ترجمہ: حضور نے اپنی اہل بیت کو کشتی سے اس لئے تشبیہ دی ہے کہ کشتی ذریعہء نجات ہے اور جو شخص اہل بیت رسول سے محبت رکھے اور ان کی تعظیم کرے اور ان کے علماء کی ہدایت پر عمل کرے تو وہ شخص ظلمت کفر سے نجات پائے گا اور جو شخص اہل بیت کی مخالفت کرے گا وہ گمراہی کے دریا میں غرق ہوگا۔

نتیجہ بحث

۱۔ نبی کریم ﷺ نے دنیا کی گمراہی اور ضلالت کو ایک دریا سے تشبیہ دی ہے اور اپنی اہل بیت کو کشتی نوح سے تشبیہ دی ہے جس طرح کشتی نوح اصحاب نوح کے لئے ذریعۂ نجات تھی اسی طرح کشتیٔ اہل بیت نبی کریم ﷺ کے اصحاب اور امت کے لئے ذریعۂ نجات ہے۔

۲۔ ہم نے حدیث سفینہ کو دس عدد کتب معتبرہ اہل سنت سے ثابت کیا ہے اور اس کے معنی کی تشریح کو "تحفہ اثناعشریہ" سے پیش کیا ہے اور صاحب تحفہ کا یہ قول ثابت کیا ہے کہ اہل بیت کی مخالفت کرنے والا گمراہ ہے۔ اہل بیت سے کون مراد ہیں؟ آیت تطہیر کے ضمن میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت علیؑ، سیدہ زہراءؑ اور حسنینؑ مکرمین اہل بیت رسول ہیں پس معلوم ہوا کہ ان کا مخالف گمراہ ہے۔

۳۔ سیدہ زہراءؑ نے دعویٰ فرمایا تھا کہ فدک میرا حق ہے۔ مولا علیؑ اور جناب حسنینؑ نے گواہی دی کہ بی بی حق بجانب ہیں لیکن جناب ابو بکر نے ان اہل بیت رسول کی مخالفت کی ہے۔ بقول شاہ عبدالعزیز اہل بیت کا مخالف گمراہ ہے۔ اب ملوانے فیصلہ کریں کہ ان کے مناظر اعظم نے خلیفہ کو کہاں پہنچا دیا ہے۔

جناب ابو بکر نے مقدمہ فدک میں جناب امیرؑ کی گواہی کو ٹھکرا کر حدیث علی مع الحق کی مخالفت کی ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ بغداد" ج ۱۴ ص ۳۲۱ ذکر یوسف بن محمد المودب۔
۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "نزل الابرار" ص ۲۴ علامہ بدخشانی۔
۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "کنز العمال" ج ۶ ص ۱۵۷ باب فضائل علی۔
۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "مستدرک علی الصحیحین" ج ۲ ص ۵۱۔
۵۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ینابیع المودۃ" ص ۵۱ الباب العشرون۔
۶۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "الامامت والسیاست" ص ۷۳ ذکر جنگ جمل۔
۷۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" ص ۲۱۶ حدیث دہم۔
۸۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر کبیر" ج ا ص ۱۰۵ المسئلۃ التاسعہ۔
۹۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "جامع ترمذی" ج ۲ ص ۲۷۵ باب مناقب علی بن ابی طالب۔

۱۰۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "اسعاف الراغبین" ص ۱۵۲ ذکر علی ابن ابی طالب۔
تمام کتب کی عبارت پیش کرنا اختصار کے منافی ہے، بعض کی عبارت ہم پیش کریں گے۔
"تاریخ بغداد" کی عبارت ملاحظہ ہو:

عن ابی ثابت مولا ابی ذر قال دخلت علی ام سلمہ فرأیتها تبکی وتذکر علیا وقالت سمعت رسول اللہ (ص) یقول علی علیہ السلام مع الحق والحق مع علی علیہ السلام ولن یفترقا حتیٰ یردا علیَّ الحوض۔

ترجمہ: ابی ثابت مولا ابی ذر بیان کرتے ہیں کہ ام سلمہ کے پاس آیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ جناب علیؑ کو یاد کر کے رو رہی ہیں اور مجھ سے کہا کہ نبیؐ کریم نے فرمایا ہے کہ علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ ہے۔

توثیق حدیث علی مع الحق

ثبوت ملاحظہ ہو:
اہل سنت کی معتبر کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" ص ۲۱۶:
"تحفہ اثنا عشریہ" کی عبارت:

حدیث دهم : رحم الله علیا اللهم ادر الحق معه حیث دار و این حدیث را نیز اهل سنت علی الراس والعین قبول دارند۔

ترجمہ: اس حدیث کو اہل سنت سر آنکھوں پر قبول کرتے ہیں۔

جس نے دین کے معاملہ میں جناب امیرؑ کی پیروی کی وہ ہدایت اور حق پر ہے

اہل سنت کے امام فخر الدین رازی کی گواہی:
ثبوت میں "تفسیر کبیر" کی عبارت ملاحظہ ہو:

واما علی بن ابی طالب کان یجهر بالتسمیة فقد ثبت بتواتر ومن اقتدی فی دینه بعلی ابن ابی طالب فقد اهتدی الدلیل علیه قوله علیه السلام اللهم ادر الحق معه حیث دار۔

ترجمہ : جناب امیرؑ نماز میں بسم اللہ بلند آواز کے ساتھ پڑھتے تھے اور یہ چیز تواتر سے ثابت ہے اور جو بھی دین کی بات میں جناب علی کی پیروی کرے گا وہ حق پر ہوگا۔ ثبوت اس کا یہ ہے کہ نبیؐ نے فرمایا کہ خدا حق کو ادھر پھیر دے جدھر علی ہو۔

باپ اور بیٹی دونوں نے حق کی مخالفت کی

ثبوت میں "الامامت والسیاست" کی عبارت ملاحظہ ہو :

جنگ جمل جب ختم ہوئی تو محمد بن ابی بکر اپنی بہن عائشہ کے پاس آئے۔

قال لها اما سمعت رسول الله (ص) يقول علی علیہ السلام مع الحق والحق مع علی علیہ السلام ثم خرجت تقاتلينه بدم عثمان۔

ترجمہ : کہا کہ اے بہن! کیا آپ نے نبیؐ کا فرمان نہیں سنا تھا کہ علیؑ حق کے ساتھ ہے اور پھر تو خون عثمان کے بہانہ جناب علیؑ سے جنگ کرنے نکلی۔

نتیجہ بحث :

۱۔ مذکورہ حدیث کو ہم نے دس عدد کتب معتبرہ اہل سنت سے پیش کیا ہے لہٰذا ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں سفید جھوٹ بولا ہے کہ یہ حدیث کسی کتاب میں نہیں ہے۔

۲۔ جناب امیرؑ کے ہر بات میں حق پر ہونے کا یہ حدیث روشن ثبوت ہے لہٰذا جناب امیرؑ نے بی بی کے دعویٰ فدک کے بعد سیدہ زہراؑ کے حق میں گواہی دی تھی اور یہ گواہی بالکل حق تھی لیکن جناب ابو بکر نے اس سچی اور حق گواہی کو ٹھکرا دیا۔ ملوانے فیصلہ کریں کہ حق ابو بکر کے ساتھ ہے یا حق علیؑ کے ساتھ ؟

جناب ابو بکر نے مقدمہ فدک میں جناب امیرؑ کی گواہی کو ٹھکرا کر حدیث علیؑ مع القرآن کی مخالفت کی ہے

ثبوت ملاحظہ ہو :

۱۔ "المعجم الصغیر للطبرانی" ذکر من اسمہ عباد ص ۱۴۹۔
۲۔ "کنزالعمال" باب فضائل علی ص ۱۵۲ / ۶۔
۳۔ "المستدرک" مناقب علی ج ۳ ص ۱۲۴۔
۴۔ "صواعق محرقہ" الحدیث الاربعون ص ۷۵۔
۵۔ "تاریخ الخلفاء" باب فضائل علی ص ۱۷۳۔
۶۔ "ینابیع المودة" الباب العشرون ص ۹۰۔
۷۔ "نورالابصار" ذکر علی بن ابی طالب ص ۸۰۔
۸۔ "اسعاف الراغبین" ذکر علی بن ابی طالب ص ۱۵۹۔

"المستدرک" کی عبارت ملاحظہ ہو:

عن ام سلمہ قالت سمعت رسول اللہ (ص) یقول علی مع القرآن والقرآن مع علی لا یفترقان حتی یردا علی الحوض۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ علی قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی کے ساتھ ہے اور حوض کوثر تک اکٹھے رہیں گے۔

نتیجہ بحث

نوٹ:

مذکورہ حدیث کو ہم نے متعدد کتب معتبرہ اہل سنت سے پیش کیا ہے اور یہ حدیث جناب امیرؑ کی عصمت کا روشن ثبوت ہے ورنہ تکذیب رسول اللہؐ لازم آتی ہے۔

۲۔ مقدمہ فدک میں جناب امیرؑ نے سیدہ زہراءؑ کے حق میں گواہی دی ہے۔ مذکورہ حدیث کی روشنی میں یہ گواہی مطابق قرآن ہے لیکن جناب ابو بکر نے وہ گواہی جو مطابق قرآن تھی اس کو ٹھکرا کر مذکورہ حدیث رسول کی مخالفت کی ہے لہٰذا علماء اہل سنت فیصلہ کریں کہ مقدمہ فدک میں قرآن ابو بکر کے ساتھ ہے یا قرآن علی کے ساتھ ہے۔

جناب ابوبکر نے مقدمہ فدک میں حضرت علیؑ کی گواہی کو ٹھکرا کر حدیث انا صدیق الاکبر کی مخالفت کی ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "سنن ابن ماجہ" باب فضل علی ابن ابی طالب ص ۱۲۔
۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "الریاض النضرہ" الفصل ثانی ج ۳ ص ۱۳۶۔
۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "صواعق محرقہ" حدیث نمبر ۳۰ ص ۴۷۔
۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "کنزالعمال" باب فضائل علی ج ۶ ص ۳۹۴۔
۵۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "منصب امامت بیان امامت باطنہ" ص ۱۲۵۔
۶۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ذخائر العقبیٰ" ص ۵۶ ذکر علی۔

"ابن ماجہ" کی عبارت ملاحظہ ہو:۔

عن عباد بن عبداللہ قال قال علی انا عبداللہ واخو رسول اللہ (ص) وانا الصدیق الاکبر لا یقولها بعدی الا کذاب صلیت قبل الناس سبع سنین۔

ترجمہ: مولا علی نے فرمایا ہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، رسول کا بھائی ہوں، اور میں صدیق اکبر ہوں۔ میرے علاوہ جس نے یہ دعویٰ کیا وہ جھوٹا ہے۔ اور میں نے سات برس سب لوگوں سے پہلے نماز پڑھی ہے۔

منصب امامت کی عبارت ملاحظہ ہو:

انا صدیق الاکبر لا یقولها بعدی الا کذاب وانا القرآن الناطق۔

ترجمہ: سرکار علی نے فرمایا کہ میرا لقب صدیق اکبر ہے۔ میرے علاوہ جو دعویٰ کرے گا اس لقب کا وہ جھوٹا ہے اور میں بولنے والا قرآن ہوں۔

نتیجہ بحث

نوٹ:

۱۔ مذکورہ حدیث کو ہم نے کتب معتبرہ اہل سنت سے پیش کر دیا ہے اور یہ حدیث جناب کی صداقت کا روشن ثبوت ہے۔

۲۔ مقدمہ فدک میں جناب امیرؑ نے سیدہ زہراءؑ کے حق میں گواہی دی کہ جاگیر فدک بی بی کا حق ہے لیکن ابو بکر نے اس گواہی کو ٹھکرا دیا۔ علماء اہل سنت فیصلہ کریں کہ مقدمہ فدک میں صدیق ابو بکر ہے یا صدیق جناب امیرؑ ہیں۔

جناب ابو بکر نے مقدمہ فدک میں جناب امیرؑ کی گواہی کو ٹھکرا کر حدیث (انا مدینة العلم وعلی بابھا) کی مخالفت کی ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "الاستیعاب فی معرفة الاصحاب" باب ذکر علی ج ۳ ص ۲۸۔
۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "السراج المنیر شرح جامع الصغیر" ج ۲ ص ۶۴۔
۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "مرقات شرح مشکواة" باب مناقب علی ج ۱۱ ص ۳۴۵۔
۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "صواعق محرقہ" فصل ثانی فی فضائل علی ص ۲۷۔
۵۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "حیاة الحیوان" الاوز خلافت علی ج ۱ ص ۹۷۔
۶۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح علی الفقہ الاکبر" ذکر افضل الناس بعد رسول اللہؐ ص ۶۲۔
۷۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "قرة العینین" فضائل علی ص ۱۴۰۔
۸۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "حبیب السیر" خطبہ کتاب۔
۹۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تذکرہ خواص الامہ" ذکر احادیث فی فضائل علی ص ۲۹۔
۱۰۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ریاض النضرہ" ذکر اختصاص بانہ باب مدینہ العلم ج ۳ ص ۲۰۴۔
۱۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تہذیب التہذیب" حرف العین ص ۳۳۷۔
۱۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ بغداد" ذکر عبد السلام بن صالح ابو صلت ہروی ج ۱۱ ص ۴۹۔
۱۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "البدایہ والنھایہ" ذکر فضائل علی ج ۷ ص ۳۵۹۔
۱۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ الخلفاء" فصل احادیث فی فضائل علی ص ۱۰۷۔
۱۵۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "المستدرک للحاکم" باب مناقب علی ج ۳ ص ۱۲۷۔
۱۶۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "نزل الابرار" ص ۳۸۔

۱۷۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ینابیع المودۃ" باب الرابع عشر ص ۶۵۔
۱۸۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "الجامع الصغیر" للسیوطی ص ۱۰۷۔
۱۹۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "کنزالعمال" کتاب الفضائل من قسم الاقوال ج ۶ ص ۴۰۱۔
۲۰۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "جامع ترمذی" باب مناقب علی ص ۵۷۵۔
۲۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "کنوزالحقائق" ذکر الاحادیث فی اوّلھم اِنا ص ۴۷۔
۲۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "مودۃالقربیٰ" مودت ہفتم۔
۲۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "اسعاف الراغبین بر حاشیہ نورالابصار" ص ۱۵۶۔
۲۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "اسد الغابہ فی معرفت الصحابہ" حرف العین ج ۴ ص ۱۰۰ مؤلف ابن اثیر حزری۔

تذکرہ خواص الامہ کی عبارت:

عن علی علیہ السلام قال قال لی رسول اللہ (ص) انا مدینۃ العلم وعلی بابھا وفی روایۃ انا دارالحکمۃ وعلی بابھا وفی روایۃ انا مدینۃ الفقہ وعلی بابھا فمن اراد العلم فلیات الباب۔

ترجمہ: حضرت علی فرماتے ہیں کہ میرے حق میں رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں شہر حکمت ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں شہر فقہ ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ پس جو شخص علم (نبوی) چاہتا ہو وہ دروازے سے آئے۔

نوٹ:

عربی عبارت "تذکرۃ خواص الامہ" سے لی گئی ہے اور حدیث کا پہلا حصہ الفاظ کی کمی زیادتی کے ساتھ مذکورہ کتب معتبرہ اہل سنت میں موجود ہے۔

توثیق حدیث انا مدینۃ العلم

"کنزالعمال" کی عبارت ملاحظہ ہو:

الی ان وقفت علی تصحیح ابن جریر لحدیث علی فی تہذیب الاثار مع تصحیح (ت) لحدیث ابن عباس فاستخرت اللّٰہ وجزمت بارتقاء الحدیث من مرتبۃ الحسن الی مرتبۃ الصحۃ۔

ترجمہ: سیوطی فرماتے ہیں کہ ابن جریر نے اس حدیث کی صحت کی گواہی دی ہے۔ جب میں مطلع ہوا اس گواہی پر تو میں نے استخارہ کیا اور مجھے یقین ہوا کہ یہ حدیث (انا مدینۃ العلم وعلی بابھا) مرتبہ صحت پر فائز ہے۔

"مرقات شرح مشکوٰۃ" میں ہے کہ حافظ سعید عسقلانی اور ابو سعید علائی سے منقول ہے کہ حدیث مذکور حسَن ہے۔

تاریخ بغداد اور مستدرک للحاکم میں منقول ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

وکلاء حکومت کے اس حدیث کے بارے میں چند عذر لنگ

عذر نمبر ۱

یہ حدیث ضعیف ہے اس کی سند معتبر نہیں۔

جواب نمبر ۱: جس حدیث کی صحت کا سیوطی اقرار کریں اس کو ضعیف کہنا علماء اہل سنت کے لئے باعث شرم ہے۔

جواب نمبر ۲: حدیث اگر ضعیف بھی ہو تو باب المناقب میں حجت ہے۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "تطہیر الجنان" برحاشیہ صواعق ص ۲۵:

الذی اطبق علیہ ائمتنا الفقھا والاصولیون والحفاظ ان الحدیث الضعیف حجۃ فی المناقب۔

ترجمہ: ہمارے تمام اماموں نے خواہ فقہاء ہوں یا اصولیین ہوں یا حفاظ ہوں، اتفاق کیا ہے کہ ضعیف حدیث مناقب اور فضائل میں حجت ہے۔

نوٹ :

علماء کرام کچھ خوف خدا کیجئے ۔ معاویہ کی فضیلت میں کوئی حدیث واررد نہیں ہے اسی لئے تمہارے امام بخاری نے باب فضائل معاویہ نہیں بنایا لیکن تم نے اس امیہ زادے پسر ہند معاویہ کی خاطر بڑے ہاتھ پاؤں مارے اور اسی کی خاطر تم نے یہ قانون بنایا کہ حدیث ضعیف مناقب میں حجت ہے تو پھر امام الاولیاء علی ابن ابی طالب کے فضائل میں حدیث حسن بلکہ حدیث صحیح کو قبول کرتے وقت تمہارا کلیجہ کیوں شق ہوتا ہے ؟

علی کے علاوہ علم کے دروازے اور بھی ہیں

عذر نمبر۲

از ''مرقات شرح مشکوٰۃ'' :

والمعنی علی باب من ابوابھا۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ شہر علم کے دروازے اور بھی ہیں اور جناب علی ان دروازوں میں سے ایک دروازہ ہیں لہٰذا یہ فضیلت صرف حضرت علیؑ کو حاصل نہیں۔

جواب ۱ : کبھی مسند الیہ کو علم لایا جاتا ہے شی کو معین کرنے کے لئے۔ نبی کریم ﷺ نے مدینۃ العلم کا دروازہ معین کرنے کے لئے حضرت علیؑ کے نام کو ذکر کیا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ شرف حضرت علیؑ کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں۔

جواب ۲ : مسلم قانون ہے :

التخصیص یفید نوعا من التعظیم۔

اگر ایک صفت میں چند اشخاص شریک ہوں اور ذکر صرف ایک کا کیا جائے تو یہ ذکر اس کی عظمت پر دلالت کرتا ہے۔ حدیث مدینۃ العلم میں جناب علی کے نام کا آنا جناب کی عظمت کی دلیل ہے۔

جواب ۳ : دروازہ شہر علم کا اس کے شایان شان ہونا چاہیے۔

اگر آپ یہ نہیں مانتے کہ مدینۃ العلم کا دروازہ صرف علی ہے بلکہ در اور بھی ہیں تو وہ گیارہ امام ہیں جو عترت رسولؐ اور ذریت نبی ہیں۔ اگر آپ کا خیال ہو کہ وہ دوسرے در دوسرے اصحاب ہیں تو یہ

خیال درست نہیں کیونکہ وہ دروازہ شہر کی شان کے مطابق ہونا چاہیے اور نبوت کے شہر علم میں کبھی بتوں کی پوجا نہیں ہوئی۔ کبھی کفر وشرک نہیں ہوا۔ اور جن کے متعلق آپ کھینچ تان کررہے ہیں وہ بعثت سے پہلے اس طرح نہیں تھے۔

جواب ۴: جو ،لچّر مسئلہ اپنی بیٹی سے پوچھے وہ شہر علم کا دَر نہیں ہوسکتا۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر ''کتاب ازالۃ الخفاء'' فصل ششم ج۲ط کراچی۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب ''تاریخ الخلفاء'' ذکر عمر فاروق ص ۱۴۲۔

۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب ''اخبار الاول'' ص ۳۰۔

''اخبار الاول'' کی عبارت:

ثم ان عمر سال ابنته حفصة کم تصبر المرأة فقالت اربعة اشهر۔

''تاریخ الخلفا'' کے الفاظ:

کم تشتاق المرأة الی زوجها

ترجمہ: کسی ضرورت کے لئے جناب عمر فاروق نے اپنی بیٹی جناب حفصہ سے پوچھا کہ کتنی مدت عورت مرد کے بغیر صبر کرسکتی ہے یا کتنی مدت کے بعد مرد کی مشتاق ہوجاتی ہے۔ جناب حفصہ نے شرم سے سر جھکا لیا اور اپنے پیکر شرم وحیاء باپ کو ہاتھ کے اشارے سے جواب دیا کہ تین ماہ یا چار ماہ اور دس دن تک صبر کرسکتی ہے۔

نوٹ:

علماء کرام! ڈھیٹ ہونے کی بھی کوئی حد ہوتی ہے جو شخص اپنی ناواقفیت کی وجہ سے ایسا لچر مسئلہ بیٹی سے پوچھے وہ شہر علم نبوت کا دروازہ نہیں ہوسکتا۔

عذر ۳

اور بلند ہے در اس کا منقول از ''مرقاۃ شرح مشکوۃ''۔

وعلی بابها انه فعیل من العلو۔

حدیث کا معنی یہ ہے کہ میں شہر علم ہوں اور اس کا دروازہ بلند ہے۔

حدیث میں لفظ علی صفت ہے۔

جواب: حدیث مذکور میں لفظ علی، علم ہے صفت نہیں۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "سراج المنیر شرح جامع الصغیر" ص ۶۴ ج ۲:

انا مدینة العلم انه ینبغی للعالم ان یخبر الناس بفضل من عرف فضله لیاخذوا عنه العلم۔

ترجمہ: حدیث باب العلم کی شرح میں شارح نے یہ لکھا ہے کہ عالم کو چاہیے کہ جس دوسرے عالم کے فضل اور علم کو جانتا ہے لوگوں کو اس کے بارے خبر دے تاکہ لوگ اس دوسرے عالم سے بھی فائدہ حاصل کریں۔

نوٹ:

چونکہ جناب امیرؑ کے فضل و علم سے نبی پاک آگاہ تھے لہٰذا لوگوں کو حضرت علیؑ کے فضل و علم کی خبر دی ہے۔ پس معلوم ہوا حدیث باب العلم میں لفظ علی جناب امیرؑ کا علم ہے نہ کہ صفت بمعنی بلندی ہے اور اس لفظ کے صفت ہونے کی نفی پر حدیث کا آخری جملہ دلالت کرتا ہے کہ فمن اراد العلم فلیات الباب۔

عذر ۴

منقول از "مرقاۃ شرح مشکوۃ"۔

انامدینۃالعلموابوبکراساسھاوعمرحیطانھاوعثمانسقفھاوعلیبابھا۔

ترجمہ: حضور نے فرمایا میں شہر علم ہوں اور اس کی بنیاد ابو بکر ہے، دیواریں اس کی عمر ہے، چھت اس کی عثمان ہے اور دروازہ اس کا علی ہے۔

نوٹ: اور پرنالہ اس کا معاویہ ہے۔

جواب۔۱

۱۔ ان محنتوں کا صلہ ارباب سقیفہ کی سرکار سے ضرور ملے گا۔ ملوانوں کو مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

۲- یہ حدیث جس طرح عذر نمبر ۵ میں مذکور ہے بالکل سفید جھوٹ ہے۔ چار یاری مذہب کے کسی معتبر محدث نے اسے تسلیم نہیں کیا۔

جواب۔۲

جس کو قرآن کا ترجمہ بھی نہ آتا ہو وہ شہر علم کی بنیاد نہیں ہو سکتا

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر اتقان" ج ا ص ۱۴۱ النوع السادس والثلاثون:

ان ابابکر سئل عن قولہ ﴿وفاکھۃً اباً﴾ فقال ای سماء تظلنی او ای ارض تقلنی ان انا قلت فی کتاب اللہ ما لا اعلم۔

ترجمہ: جناب ابو بکر سے قرآن پاک کی آیت میں جو لفظ ﴿فاکھۃً﴾ اور ﴿اباً﴾ ہے اس کا معنی پوچھا گیا تو جناب نے کہا: کون سا آسمان مجھ پر سایہ ڈالے اور کون سی زمین مجھے اٹھائے کہ میں قرآن پاک کے بارے میں ایسی بات کہوں جسے میں نہیں جانتا۔

جواب۔۳

دیوار جس شے کے ارد گرد ہو اس کی محافظ ہوتی ہے۔

اس کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاتی۔ جناب عمر شہر علم کو دشمنوں کے نرغے میں چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے، اور دیوار ٹوٹ جائے گی مگر اپنا مرکز نہیں چھوڑے گی۔ پس معلوم ہوا کہ وجہ شبہ باطل ہے لہٰذا حضرت عمر شہر علم کی دیواریں نہیں ہو سکتا۔

جواب۔۴

جناب عثمان کا شہر علم کی چھت ہونا بھی باطل ہے کیونکہ شہر کی چھت نہیں ہوتی۔

حدیث مذکور میں ایک مجرمانہ خیانت

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ الخلفاء" باب فضائل علی ص ۱۰۱۔

۲- اہل سنت کی معتبر کتاب "موضوعات کبیر" ص ۱۱۸ ملا علی قاری۔

مذکورہ دونوں کتابوں میں لکھا ہے کہ حدیث انا مدینۃ العلم وعلی بابھا راوہ الترمذی فی جامعہ کہ مدینۃالعلم کے الفاظ کو ترمذی نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے۔

نوٹ :

معلوم ہوا کہ ان دونوں کے پاس جو ترمذی کا نسخہ تھا اس میں مدینۃالعلم تھا۔

بعد والوں کی خیانت مجرمانہ ہے کہ انہوں نے انادارالحکمۃ لکھ دیا۔

حدیث انا مدینۃ العلم کی مؤیّد دوسری حدیثیں بھی ہیں لہٰذا مذکورہ حدیث صحت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہے۔

ثبوت ملاحظہ ہو :

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "کنزالعمال" ص ۱۵۶ ج ۶ باب فضائل علی :

علی باب علمی ومُبیّن لامّتی ما ارسلت بہ من بعدی۔

ترجمہ : نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی میرے علم کا دروازہ ہے اور میری شریعت کے بارے جس چیز میں امت کا اختلاف ہوگا میرے بعد علی اس کو درست طور پر بیان کریں گے۔

نوٹ :

یہ حدیث مدینۃالعلم کی تائید کرتی ہے۔

ثبوت ملاحظہ ہو :

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر غرائب القرآن" پ ۳ آل عمران آیت مباہلہ۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر کبیر" ص ۶۵ ج ۲ آیت مباہلہ۔

من أراد أن یری آدمَ فی علمہ ونوحاً فی طاعتہ الخ

ترجمہ : جو آدم کو علم میں دیکھنا چاہے وہ علی ابن ابی طالب کو دیکھے۔

یہ حدیث بھی حدیث مدینۃالعلم کی تائید کرتی ہے۔

نتیجہ بحث

۱۔ حدیث (مدینۃ العلم وعلی بابھا) کو ہم نے تئیس عدد کتب معتبرہ اہل سنت سے بمعہ حوالہ جات پیش کیا ہے لیکن ملوانوں کا کوئی اعتبار نہیں کہ مکر جائیں کہ یہ حدیث ہماری کتابوں میں نہیں ہے۔

۲۔ مذکورہ حدیث کے متن اور سند کو ملوانوں نے زخمی کرنے کی ناکام کوشش کی تھی ہم نے ان کے مدلّل جوابات پیش کئے ہیں۔

۳۔ حدیث (انا مدینۃ العلم وعلی بابھا) ہمارے مولا علی کے نبی کے بعد تمام کائنات سے افضل ہونے کا بہت بڑا ثبوت ہے اور جن لوگوں نے ہمارے مولا کے بغض کو لمبی لمبی داڑھیوں کی آڑ میں چھپایا ہوا ہے ان کے لئے حدیث مذکور کو قبول کرنا سخت تکلیف دہ ہے۔

۴۔ حدیث مذکور سر چشمہ ہے تمام فضائل کا کیونکہ ہر فضیلت کا سنگ بنیاد علم ہے۔

۵۔ حدیث مذکور کا آخری حصّہ (من اراد العلم فلیات من بابہ)

جسے علم نبوت درکار ہو وہ علم نبوی کے در سے آئے اور وہ علی ابن ابی طالب ہے۔ یہ جملہ روشن ثبوت ہے اس امر کا کہ اختلافی صورت میں حضرت علیؑ کی طرف رجوع کیا جائے۔

۶۔ مقدمہ فدک میں جناب ابو بکر پر فرض تھا کہ جناب امیرؑ سے رہبری حاصل کرتا تاکہ مقدمہ مذکور کا فیصلہ علم نبوت کی روشنی میں ہوتا لیکن رہبری حاصل کرنا تو کجا، جناب علی کی مقدمہ فدک میں ابو بکر نے گواہی بھی قبول نہیں کی اور یہ سراسر علم نبوت کی مخالفت ہے اور عترت رسول پر ظلم۔

فرع:

ہماری جناب ابو بکر سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے بلکہ ہم نے مقدمہ فدک میں خلیفہ کے فیصلہ کو قرآن وسنت کی روشنی میں دیانت داری سے دیکھا ہے اور خلیفہ کا فیصلہ نو عدد قرآنی آیات اور چھ عدد احادیث رسول کے مخالف نظر آیا ہے۔

لہٰذا:

جس نے قرآن وسنت کی مخالفت کرتے ہوئے نبی کی بیٹی جناب زہراءؑ پر ظلم کیا ہے ہم اسے خلیفہ رسول ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہم تو مدنی سرکار کی خاطر ان کی اولاد کا ساتھ دیں گے۔

اسلام میں اولیاء اللہ کے بچپن کی عظمت قرآن پاک کی روشنی میں

جناب یحیٰ نبی کو بچپن میں نبوت ملی۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

یا یحیی خُذِ الْکِتَابَ بِقُوَّۃٍ وَآتَیْنَاہُ الْحُکْمَ صَبِیاً۔ (پ۱۶سورہ مریم آیت ۱۲)

ترجمہ: اور ہم نے کہا اے یحیٰ! کتاب (توریت) مضبوطی کے ساتھ لو۔ اور ہم نے انہیں بچپن ہی میں اپنی بارگاہ سے نبوت عطا کی۔

جناب عیسیٰ کو جھولے میں نبوت ملی۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

فَأَشَارَتْ إِلَیْہِ قَالُوا کَیفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِي الْمَھْدِ صَبِیاً۔ (پ۱۶سورہ مریم آیت ۲۹)

قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللّٰہِ آتَانِيَ الْکِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِیاً۔ (پ۱۶سورہ مریم آیت ۳۰)

ترجمہ: (بھلا) ہم گود کے بچے سے کیونکر بات کریں۔ اس پر وہ بچہ قدرتِ خدا سے بول اُٹھا کہ میں بے شک خدا کا بندہ ہوں مجھ کو اس نے کتاب انجیل عطا فرمائی ہے اور مجھ کو نبی بنایا۔

خدا نے حسنین مکرمین کو بچپن میں گواہ رسالت بنایا تھا

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآئَنَا وَ اَبْنَآئَکُمْ وَ نِسَآئَنَا وَ نِسَآئَکُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَہِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ۔ (پ۳ سورہ آل عمران آیت ۶۱)

ترجمہ: تو کہہ دو کہ اچھا میدان میں آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی جانوں کو بلائیں اور تم اپنی جانوں کو۔ اس کے بعد ہم سب مل کر خدا کی بارگاہ میں گڑگڑائیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔

نوٹ :

۱۔ مذکورہ آیت اس امر کا روشن ثبوت ہے کہ روز مباہلہ اپنی نبوت کا گواہ بنا کر رسول کریم حسنین شریفین کو ہمراہ لے گئے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ ان بچوں کا دوسرے لوگوں پر قیاس جائز نہیں کیونکہ تمام لوگوں میں تو گواہی کے لئے بلوغ شرط ہے۔

۲۔ رسول اللہؐ نے تو روز مباہلہ ان بچوں پر اعتبار کر لیا تھا لیکن ابو بکر کو ان بچوں پر مقدمہ فدک میں اعتبار نہ آیا۔

ارباب انصاف! خود فیصلہ کریں کہ حق نبی کے ساتھ ہے یا ابو بکر کے ساتھ ہے؟

حضرت علی کی کعبہ میں ولادت

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "المستدرک للحاکم" ج ۳ ص ۴۸۳۔
۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "نزل الابرار" ص ۶۴ الباب الاول۔
۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "قرۃ العینین" ص ۱۳۸ مناقب علی۔
۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تذکرہ الخواص الامہ" ص ۷ فصل فی ذکر ولادت۔
۵۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "العبقریۃ الاسلامیہ نور ابصار" ص ۷۶ مناقب علی۔

"مستدرک" کی عبارت ملاحظہ ہو :

فقد تواترت الاخبار ان فاطمۃ بنت اسد ولدت امیر المومنین علی بن ابی طالب فی جوف الکعبۃ۔

ترجمہ : روایات متواتر ہیں اس خبر میں کہ فاطمہ بنت اسد نے جناب امیرؑ کو کعبہ کے وسط میں جنا ہے۔

مولا علی کی مذکورہ فضیلت کو کمزور کرنے کی ناکام کوشش

اعتراض : حکیم بن حزام بھی کعبہ میں پیدا ہوا تھا۔

جواب : سفید جھوٹ ہے۔

ثبوت ملاحظہ ہو :

اہل سنت کی معتبر کتاب "تذکرۃ الخواص الامہ" ص ۷:

وقد اخرج لھا ابو نعیم الحافظ حدیثا طویلا فی فضلھا الا أنھم قالوا فی اسنادہ روح بن صلاح ضعّفہ ابن علی۔

ترجمہ: ابن حزام کے بارے میں ابو نعیم نے ایک روایت طولانی ذکر کی ہے مگر اس کے اسناد میں روح بن صلاح ہے اور ابن علی نے اس کو ضعیف لکھا ہے۔

ماں کے دودھ کی بجائے زبان رسولؐ چوسی

اہل سنت کی معتبر کتاب "انسان العیون" ج ا ص ۴۳۲

وفی خصائص العشرۃ للزمخشری ان النبی تولی تسمیّتہ بعلی و تغذیتہ ایاما من ریقہ المبارک بمصاء لسانہ۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے جناب امیرؑ کا نام علی خود رکھا تھا اور چند دن اپنی زبان چُسواتے رہے۔ اور اپنے لعاب دہن سے غذا دیتے رہے۔

جناب کی والدہ فاطمہ بنت اسد فرماتی ہیں ایک دن ہم نے دائی بلائی لیکن ہمارے بچے نے اس کا دودھ پینے سے انکار کر دیا۔ پھر ہم نے محمدؐ کو بلایا۔ جناب نے بچے کے منہ میں زبان رکھی تو بچہ چُوستے چُوستے سو گیا۔

حضرت علی کے بچپن کی نماز

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ طبری" ج ۳ ص ۱۱۶۱ ذکر اول من اسلم۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "خصائص نسائی" ص ۴۔

عفیف بیان کرتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عباس ابن عبدالمطلب کے پاس میں جب مکہ میں آیا ہوا تھا۔ میں کعبہ کے پاس کھڑا تھا۔ میں نے دیکھا ایک نوجوان آیا، ایک بچہ آیا اور ایک بی بی۔ بچہ اس جوان کے دائیں طرف کھڑا ہو گیا اور بی بی اُس کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔

"طبری" کی عبارت ملاحظہ ہو:

فرکع الشباب فرکع الغلام والمرأۃ فرفع الشاب فرفع الغلام والمرأۃ فخر الشاب ساجدا فسجدا معہ فقلت یا عباس امر عظیم۔

ترجمہ : اُس جوان نے رکوع کیا تو اس بچے اور اس عورت نے بھی اس کے ساتھ رکوع کیا پھر اس جوان نے سجدہ کیا تو ان دونوں نے بھی سجدہ کیا۔ میں نے کہا: عباس ! یہ کوئی امر عظیم ہے۔
اس نے مجھے بتایا کہ یہ جوان محمدؐ ہے اور یہ بچہ جو علی ہے دونوں میرے بھتیجے ہیں اور یہ بی بی خدیجہ ہے، جو محمدؐ کی زوجہ ہے۔

حضرت علیؑ سے بچپن میں خلافت کا وعدہ

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "کامل ابن اثیر" ج ۲ ص ۲۸۔
۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "انسان العیون" ج ا ص ۴۶۱۔

جناب امیرؑ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہؐ نے قریش کو جمع کر کے فرمایا کہ جو شخص اشاعت اسلام میں میری مدد کرے گا۔ وہ میرے بعد میرا خلیفہ ہو گا۔ سب بزرگ خاموش بیٹھے رہے۔ مَیں کم سن تھا، اور اُٹھا۔ عرض کی کہ میں حاضر ہوں۔

"انسان العیون" کی عبارت ملاحظہ ہو :

فانت اخی و وزیری و وصیی و وارثی و خلیفتی من بعدی۔

ترجمہ : نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پس تو ہی میرا بھائی اور وزیر ہے، میرا وصی اور وارث ہے، اور میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔

نوٹ :

چونکہ جناب امیرؑ علیہ السلام کا پاکیزہ ماحول میں بچپن گزرا اور لعاب رسول چوس کر فیض حاصل کیا، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ان کی شان میں فرمایا: (انا مدینة العلم وعلی بابها) اور اسی فیض کی وجہ سے قرآن دانی کا یہ عالم تھا کہ

مولا علی دوسری رکاب میں قدم پہنچنے تک قرآن ختم فرما لیتے تھے

اہل سنت کی معتبر کتاب "شواہد النّبوۃ" ص ۱۶۰ ذکر امیر المومنین علی :

بروایات صحیحه ثابت شده است که چون پای مبارک برکاب می نهاد افتتاح تلاوت قرآن می کرد وچون پای دیگر برکاب می رسید و بروایتی بر بالای ستور راست می ایستاد ختم تمام می کرد۔

ترجمہ: صحیح روایات میں ثابت ہے کہ جناب امیرؑ علیہ السلام ایک رکاب میں قدم رکھتے وقت قرآن شروع کرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ زمین میں جب آتے تھے تو قرآن ختم فرما لیتے تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ قدم دوسری رکاب میں پہنچتا تھا تو قرآن ختم کرتے تھے۔

ذرا جناب عمر فاروق کا حال بھی سنیئے

اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر در منثور" ج ۱ ص ۲۱ فضائل...

واخرج الخطیب فی رواۃ مالک والبیھقی فی شعب الایمان عن ابن عمر قال تعلم عمر البقرۃ فی اثنتیٰ عشرۃ سنۃ فلما ختمھا نحر جزوراً وذکر مالک فی موطا انہ بلغہ ان عبداللہ بن عمر مکث علی سورۃ البقرۃ ثمانی سنین یتعلمھا۔

ترجمہ: عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت عمر نے بارہ سال کی محنت شاقہ کے بعد سورہ بقرہ سیکھا اور پھر اونٹ نحر کیے۔ خوشی میں لوگوں کو کھلائے اور خود ابن عمر نے آٹھ برس میں سورہ بقرہ سیکھا۔

نوٹ:

ماشاء اللہ! باپ بیٹے کا حافظہ بلا کا تھا۔

امام حسنؑ کا بچپن اور دوش نبی پر سواری کرنا

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "جامع ترمذی" باب مناقب حسن:

ابن عباس فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے دوش پر حسنؑ کو اُٹھایا ہوا تھا۔ ایک شخص نے دیکھ کر کہا: نعم المرکب رکبت یا غلام۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نعم الراکب۔

۲۔ امام حسنؑ علیہ السلام کے بارے میں ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ یہ بچپن میں لوح محفوظ کا مطالعہ فرماتے تھے۔ (منقول از تہذیب المتین ص ۳۰۱)

امام حسین کا بچپن: نبیؐ کی حالت سجود میں پُشت نبی پر سواری کرنا

اہل سنت کی معتبر کتاب "سنن نسائی" ج ۲ ص ۲۳۰ باب جواز طول سجدہ:

راوی کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ حسین کو لے کر نماز عشاء کے لئے آئے۔ بچے کو بٹھا کر نماز شروع کی۔ اثنائے نماز میں سجدے کو بہت طول دیا۔ میرا باپ کہتا ہے کہ میں نے سر اُٹھا کر دیکھا تو بچہ نبیؐ کی پشت پر سوار تھا۔ میں پھر سجدہ میں چلا گیا۔ نماز کے بعد صحابہ نے طول سجدہ کی وجہ پوچھی۔ فرمایا:

نسائی کی عبارت ملاحظہ ہو:

ولکن ابنی ارتحلنی فکرھت ان اعجلہ حتی یقضی حاجتہ۔

ترجمہ: فرمایا میرا بچہ میری پشت پر سوار ہو گیا تھا۔ میں نے جلدی کرنا ناپسند کیا تاکہ بچہ اپنی خواہش پوری کر لے۔

حضرت عمر کی گواہی کہ نبی کریم ﷺ اپنے بچے حسین کا اونٹ ہیں

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "کشف المحجوب" ص ۱۸۱ ذکر حسین۔

ایک روز جناب عمر نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے حسین کو پشت پر سوار کر رکھا تھا اور ایک ڈوری اپنے منہ میں ڈال کر حسین کے ہاتھ میں دے رکھی تھی اور حضور گھٹنوں سے چل رہے تھے۔ عمر نے کہا نعم الجمل جملک یا ابا عبداللہ۔ حضور نے فرمایا۔ نعم الراکب یا عمر۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا بچپن میں رازہائے قدرت بتانا

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ینابیع المودت" ص ۴۱۵ الباب التاسع والستون:
ونقل انه یتکلم بغوامض الاسرار والعلوم الحقیقیة وهو ابن سبع سنین۔
ترجمہ: محی الدین عربی کی کتاب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سات برس کی عمر میں رازہائے قدرت اور علوم حقیقیہ میں گفتگو فرماتے تھے۔

امام اعظم ابو حنیفہ کا امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت پر فخر کرنا

ثبوت ملاحظہ ہو:
۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" کید ۸۲ ص ۶۸۔
ابو حنیفه همیشه بصحبت وخدمت حضرت امام صادق علیه السلام افتخاری نمود وکلمه لولا السنتان لهلک النعمان از وی مشهور است -

امام موسیٰ کاظم کے بچپن کی عظمت پر امام اعظم کی گواہی

ثبوت ملاحظہ ہو:
۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" کید ۸۲ ص ۶۹۔
و صحیح آں قدر است شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ صحیح بات اتنی ہے کہ امام اعظم نے کہا: جب میں آیا اور قبر نبی کی زیارت کی۔ پھر امام جعفر صادق علیہ السلام کے در دولت پر حاضر ہوا اور بیٹھ کر حضور کے باہر آنے کا انتظار کرنے لگا۔
اب "تحفہ" کی عبارت ملاحظہ ہو:
فخرج ابنه موسیٰ وهو صغیر فقام ووقره ثم قال ابن یضع الغریب حاجته فی بلاء کم فاجاب ما ذکر سبقاً فقال ابو حنیفة الله اعلم حیث یجعل رسالته۔

ترجمہ : ابو حنیفہ بیٹھا تھا اور حضرت صادق علیہ السلام کا بیٹا موسیٰ باہر آیا اور وہ کم سن تھا امام اعظم اس بچے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے اور اس کی عزت کی۔ پھر ایک مسئلہ پوچھا۔ جواب سن کر بے ساختہ کہنے لگے : اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس گھر میں رسالت بھیجے۔

امام محمد تقی کا بچپن میں غیب کی خبر دینا

ثبوت ملاحظہ :

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب "شواہد النبوۃ" ص ۲۰۵ ذکر امام محمد تقی، الفصول المہمہ ص ۲۶۷۔

۲- اہل سنت کی معتبر کتاب "صواعق محرقہ" ص ۱۲۳ فصل ثالث۔

مامون عباسی ایک روز شکار کے لئے گیا باز چھوڑا اور وہ کچھ دیر اس کی نظر سے غائب ہو گیا۔ جب باز واپس آیا تو اس کی چونچ میں مچھلی تھی۔ مامون نے وہ مچھلی رومال میں لپیٹ لی۔ جب واپس آیا تو بغداد کی ایک سڑک پر بچے کھیل رہے تھے۔ مامون کی سواری کو دیکھ کر سب بھاگ گئے، صرف ایک بچہ بڑے وقار سے کھڑا رہا۔ مامون نے وہی مچھلی مٹھی میں بند کر کے اس بچے سے پوچھا: بتاؤ، میری مُٹھی میں کیا ہے؟ شہزادے نے فرمایا :

ان اللہ تعالیٰ خلق فی بحر قدرتہ سمکا صغارا یصیدھا بازات الملوک وانخلفاء فیختبر بھا سلالۃ اھل بیت المصطفی۔

ترجمہ : اللہ نے اپنی مشیت سے اپنی قدرت کے سمندر میں چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں بادشاہوں کے بازان کو شکار کرتے ہیں پھر ان کے ذریعے عترت رسول اور خاندان نبوت کے چھوٹے بچوں کا امتحان لیا جاتا ہے۔

امام حسنؑ عسکری کا بچپن میں بہلول کو نصیحت کرنا

ثبوت ملاحظہ ہو :

اہل سنت کی معتبر کتاب "صواعق محرقہ" ص ۱۲۴ فصل ثالث :

بہلول نے دیکھا کہ بچے کھیل رہے ہیں اور ایک بچہ رو رہا ہے۔ بہلول نے کہا کہ میں آپ کے لئے کھلونا خرید کر لاؤں؟ بچے نے فرمایا:

یا قلیل العقل ما للعب خلقنا فقال له فلما ذا خلقنا قال للعلم والعبادۃ۔

ترجمہ: بچے نے فرمایا اے کم عقل ہم کھیل کے لئے پیدا نہیں ہوئے۔ بہلول نے کہا: پھر ہم کس لئے پیدا ہوئے ہیں؟ بچے نے فرمایا: علم اور عبادت کے لئے۔

امام مہدی کا بچپن میں بلکہ شکم مادر میں قرآن کی تلاوت کرنا

ثبوت ملاحظہ ہو:

ا۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "شواہد النبوۃ" ص ۲۱۲ ذکر امام مہدی رکن سادس:

جناب حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ امام مہدی کے وقت ولادت شہزادے کی ماں نرجس خاتون پر لرزہ طاری ہوا۔ میں نے شہزادی کو سینہ سے لگایا۔

وقل هو الله احد وانا انزلناه وآیۂ الکرسی بر وی خواندم از شکم وی آواز آمد که هرچه من خواندم فرزندی نیز بخواند-

ترجمہ: میں نے سورہ قل ھو اللہ اور انا انزلناہ اور آیۃ الکرسی کو نرجس خاتون پر پڑھا شہزادہ کی شکم مادر سے آواز آئی اور جتنی مقدار میں نے پڑھا تھا اتنا ہی ماں کے پیٹ میں بچے نے قرآن پڑھا۔

ولادت کے بعد جب بچے کو میں امام کی خدمت میں لائی تو امام نے بچے سے فرمایا کہ کلام کرو! بچے نے یہ آیت پڑھی۔

وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ۔ (القصص/۵)

امام مہدی جب پیدا ہوئے تو ناف بریدہ اور مختون پیدا ہوئے اور دائیں دوش پر یہ آیت تحریر تھی۔

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔ (الاسراء/۸۱)

امام مہدی کو پانچ برس کی عمر میں حکمت عطا ہوئی

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب "صواعق محرقہ" ص ۱۲۴۔

۲- اہل سنت کی معتبر کتاب "ینابیع المودۃ" ص ۴۵۱ الباب التاسع والسبعون۔

"صواعق" کی عبارت ملاحظہ ہو:

وعمرہ عند وفاۃ ابیہ خمس سنین لکن اتاہ اللہ فیہا الحکمۃ۔

ترجمہ: امام مہدی کے جب والد فوت ہوئے تو اُن کا سن پانچ برس کا تھا اور اسی سن میں خدا نے ان کو حکمت عطا فرمائی تھی۔

واقعات مذکورہ کے نتیجہ کی روشنی میں ابو بکر کا حسنینؑ کی گواہی قبول نہ کرنا آل نبی پر ظلم ہے

یہ واقعات اسرار و رموز سے لبریز ہیں۔ جو دل تقویٰ سے معمور ہے، جس قلب میں ایمان کی شمع روشن ہے وہ ان کو سمجھے گا۔

اور جو شخص ان اولیاء اللہ کی عظمت میں کسی قسم کا شک کرے تو اس میں معرفت اور ایمان کی کمی ہے۔

واذا اتتک نقیصتی من ناقص فھی الشہادۃ لی بانی کامل

ترجمہ: اگر کسی پست کم ظرف کی طرف سے آپ تک ہمارا کوئی عیب پہنچے تو یہ گواہی ہے کہ ہم کامل ہیں۔

جواب ۱:

اعتراض مذکور کے جوابات پہلے بھی ذکر ہو چکے ہیں کہ گواہوں کا نصاب پورا تھا۔ حضرت علیؑ اور نبی کے غلام رباح ان دو مردوں نے گواہی دی تھی۔

جواب ۲:

گواہ پیش کرنے کا حکم عام لوگوں کے لئے ہے۔ اگر معصوم دعوی کرے خواہ وہ ولی ہو یا امام ہو یا نبی ہو اس کے لئے یہ حکم نہیں۔ ثبوت کے لئے واقعہ خزیمہ سنن ابی داؤد سے ہم پیش کر چکے ہیں۔ صداقت اور سچائی میں امام مثل نبی ہے۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" ص ۷۱ کید ص ۸۵

وچوں امام معصوم از خطا است وحکم نبی دارد -

ترجمہ: چونکہ امام خطا سے پاک ہے اس لئے نبی والا حکم رکھتا ہے۔

ارباب انصاف!

جس طرح نبی کوئی دعویٰ کرے مال کے بارے تو گواہ کی ضرورت نہیں، اسی طرح عترت رسول جو نبی کی طرح پاکیزہ ہیں، ان کے دعویٰ پر گواہی کی ضرورت نہیں۔

جواب ۳:

عترت رسول عام لوگوں کی طرح نہیں

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب "ینابیع المودۃ" ص ۱۸۱ باب ۵۶۔

۲- اہل سنت کی معتبر کتاب "کنز العمال" ج ۶ ص ۲۱۸۔

نحن اهل بيت لا يقاس بنا احد۔

"نووی" کی عبارت ملاحظہ ہو:

والصواب صحته متى حصل التميز ان كان ابن اربع او دونها وفيه منقبة لابن زبير لجودة ضبطه لهذه القضية۔

راوی اگر تین برس کی عمر میں روایت کرے تو یہ اس کی فضیلت ہے

ترجمہ: نووی کہتا ہے کہ بچہ اگر چار برس سے کم کا ہی کیوں نہ ہو اگر وہ سمجھدار ہے تو اس کا حدیث بیان کرنا درست ہے:

اور واقعہ مذکورہ میں ابن زبیر کی فضیلت ہے کیونکہ کم سنی میں جنگ خندق کو دیکھا اور پورا واقعہ یاد رکھا۔ وامصيبتا على الاسلام!

نوٹ :

ارباب انصاف ! دیکھا ! ابو بکر کے نواسے نے چار سال سے کم عمر میں حدیث سنی اور بیان کی تو یہ اس کی فضیلت ہوگئی اور خاندان رسالت کے ساتھ آٹھ برس کی عمر کے بچے حدیث بیان کریں اور گواہی دیں تو کہا جاتا ہے کہ چونکہ وہ بچے ہیں، ان کا فرمان معتبر نہیں۔

اے اولاد علی ! امت نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا۔

جناب ابو بکر کی ایک سمجھ دار بیٹی جو کمسنی میں معراج روحانی کی روایت بیان کرتی ہے

ثبوت ملاحظہ ہو :

اہل سنت کی معتبر کتاب "زاد المعاد" ج ۲ ص ۵۴ ذکر معراج :

عن عائشہ ومعاویہ انهما قالا ۔ انما کان الاسرار بروحه ولم یفقد جسده۔

ترجمہ : جناب عائشہ اور معاویہ راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی معراج روحانی ہے اور جسم جناب کا غائب نہیں ہوا تھا۔

نوٹ :

معراج ہجرت سے پہلے مکہ میں ہوئی ہے۔ ماموں جی معاویہ اُس وقت کافر تھے اور اماں جی عائشہ اس وقت نابالغ تھیں۔ باپ کے گھر تھیں رسول کا بستر نہیں دیکھا تھا۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "زاد المعاد" ج ۲ ص ۵۹ ذکر ہجرت :

سادات کی نانی کمسنی میں ہجرت کی کہانی سناتی ہیں

قالت عائشہ وجهزناهما احث الجهاز و وضعنا لهما سفرة فی جراب فقطعت اسماء بنت ابی بکر قطعة من نطاقها فاؤکت به الجراب۔

ترجمہ : جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم نے ہجرت کے وقت نبی کریم ﷺ اور ابو بکر کے لئے سامان تیار کیا۔ روٹی والا سفرہ ہم نے تھیلے میں ڈالا۔ اسماء بہن نے کمر بند پھاڑ کر تھیلے کا منہ باندھا۔

نوٹ:

ہجرت کے وقت اماں جی نابالغ تھیں لیکن ہجرت میں جو ابو بکر کے فضائل کی ہیں ان کی راوی ہے۔

ارباب انصاف!

ہجرت اور معراج کے واقعات میں جناب ابو بکر کی نابالغ بچی کے قول کو معتبر سمجھا جائے اور مقدمہ فدک میں حسنینؑ کی گواہی کو نابالغی کی وجہ سے نامعتبر سمجھا جائے۔ یہ انصاف نہیں۔

اولاد علی! تمہارا انصاف قیامت میں خدا ہی کرے گا۔

تین سال کا بچہ ولی بن کر ماں کا نکاح کر کے دیتا ہے

اہل سنت کی معتبر کتاب "زاد المعاد" ج۱ ص ۴۰ ذکر ازواج رسول اللہؐ:

ان رسول اللہ (ص) خطب ام سلمة الی ابنها عمر بن ابی سلمة فزوجها رسول اللہ (ص) وهو یومئذ غلام حفیر۔

ترجمہ: نبی پاک نے عمر ابن ابی سلمہ سے اس کی ماں کا رشتہ مانگا اس نے ماں کا نکاح کر دیا اور اس وقت وہ بچہ تھا۔

چند سطریں اسی کے بعد ہے کہ وہ تین سال کا تھا۔

نتیجہ بحث:

ہم نے اہل سنت کی کتبِ معتبرہ سے یہ ثابت کر دیا کہ اہل سنت سمجھ دار بچوں کی بات کو جبکہ وہ بچے اپنی پارٹی کے ہوں مانتے ہیں مثلاً جناب عائشہ وقت ہجرت اور وقت معراج کم سن اور نابالغ تھیں لیکن چونکہ وہ ہجرت اور معراج میں اپنے باپ ابو بکر کے فضائل بیان کرتی ہے اس لئے چار یاری مذہب کے ملوانے اس کی کمسنی سے جان بوجھ کر آنکھ بند کر لیتے ہیں اور اس کی روایت کو دین وایمان سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔

وقل یا ابی انت کنت علی حق ام علی باطل قال علی حق قال ان کان حقاً فارض لولدک مارضیت لنفسک۔

ترجمہ : محمد نے کہا: بابا جان! خلافت کرنے میں آپ حق پر تھے یا باطل پر؟
ابو بکر نے کہا: بیٹا! میں حق پر تھا۔ محمد نے کہا: بابا جان! اگر خلافت آپ ہی کا
حق تھا تو جو بات اپنے لئے پسند کی ہے وہی بات اپنی اولاد کے لئے بھی پسند کرو۔

نوٹ :

محمد باپ کی وفات کے وقت کمسن تھا۔ یہ کھری بات اور فوری جواب اس کو کس نے سمجھایا تھا معلوم ہوتا ہے کہ اس بچے پر خدا کی خاص رحمت تھی۔

جناب ابو بکر کا ایک سمجھ دار نواسہ جو تین برس کی عمر میں جنگ خندق کے واقعات کا راوی ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح مسلم کی شرح نووی" ج ۲ ص ۲۸۱ باب فضائل زبیر:

عبداللہ بن اسماء بنت ابی بکر نے جنگ خندق میں اپنے باپ زبیر کا حال بیان کیا ہے اور ابن زبیر پہلی ہجری میں پیدا ہوا ہے۔ جنگ خندق چار ہجری میں ہوئی ہے۔ لہٰذا جب اس نے یہ جنگ دیکھی تو اس کا سن چار سال سے کچھ کم تھا۔

وامصیبتا علی الاسلام!

نامعلوم، اولاد علی نے اور فاطمہ نے ان مسلمانوں کا کیا قصور کیا تھا کہ مقدمہ فدک میں حسنین شریفین کی گواہی کو ان کی کمسنی کی وجہ سے ٹھکرا دیا۔

ملوانو! آخر مر جانا ہے۔ ابو بکر کا نواسہ عبداللہ بن اسماء بنت ابی بکر جنگ خندق سنائے اور آپ اس کی کمسنی کی وجہ سے اس کی روایت کو نہ ٹھکرائیں اور رسول اللہؐ کے نواسے امام حسنؑ اور امام حسین یہ گواہی دیں کہ جاگیر فدک ہمارا نانا ہماری اماں کو دے گیا ہے تو شرائط گواہی کا توپ خانہ آپ کے لئے کھل جاتا ہے اور آپ آل نبی کے خلاف ان کے حقوق پامال کرنے کی خاطر جی بھر کر گولہ باری کرتے ہیں۔ اگر آپ ہم پر بغض صحابہ کا الزام لگاتے ہیں تو تم بھی دشمن آل رسول ہو اور اس دشمنی کو تم نے اپنی متشرع صورتوں میں چھپایا ہوا ہے۔ آپ کا اور ہمارا فیصلہ روز قیامت میں ہوگا۔ ہمیں آپ کے ابو بکر سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے بلکہ ہم تو صرف مدنی سردار کی خاطر ان کی مظلوم آل کی طرف داری کرتے ہیں۔

وکلاء حکومت کا مقدمہ فدک میں ایک ناتمام عذر

وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى۔ (پ۳، البقرہ ۲۸۲)

اس آیت کی رو سے شریعت کا اٹل فیصلہ ہے کہ دعویٰ مال میں دو مرد گواہ ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوں۔ مقدمہ فدک میں یہ نصاب گواہوں کا پورا نہیں تھا لہٰذا ابو بکر مجبور تھا، قرآن کی مخالفت کیسے کرتا؟

نوٹ:

جس خاندان کے بچے ماں کے شکم میں قرآن کی تلاوت کرتے ہوں اور ماں کا دودھ پیتے وقت لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے ہوں، بچپن میں ہی غیب کی خبریں دیتے ہوں، پانچ اور چھ سال کے سن میں راز ہائے قدرت میں گفتگو کرتے ہوں اور قاضی یحییٰ جیسے سن رسیدہ عالم کو مناظرہ میں بے بس کرتے ہوں، جو بچے اس باب مدینۃ العلم کی اولاد ہیں جو ایک رکاب سے دوسرے رکاب تک پہنچنے میں قرآن ختم فرماتا تھا، ان کو ایسے لوگوں پر قیاس کرنا جنھوں نے بارہ سال کی محنت سے بصد مشکل سورہ بقرہ سیکھی، بہت بڑی بے انصافی ہے۔ خاندان رسالت کے اولیاء اللہ بچوں کو ان کے بچپن کی وجہ سے گواہی کے قابل نہ سمجھا۔ عترت رسول پر ظلم ہے۔

امام حسنؑ اور امام حسینؑ جو کہ جنت کے سردار تھے اور مقدمہ فدک میں گواہی دی کہ فدک فاطمہ زہراءؑ کا حق ہے۔ جناب ابو بکر پر فرض تھا کہ شہزادوں کے فرمان پر عمل کرتا لیکن اس نے فدک کو قومی تحویل میں لے کر قرآن اور سنت کی مخالفت کی ہے۔ شہزادوں کی گواہی کو ٹھکرا کر احادیث رسول اور اللہ کے کلام کی مخالفت کی ہے۔

بچہ اگر سمجھ دار ہو تو اسلام میں اس کی عظمت

جناب ابو بکر کا سمجھ دار بچہ جس نے ابّا سے کھری بات کہی

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "تذکرہ خواص الامہ" ص ۱۳۶ الباب الرابع:

جناب ابو بکر کے وقت وفات ان کا بیٹا محمد ان کے پاس آیا۔ خلیفہ نے کہا: بیٹا جاؤ اور چچا عمر کو بلا کر لاؤ تا کہ میں ان کو خلافت کے لئے نامزد کروں۔

اہل بیت پر دوسرے لوگوں کا قیاس نہ کرو

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "مودۃ القربیٰ" ص ۵۷ مودت ہفتم:

عن عبداللہ بن عمر قال اذا عددنا اصحاب النبی قلنا ابوبکر وعمر وعثمان فقال رجل یا اباعبدالرحمن فعلی ما ھو قال علی من اھل بیت لا یقاس بہ احد ھو مع رسول اللہ (ص) فی درجتہ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ ہم اصحاب نبی کو فضیلت میں یوں شمار کرتے تھے ابو بکر، عمر، عثمان۔ ایک شخص نے کہا: علی کس طرف ہیں؟ عبداللہ بن عمر نے کہا کہ علی اہل بیت اطہار میں سے ہیں۔ ان کے ساتھ کسی غیر کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہیں درجے میں۔

۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "مودۃ القربیٰ" ص ۵۷ مودت ہفتم:

قال سمعت عبداللہ بن احمد بن حنبل قال ابی عن التفضیل فقال ابوبکر وعمر وعثمان ثم سکت فقال یا ابت این علی ابن ابی طالب قال ھو من اھل بیت لا یقاس بہ ھولاء۔

ترجمہ: راوی کہتا ہے کہ عبداللہ بن امام احمد حنبل نے کہا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ رسولؐ کے بعد افضل کون کون ہیں؟ باپ نے اس ترتیب سے جواب دیا: ابو بکر، عمر، عثمان۔ اور پھر چپ ہوگئے۔ میں نے عرض کی: بابا جان!

علی ابن ابی طالب فضیلت کے کس درجے میں ہیں؟انہوں نے فرمایا: علی اہلِ بیت اطہار سے ہیں اور ابو بکر وعمر وعثمان کا علی سے قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "فتوحات مکیہ" ج۱ص۱۹۶الباب لتاسع والعشرون:

فما ظنک باهل البیت فی نفوسهم فهم المطهرون بل هم عین الطهارة۔

ترجمہ: تو اہل بیت کو اپنے گمان میں کیا خیاں کرتا ہے۔ وہ پاکیزہ ہیں بلکہ عین طہارت ہیں۔

ارباب انصاف!

ان چار حوالوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عترت رسول چونکہ عین طہارت ہیں اور مثل نبی ہیں اور ان کا غیروں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا لہٰذا جس طرح اگر نبی دعویٰ مال فرمائے تو گواہ کی ضرورت نہیں، اسی طرح اگر عترت رسول بھی دعویٰ مال فرمائیں تو گواہ کی ضرورت نہیں۔ گواہ تو عام آدمی سے مانگا جاتا ہے۔ مقدمہ فدک میں جناب ابو بکر پر فرض تھا کہ عترت رسول کے ساتھ عام لوگوں کی طرح سلوک نہ کرتا۔ نبی کریم ﷺ کی عطا کردہ جاگیر زمین فدک عترت رسول سے غصب کر کے قومی تحویل میں نہ لیتا۔

۵۔ اگر بافرض محال دو گواہ گواہی دیں کہ معاذ اللہ حضرت علیؑ یا امام حسنؑ یا امام حسینؑ یا نبی کریم ﷺ نے چوری کی ہے تو کیا ان کے بھی عام لوگوں کی طرح اسلامی قانون کے مدِّنظر ہاتھ کاٹے جائیں گے ؟ یا گواہ ہوں کو معصوم کی ہتک کرنے کے جرم کی سزا دی جائیگی؟ اگر کوئی شخص کہے کہ معاذ اللہ نبی کے ہاتھ کاٹے جائیں گے تو وہ کافر ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کی پاکیزگی کی قرآن نے گواہی دی ہے اور امام بھی آیت تطہیر اور آیت مباہلہ کی روشنی میں نفس نبی ہے اور نبی کی طرح پاکیزہ ہے۔ جس طرح نبی کے خلاف گواہی قبول نہیں اسی طرح نبی کے دعویٰ پر گواہ کی ضرورت نہیں اور امام چونکہ نفس نبی کی طرح پاکیزہ ہے لہٰذا جو بات وہ فرمائے اس پر گواہ کی ضرورت نہیں۔

حضرت علی اور حسنین ان تین اماموں نے فرمایا تھا: فدک فاطمہ زہراؑ کا حق ہے۔ جناب ابو بکر پر فرض تھا کہ اطاعت کرتا لیکن عترت رسول کے ساتھ عام لوگوں کی طرح سلوک کیا اور آیت تطہیر اور آیت مباہلہ کی مخالفت کی۔

وکلا حکومت کا خلیفہ کی صفائی کی خاطر ایک اور بوگس عذر

جناب ابو بکر نے عترت رسول کی مخالفت نہیں کی تھی بلکہ مسئلہ بتایا تھا کہ دعویٰ پر گواہوں کی ضرورت ہے۔

جواب:

جناب ابو بکر نے اس مسئلہ کو بتانے میں بھی حدیث رسول کی مخالفت کی ہے۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱- اہل سنت کی معتبر "کتاب کنزالعمال" ج ۱ ص ۷ ۴، الکتاب الاول فی الایمان والاسلام من قسم الاقوال۔

۲- "ینابیع المودۃ" ص ۳۹ باب الرابع۔

۳- اہل سنت کی معتبر "کتاب صواعق محرقہ" ص ۸۹ الآیۃ الرابع۔

"صواعق" کی عبارت ملاحظہ ہو:

فلا تقدموهما فتهلكوا ولا تقصروا عنهما فتهلكوا ولا تعدوهم فانهم اعلم منكم۔

ترجمہ: ابن حجر نے طبرانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اہل بیت سے آگے نہ بڑھنا، ان کے حق میں کوتاہی نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور ان کو شریعت کے مسئلے نہ سکھانا۔ وہ تم سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔

نوٹ:

قرآن کا علم عترت رسول، ابو بکر سے زیادہ رکھتے تھے اور رسول اللہؐ نے بھی اہل بیت کو مسئلے سکھانے سے منع کیا ہے۔ پس اگر ابو بکر نے مسئلہ بھی بتایا ہے تو بھی کتاب اور سنت کی مخالفت کی ہے۔

بلا اُجرت وکلاء کا ایک اور عذر

امام حسنؑ اور امام حسینؑ، فاطمہ زہراؑ کے بیٹے تھے۔ ماں کے حق میں بیٹوں کی گواہی کیسے قبول ہو سکتی ہے؟

جواب :

اولاد کی گواہی والدین کے حق میں شریعت میں قبول ہے۔

ثبوت ملاحظہ ہو :

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ الخلفاء" ص۱۷۵ فصل ذکر اخبار علی۔

۲- اہل سنت کی معتبر کتاب "نورالابصار" ص۱۶۸۔

جناب امیرؑ کی زرہ گم ہو گئی۔ بعد میں معلوم ہوا ایک یہودی کے پاس ہے۔ جناب امیرؑ نے شریح قاضی سے فرمایا کہ فیصلہ کرو۔ شریح نے یہودی سے بیان کیا۔ اس نے کہا: زرّہ میری ہے کیونکہ میرے ہاتھ میں ہے۔ شریح قاضی نے جناب امیرؑ سے عرض کی: آپ کے پاس گواہ ہیں؟ مولا نے فرمایا: قنبر اور حسن بیٹا گواہی دیتے ہیں کہ زرّہ میری ہے۔

فقال شریح شھادۃ الابن لاتجوز للاب فقال علی : رجل من اھل الجنۃ لاتجوز شھادۃ سمعت رسول اللہ (ص) یقول الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنہ۔

ترجمہ : قاضی شریح نے کہا بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں قبول نہیں۔ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ ایک جنتی مرد کی گواہی قبول نہیں ہے؟ میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حسن اور حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

نوٹ :

اگر بیٹے کی گواہی والدین کے حق میں قبول نہ تھی تو جناب امیرؑ حسن بیٹے کو گواہ کے طور پر پیش بھی نہ کرتے اور اگر حسن بیٹے کو جنتی ہونے کی وجہ سے پیش کیا ہے تو مقدمہ فدک میں فاطمہ زہراءؑ نے تین جنتی؛ امام حسنؑ، امام حسینؑ، حضرت علیؑ پیش فرمائے لیکن ابو بکر نے اہل جنت کے فرمان پر اعتبار نہ کیا۔ علاوہ ازیں اگر اولاد کی گواہی والدین کے حق میں قبول نہیں ہوتی تو فضائل ابو بکر و عمر میں جناب عائشہ اور حفصہ اور ابن عمر کی کوئی حدیث بھی معتبر نہیں۔

بلا اُجرت وکلاء کا ایک اور عذر

حضرت علی فاطمہ زہراؑ کے شوہر تھے اور شوہر کی گواہی بیوی کے حق میں کیسے قبول ہو؟

جواب ا۔ اگر حضرت علیؑ ان لوگوں سے ہوں جنہوں نے دنیا کے لالچ میں جنازہ رسول چھوڑا پھر تو بات کچھ بن جائے گی اور اگر شوہر علی ابن ابی طالب جیسا عابد، زاہد، متقی پرہیزگار ہو اور پھر ایسے شخص کی گواہی قبول نہ کی جائے تو بے انصافی ہے۔

۲۔ علماء کرام! آخر مرنا ہے۔ خدا کو جان دینی ہے۔ کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ تمہارے امام اعظم یا امام بخاری نے دنیا کے لالچ میں کبھی جھوٹ بولا ہو؟

اگر یہ لوگ آپ کے عقیدے میں دنیا کی خاطر جھوٹ نہیں بولتے تھے تو سید الاوصیاء امام المتقین بیوی کی خاطر دنیا کے لئے کیسے جھوٹ بول سکتے ہیں؟

شوہر کی گواہی بیوی کے حق میں قبول ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "منہاج السنہ" ج۲ ص۱۶۶ ذکر فدک:

وشهادة زوج لزوجة فيها قولان مشهوران... والثانية تقبل وهى مذهب الشافعى وابى ثور وابن منذر۔

ترجمہ: شوہر کی گواہی میں دو قول ہیں: ابو حنیفہ کے نزدیک قبول نہیں اور امام شافعی اور ابی ثور اور ابن منذر کے نزدیک شوہر کی گواہی بیوی کے حق میں قبول ہے۔

نوٹ:

جب مقدمہ فدک پیش آیا تو مذاہب اربعہ نہیں تھے اور جناب ابو بکر بھی نہ خود مجتہد تھے اور نہ کسی کے مقلد تھے۔

مقدمہ فدک میں امّ ایمن نے بھی گواہی دی تھی

س: امّ ایمن کی سچائی کا کیا ثبوت ہے؟

ج: اہل سنت کی معتبر کتب میں موجود ہے کہ وہ اہل جنت سے ہے۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

ا۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "انسان العیون" ج ا ص ۸۵ باب وفات والد النبی۔

وقد زوجھا بعد النبوۃ مولاہ زید بن حارثہ وانما رغب زید فیھا لما سمعہ عن النبی یقول من سرّہ ان یتزوّج امرءۃ من اھل الجنۃ فلیتزوّج بامّ ایمن۔

ترجمہ: امّ ایمن سے زید بن حارثہ نے اس وقت شادی کی جب نبی کریم ﷺ سے یہ سنا کہ جسے جنتی عورت سے شادی کرنا پسند ہو وہ امّ ایمن سے شادی کرلے۔

نوٹ ۱:

اہل سنت کے نزدیک امّ ایمن جنتی ہے۔ ہم کہتے ہیں جس عورت کو آپ جنتی مانتے ہیں، آپ کے عقیدہ میں وہ جھوٹ نہیں بولے گی۔ مقدمہ فدک میں ام ایمن نے گواہی دی تھی پس جناب ابو بکر پر فرض تھا کہ اس کی گواہی قبول کرتے۔

نوٹ ۲:

ابن تیمیہ کا انکار کہ ام ایمن کے جنتی ہونے کی حدیث کسی کتاب میں نہیں۔ یہ انکار بالکل فضول ہے۔ ہم نے بمعہ حوالہ حدیث پیش کردی ہے۔

جناب ابو بکر کے فدک نہ دینے کے بعد جناب علی کا ان کے بارے عقیدہ

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح مسلم" ج ۲ ص ۷۱ باب الفئ۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح ابن ابی الحدید" ج ۴ ص ۱۱۵ خطبہ کانت بایدینا فدک۔

ایک طولانی حدیث میں مذکور ہے کہ جناب عمر فاروق نے حضرت علیؑ اور جناب عباس بن عبد المطلب سے کہا کہ تم دونوں اس فدک اور میراث کے فیصلے میں میرے بھیا ابو بکر کو

"مسلم" کی عبارت ملاحظہ ہو:

فرایتماہ کاذبا اثما غادرا خائناً۔

"شرح حدید" کی عبارت ملاحظہ ہو:

تذعمان انّ ابابکر فیها ظالم فاجر۔
ترجمہ: تم دونوں ابو بکر کو جھوٹا، گناہ گار، دھوکے باز، بد دیانت سمجھتے تھے۔

وکلاء حکومت کے خلیفہ کی صفائی کی خاطر چھ عدد عذر لنگ

اعتراض:
ظالم کے پاس فیصلہ نہ لے جاؤ۔
"فروع کافی" میں ہے کہ ظالم کے پاس فیصلہ نہ لے جاؤ اگر جناب ابو بکر ظالم تھا تو سیدہ زہراءؑ ان کے پاس فیصلہ کیوں لے گئی؟

جواب ۱:
اس حدیث کا فدک کے مقدمہ سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ مقدمہ فدک میں جو حاکم ہے وہی خود مدّعا علیہ بھی ہے اور بی بی نے اس ظالم حاکم سے اپنا حق مانگا ہے۔ اگر نزاع کسی اور کے ساتھ ہوتی تو سیدہ زہراءؑ ہر گز ابو بکر کے پاس نہ جاتیں۔

جواب ۲:
اگر بی بی اس ظالم حاکم سے حق نہ مانگتی تو اہل اسلام کا معقول عذر تھا کہ بی بی نے مطالبہ ہی نہیں کیا اس میں خلیفے کا کیا قصور۔

جواب ۳:
ہم اہل سنت کو یہ الزام دیتے ہیں؛ اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے:
وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا۔ (ہود: ۱۱۳)
کہ ظالموں کی طرف تم مائل نہ ہو چاریاری مذہب میں مائل ہونا تو کجا آپ نے یزید جیسے ظالم کو چھٹا خلیفہ مانا ہے۔
کتاب "شرح فقہ اکبر" ملاحظہ فرمائیں۔ بنو ابی سفیان اور خلفاء بنو مروان کی گردان جو لکھی ہے اس کو غور سے پڑھیں۔

جواب ۴ :

ظالم حاکم سے اپنا حق مانگنا سنت حضرت موسیٰ ہے۔

ثبوت ملاحظہ ہو :

فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ۔ (طٰہٰ:۴۷)

میرے ساتھ میری قوم بنی اسرائیل کو بھیج دے اے فرعون !

جواب ۵ :

کافر بادشاہ سے اپنا حق مانگنا سنت حضرت یوسف ہے۔

ثبوت ملاحظہ ہو :

قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ۔ (پ۱۳، سورہ یوسف،۵۵)

ترجمہ : یوسف نبی نے فرمایا: ملکی خزانوں پر مجھ کو مامور کردو۔ میں ان کی حفاظت بھی کروں گا اور خوب جاننے والا ہوں۔

نوٹ :

ارباب انصاف ! جب موسی نبی نے فرعون سے اپنا حق مانگا ہے اور یوسف نبی نے مصر کے کافر بادشاہ سے اپنا حق مانگا ہے اس کے باوجود ان دونوں نبیوں کی پاکیزگی محفوظ ہے تو سیدہ زہراءؑ نے اگر ابو بکر سے اپنا حق مانگا ہے تو سیدہ کی پاکیزگی بھی محفوظ ہے۔

اعتراض ۲:

ابو بکر مالِ فدک سے بی بی کی ضروریات پوری کرتا تھا۔

جواب ۱ :

سفید جھوٹ ہے۔

اہل تشیع کی مستند کتاب کی معتبر روایت سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہے۔

جواب ۲ :

اگر غاصب کچھ حق اصل مالک کو واپس کردے تو پورے حق سے بری الذمہ نہیں ہوتا۔

اعتراض ۳ :

غصبِ فدک کے معاملہ میں اصحاب کا ابو بکر پر تنقید نہ کرنا ابو بکر کی صداقت کی دلیل ہے۔

جواب ا:

حاکم وقت کے سخت رویّہ کے خوف سے اس کے ظلم پر تنقید نہ کرنا یہ اس حاکم کی صداقت کی دلیل نہیں۔

جواب ۲ :

اصحاب کا فاطمہ زہراءؑ پر تنقید نہ کرنا جناب زہراءؑ کی صداقت کی دلیل ہے کیونکہ جناب سیدہ کی طرف تو رعب حکومت بھی نہیں تھا۔ مدینہ کے مرد وزن میں سے کوئی تو کہہ دیتا کہ بی بی خلیفہ سچا ہے۔ تیرا حق نہیں بنتا۔ تمام اصحاب اور تمام ازواج نبی کا خاموش رہنا اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ لوگ سیدہ زہراءؑ کو سچا سمجھتے تھے۔ صرف چند لوگوں نے ابو بکر کی موافقت کی ہے اور ہمارے نزدیک وہ حاکم وقت کے چمچے تھے۔

اعتراض ۴ :

منقول از باغ فدک

جناب ابو بکر نے سیدہ زہراءؑ کے سامنے اپنے مال کی پیش کش کی تھی کہ یہ میرا مال حاضر ہے۔ جتنا چاہو لے لو۔

جواب ا :

یہ سفید جھوٹ ہے کیونکہ حضرت ابو بکر بالکل بھوکے ننگے تھے۔ خلافت ملنے کے بعد کپڑوں کی گٹھڑی لے کر بازار میں جا بیٹھتے تھے۔

”طبقات ابن سعد“ ملاحظہ ہو :

جواب ۲ :

بفرض محال اگر ابو بکر نے اپنے مال کی پیش کش کی بھی ہے تو یہ ان کی سیاست تھی اور سیدہ زہراءؑ ابو بکر کے پاس گدائی کی خاطر تو نہیں گئی تھی۔ اپنے باپ کی عطا کردہ جاگیر مانگنے گئی تھی لہٰذا ابو بکر پر فرض تھا کہ حیلے بہانے نہ کرتا اور بی بی کا حق ان کو واپس دے دیتا۔

اعتراض ۵ :

اگر فدک کے کیس میں ابو بکر حق بجانب نہ ہوتا تو اصحاب اسے خلافت سے علیحدہ کر دیتے جس طرح حضرت عثمان کو ذبح کر ڈالا۔

جواب ۱ :

عثمان کو ذبح کروانے کے لئے تو بی بی عائشہ نے فتوی دیا تھا۔ رسول اللہؐ کی بیٹی صبر فرما گئیں اور معاملہ روز جزا پر چھوڑ دیا۔

جواب ۲ :

اکثر لوگوں کے دلوں میں جناب امیرؑ کے متعلق کینہ تھا "ریاض النضرۃ " اور غصب فدک کی وجہ سے جناب امیرؑ کی اس اقتصادی کمزوری پر دل ہی دل میں وہ خوش تھے۔

جواب ۳ :

مقدمہ فدک میں ابو بکر نے اصحاب کو ایک شبہ میں ڈال دیا تھا کیونکہ ایک ایسی من گھڑت حدیث پیش کر دی جس میں صدق و کذب دونوں کا احتمال تھا۔

اعتراض ۶ :

ابن تیمیہ کہتا ہے: رسول اللہؐ نے بھی ایک خادم بی بی کو دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اگر ابو بکر نے فدک نہیں دیا تو کیا ہوا؟

جواب ۱ :

ابن تیمیہ کا یہ الزام سفید جھوٹ ہے کیونکہ فضّہ نامی کنیز سیدہ زہراءؑ کو نبی پاک نے گھر کے کام کاج کے لئے عطا فرمائی تھی۔

جواب ۲ :

یہ خادم نہ دینے والی روایت ابن اعبد سے مروی ہے اور علی بن المدینی کہتا ہے کہ یہ راوی مجہول ہے۔ "مسند احمد حنبل" ج ۳ ص ۳۳۰ ملاحظہ کریں۔

جواب ۳ :

جناب سیدہ زہراءؑ نے بالفرض اگر نبی پاک سے کوئی خادم مانگا تھااور حضور خاموش ہوگئے تھے تو اس میں یقیناً حضور نے کوئی مصلحت دیکھی ہوگی ۔وحی کا انتظار کیا ہوگا کیونکہ معاذاللہ نبی پاک بی بی کا کوئی حق غصب کر کے تو نہیں بیٹھے تھے۔اگر کچھ عطا کرتے تو انعام واکرام کے طور پر دینا تھااور ابو بکر تو بی بی کا حق غصب کر کے بیٹھا تھالہٰذا دونوں میں فرق ہے۔

بلاأجرت وکلاء کا خلیفہ کو بچانے کے لئے ایک بوگس بہانہ

اعتراض :

حضرت زہراءؑ تارک الدنیااور زاہدہ تھیں لہٰذا مال دنیا کی خاطر غضبناک کیوں ہوئیں ؟

جواب :

اہل سنت کی معتبر کتاب "حجۃ اللہ البالغہ " ج ۲ ص ۱۰۱ مبحث فی المقامات :

الزھادۃ فی الدنیا لیست بتحریم الحلال و قال نعم المال ولکن الزھاد ان لا تکون بما فی ید ک اوثق منک بما فی ید اللہ۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں زہد کا یہ مطلب نہیں کہ خدا کی حلال نعمات کو اپنے اوپر حرام کرلیا جائے یا اپنے مال کو ضائع کیا جائے بلکہ زہد کا مطلب یہ ہے کہ جو نعمات خداوندی آپ تک پہنچ چکی ہیں ان پر زیادہ بھروسہ نہ رکھیں بہ نسبت ان نعمات کے جو آپ کی خاطر اللہ کے خزانے میں موجود ہیں۔

نوٹ :

زہد کا معنی جب معلوم ہوگیا، تو اگر کسی کا حق کوئی ظالم چھین لے اور وہ مظلوم اپنا حق طلب کرے تو یہ زہد کے منافی نہیں۔ جناب سیدہ زہراءؑ نے کسی حرص ولالچ کی وجہ سے ابو بکر سے سوال نہیں کیا تھا بلکہ اپنے باپ کی عطا کردہ جاگیر مانگی تھی۔ایسی طلب ہر گز منافی زہد نہیں۔

اگر تسلّی نہیں ہوئی تو اور سنیئے :

جواب ۲ :

اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ یعقوبی" ج ۲ ص ۱۶۵ ذکر خلافت عثمان :

جناب عائشہ اور عثمان میں سخت دشمنی تھی:

وکان بین عثمان وعائشه منافرة وذلک انه نقصها مما کان یعطیها عمر بن الخطاب وصیرها اسوة غیرها من نساء رسول الله (ص) فان عثمان یوماً لیخطب اذ دلت عائشه قمیص رسول الله (ص) ونادت یا معشر المسلمین هذا جلباب رسول الله (ص) لم یبل وقد ابلی عثمان سنة فقال عثمان (رب اصرف عنی کیدهن ان کیدهن عظیم)۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جناب عثمان اور حضرت عائشہ میں ایک دوسرے سے نفرت تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ بی بی عائشہ کو عمر فاروق دوسری ازواج کی نسبت زیادہ وظیفہ دیتا تھا اور جناب عثمان نے اس زیادتی کو روک لیا تھا۔ ایک دن عثمان خطبہ دے رہے تھے تو جناب عائشہ نے رسول اللہؐ کی قمیص دکھائی اور آواز دی کہ اے مسلمانوں یہ لباس رسول اللہؐ ابھی نہیں پھٹا ہے اور اس عثمان نے سنت رسول کو تار تار کر دیا ہے۔ جناب عائشہ کی یہ تقریر دل پذیر سن کر جناب عثمان نے کہا: اے خدا! ان کے مکر کو مجھ سے دور رکھ۔ ان کے فریب بڑے ہیں۔

نوٹ:

جلد انصاف!

جناب عائشہ کوئی بھوکی تو نہیں تھیں۔ باقی ازواج کو بیت المال سے جتنا وظیفہ ملتا تھا اتنا تو اماں جی کو بھی ملتا تھا اور اس کے علاوہ "بخاری شریف" "کتاب الھبہ ج ۳ ص ۱۶۱ میں ہے کہ مقام غابہ میں ان کی ایک جاگیر تھی جس کی مالیت ایک لاکھ تھی اور اللہ کے فضل وکرم سے کوئی بچہ بچی بھی نہیں تھی۔ اس سلسلہ میں کتاب "زاد المعاد" ج ا ص ۱۴۱ لابن قیم میں اتنا ملتا ہے۔

قیل انها اسقطت من النبی سقطا ولم یثبت

ترجمہ: افواہ اڑائی گئی ہے کہ بی بی عائشہ کا نبی کریم ﷺ سے ایک حمل سقط ہوا تھا لیکن یہ بات ثابت نہیں۔

ابن قیم نے من النبی کی قید اس لئے لگائی ہے۔ چونکہ ان کا ایک شوہر پہلے بھی تھا اور اس سے یہ مطلقہ ہیں۔

"طبقات ابن سعد" ملاحظہ کریں۔
اور اس پہلے شوہر سے کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔

خلاصۃ الکلام:

اماں جی عائشہ کو ازواج کے ساتھ وظیفہ بھی ملتا تھا۔ ایک لاکھ مالیت کی جاگیر بھی رکھتی تھیں۔ کوئی اولاد بھی نہ تھی لہٰذا جب عثمان نے ان کا دوہزار جو ان کو زیادہ ملتا تھا بند کر لیا۔ تو صبر کا گھونٹ بھر لیتی۔ دنیا کس کے لئے جمع کرنی تھی؟ اولاد تو تھی نہیں لیکن اماں جی سے حوصلہ نہ ہو سکا۔ عثمان کو قمیص رسول دکھائی اور ان کو سنت رسول کو پارہ پارہ کرنے کا طعنہ دیا۔ نعثل اس کا نام رکھا۔ ان کے خلاف فتویٰ دیا۔ ان کے خلاف فتنہ کی آگ بھڑکائی اور آخر میں عثمان کو ذبح کروا کے چھوڑا۔

بات کیا تھی دوہزار جو عائشہ کو زیادہ ملتا تھا وہ عثمان نے بند کیوں کر دیا۔

جناب سیدہ زہراؑ صاحب اولاد تھیں دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔

ان کو اولاد کی خاطر مال دنیا کی ضرورت تھی۔ اگر انہوں نے اپنا حق مانگا ہے تو ابن تیمیہ نے زہر اگلا ہے کہ مال دنیا کی خاطر ناراض کیوں ہوئیں اور ادھر مال دنیا کی خاطر بی بی عائشہ نے ایک خلیفہ مروا ڈالا تو ابن تیمیہ چپ ہے۔ تف ہے اس کی دیانت اور انصاف پر۔

زاہد خلیفہ نے فدک غصب کیوں کیا؟

جواب ۳:

اہل سنت کی معتبر کتاب "کنز العمال" ج۶ ص ۱۶۰ کتاب الفضائل من قسم الاقوال:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا (بقول اہل سنت): اگر میرے بعد ابو بکر کو امیر بناؤ گے تجدوہ زاھداً فی الدنیا۔ یعنی اس کو تم دنیا میں زاہد پاؤ گے۔

نوٹ:

اگر ابو بکر زاہد تھا تو نبی کی بیٹی کا حق غصب کرنے سے شرم کرتا۔ یہ اُلٹی منطق ہے کہ جس نے اولاد نبی کا حق چھینا اس کے زہد میں تو کوئی فرق نہ آیا اور جو مظلوم اپنے حق کی خاطر بول پڑے ان کے زہد میں فرق آ گیا۔

جواب ۴ :

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ۔ (پ ۲۳ سورہ ص: ۳۵)

ترجمہ : جناب سلیمان نے عرض کی اے میرے ربّ میرے لئے مغفرت فرما اور عطا کر مجھے ایسی سلطنت جو میرے بعد کسی کو نہ ملے۔ تحقیق تو بخشنے والا ہے۔

نوٹ :

حلال طریقے سے دنیا کا طلب کرنا زہد کے منافی نہیں ورنہ جناب سلیمان دنیا کی بادشاہی طلب نہ فرماتے۔

جواب ۵ :

قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ۔ (سورہ یوسف: ۵۵۔ پارہ ۱۳)

ترجمہ : (جناب یوسف نے) فرمایا ملکی خزانوں پر مجھ کو مامور کرو میں ان کو حفاظت میں رکھوں گا اور میں خوب جاننے والا ہوں۔

نوٹ :

جناب یوسف نے کافر بادشاہ سے اپنا حق مانگا ہے۔ اگر اپنا حق مانگنا منافی زہد ہوتا تو آنجناب کافر سے ہرگز سوال نہ کرتے۔

جواب ۶ :

ہمارے پیغمبر سے بڑھ کر کوئی شخص زاہد نہیں ہے اور آنجناب کے لئے بھی دنیا میں حصہ رکھا گیا ہے۔

ثبوت ملاحظہ ہو :

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ۔ (پ ۱۰ الانفال: ۴۱)

ترجمہ : اس بات کو جان لو کہ جو شئ کفار سے بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ کل کا پانچواں حصہ اللہ کا اور اس کے رسول کا ہے۔

نوٹ :

بقدر ضرورت پیغمبر کے لئے دنیا میں حصہ مقرر کیا گیا ہے اور پیغمبر اسلام اگر اپنے اس حصہ کو طلب فرمائیں تو یہ منافی زہد نہیں۔ اسی طرح زمین فدک جناب سیدہ زہراؑ کو بحکم خدا پیغمبر نے عطا

فرمائی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ابو بکر نے اس کو چھین لیا۔ اگر بی بی نے ابو بکر سے اس کا مطالبہ فرمایا ہے تو یہ منافی زہد نہیں۔

نبی کی بیٹی فاطمہ زہراءؑ کی حق تلفی کی خاطر چار یاری مذہب کی توپ کا آخری گولہ

اعتراض:

غصب کرنا بھی ظلم ہے اور غصب کو باقی رکھنا بھی ظلم ہے۔ اگر جناب ابو بکر نے فدک کو غصب کر کے ظلم کیا ہے تو حضرت علیؑ نے اپنی بادشاہی کے زمانہ میں فدک واپس کیوں نہیں فرمایا؟ ابو بکر کے طریقہ پر اس کو باقی رکھنا اور واپس نہ کرنا یہ بھی ظلم ہے۔

جناب امیرؑ کے فدک واپس نہ لینے کے تیرہ عدد جواب ملاحظہ ہوں

جواب نمبر ۱: یہ اعتراض صرف فدک کے بارے میں ہی نہیں بلکہ ان تمام کاموں کے بارے میں ہے جو اصحاب ثلٰثہ نے سنت نبی کے خلاف کئے ہیں اور اس کا جواب خود جناب امیرؑ کی زبانی آپ ملاحظہ فرمائیں۔

کتاب "روضہ کافی" ج ۱ ص ۹۵ خطبہ الامیر المومنین:

> قد عملت الولاۃ قبلی اعمالا خالفوا فیھا رسول اللہ (ص) متعمدین لخلافہ .... ولو حملت الناس علی ترکھا وحولت ھا علی مواضعھا ـــ لتفرق عنی جندی حتیٰ ابقی وحدی او قلیل من شیعتی الذین عرفوا فضلی لو امرت بمقام ابراہیم فرددته الیٰ الموضع التی وضعه فیه رسول اللہ (ص) ورددت فدک الی ورثة فاطمة علیھا السلام....اذا لتفرقوا عنی الخ۔

ترجمہ : مولا علی فرماتے ہیں کہ خلفاء نے مجھ سے پہلے کچھ ایسے کام کئے ہیں جن میں انہوں نے جان بوجھ کر رسول اللہؐ کی مخالفت کی ہے ۔ اگر لوگوں کو میں ان کاموں کو چھوڑنے کا حکم دوں اور ان کاموں کو ایسی حالت پر لوٹا دوں جس پر رسول اللہؐ کے زمانہ میں تھے تو میری فوج بغاوت کر کے میرا ساتھ چھوڑ دے گی اور میں اکیلا رہ جاؤں گا اور میرے ساتھ لوگوں میں سے جو تھوڑی مقدار میرے شیعہ ہیں جو میری فضیلت کو سمجھتے ہیں رہ جائیں گے ۔ اگر میں جبراً فدک ورثہ فاطمہ کو واپس دلوا دوں تو لوگ مجھ سے دور ہو جائیں گے ۔

جناب امیرؑ کے فدک واپس نہ لینے میں ایک حکمت

نوٹ :

فدک پر پہلے خلفاء کی وجہ سے کچھ لوگوں کا ظالمانہ قبضہ تھا جناب امیرؑ اگر رعب حکومت سے ان کو مجبور کرتے کہ فدک جن کا حق ہے ان کو واپس دے دو، تو جناب کی مخالفت میں مظاہرے شروع ہو جاتے ۔ حضور نے اسی مجبوری کے تحت مقدمہ فدک کو نہیں چھیڑا تھا۔ تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ علی کو جب بادشاہی ملی تو مخالف پارٹی کی جاگیریں چھیننا شروع کر دیں اور اپوزیشن سے انتقامی کارروائی شروع کر دی ۔ اصل غاصب مر چکے تھے اور فدک ان کے رشتہ داروں کے قبضہ میں تھا۔ اپنی خوشی سے قابضین واپس کرنے کو تیار نہ تھے۔ آنجناب اگر جبراًواپس لیتے تو وہ فریاد شروع کر دیتے کہ یہ جاگیر ہمیں ابو بکر، عمر اور عثمان نے دی تھی اور جناب امیرؑ نے بادشاہ بنتے ہی ہم پر ظلم شروع کر دیا ہے لہٰذا اس مصلحت کی مد نظر رکھتے ہوئے آنجناب نے مقدمہ فدک کو نہیں ہلایا البتہ اپنی بادشاہی کے زمانہ میں غاصبین فدک کی ان الفاظ میں مذمت فرمائی ہے ۔

کانت بایدینا فدک وشخت علیھا نفوس قوم۔

اور یہ مذمت اس امر کا ثبوت ہے کہ جناب امیرؑ غاصبین فدک کو ظالم سمجھتے تھے ۔

جواب ۲ :

چار یاری علماء حکمت و مصلحت کا تمسخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دین کے معاملے میں سختی کی جائے۔ ہم ان کو دندان شکن جواب ان کی کتابوں سے دیتے ہیں۔

ثبوت ملاحظہ ہو :

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب " صحیح بخاری " ج۱ ص ۳۳ کتاب العلم۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب " صحیح مسلم " ج۱ ص ۵۱۰ باب نقض الکعبہ وبنائھا۔

عن الاسود قال قال لی ابن الزبیر کانت عائشة تسر الیک کثیرا فما حدثتک فی الکعبة قلت قالت لی قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا عائشة لولا قومک حدیث عهدهم بکفر لنقضت الکعبة فجعلت لها بابین باب یدخل الناس وباب یخرجون۔

ترجمہ : اسود کہتا ہے کہ ابن زبیر نے مجھ سے پوچھا کہ عائشہ تجھ کو راز کی باتیں بتاتی تھی۔ کعبہ کے متعلق کیا بتایا؟ اسود نے کہا: عائشہ نے مجھے خبر دی ہے کہ نبی نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اگر تیری قوم تازہ مسلمان نہ ہوتی تو میں کعبہ کو گراتا اور اس کے دو دروازے بناتا۔ ایک سے لوگ داخل ہوتے اور دوسرے سے خارج ہوتے۔

جناب امیرؑ کے فدک واپس نہ لینے میں ایک اور مصلحت

نوٹ :

کعبۃ اللہ کا گرانا یا تو ضروری تھا اور یا ضروری نہیں تھا اگر ضروری نہیں تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیوں فرمایا کہ اگر لوگ تازہ مسلمان نہ ہوتے تو میں کعبہ گرا کر دوبارہ بناتا اور اگر کعبہ کا گرانا ضروری تھا تو حضور پر نور نے تازہ مسلمانوں کے فتنہ اور شر کے خوف سے ایک ضروری کام کو کیوں چھوڑ دیا۔

ارباب انصاف !

مذکورہ حدیث سے معلوم ہو کہ لوگوں کے فتنہ اور شر سے ڈرتے ہوئے شریعت کے بادشاہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ضروری کام کو چھوڑ دیا تھا اسی طرح جناب امیرؑ نے فدک اولاد فاطمہ کو

اپنے زمانے میں واپس نہ دلوایا کیونکہ اگر حضور فدک پر قابضین کو مجبور کرتے کہ فدک واپس کرو تو وہ لوگ فتنہ و فساد برپا کرتے۔ مولا علی نے سنت رسول پر عمل کیا اور مصلحت کو مد نظر رکھتے ہوئے خاموشی اختیار کی۔

مقدمہ فدک کو نہ چھیڑنے میں ایک اور حکمت

جواب ۳ :

اہل سنت کی معتبر کتاب "عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری" ج ا ص ۶۱۵ کتاب العلم :

بیان استنباط الاحکام: الاول قال ابن بطال فیہ انہ قد یترک یسیر من الامر بالمعروف اذا خشی منہ ان یکون سبباً لفتنۃ قوم ینکرونہ۔

ترجمہ : علامہ عینی حدیث نقض کعبہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے چند احکام استنباط ہوتے ہیں۔

ابن بطال سنی عالم کہتا ہے کہ حدیث مذکور سے یہ حکم نکلتا ہے کہ اگر امر بالمعروف کیا جائے تو کسی قوم کے فتنہ اور شر کا ڈر ہے کہ وہ اس کی مخالفت کرے گی تو ایسے نیک کام کے حکم دینے کو چھوڑ دیا جائے۔

نوٹ :

جناب امیرؑ کے لئے فدک واپس کرنا اہل سنت کے عقیدہ میں امر بالمعروف تھا اور اگر کسی نیکی سے فتنہ اور شر کے پیدا ہونے کا خوف ہو تو اس کا چھوڑنا جائز ہے لہٰذا جناب امیرؑ اگر قابضین فدک کو مجبور کرتے کہ وہ فدک واپس کریں تو ابو بکر، عمر اور عثمان کی قوم کے فتنہ کا ڈر تھا لہٰذا سنت رسول پر عمل کیا اور خاموشی اختیار کی۔

جناب امیرؑ کے فدک واپس نہ لینے میں ایک اور مصلحت

جواب نمبر ۴:

اہل سنت کی کتاب "عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری" ج ا ص ۶۱۵ کتاب العلم :

الثانی فیہ ان النفوس تحب ان تساس کلھا لما تا ئنس الیہ فی دین اللہ من غیر الفرائض۔

ترجمہ: اہل سنت کے عالم علامہ عینی حدیث نقض کعبہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے دین میں ان کو اس بات پر چلایا جائے کہ جس سے وہ مانوس ہوں۔ البتہ فرائض میں یعنی نماز روزہ میں سختی کی جائے۔

نوٹ:

علامہ کا مطلب یہ ہے کہ کعبہ کی ایک شکل سے لوگ مانوس ہوگئے تھے اگر رسول اللہؐ اسے تبدیل کرتے تو تازہ مسلمان فتنہ وفساد برپا کرتے۔

ارباب انصاف!

فدک کو غصب ہوئے پچیس سال ہوگئے تھے جنہوں نے غصب ہوتے دیکھا تھا وہ لوگ اکثر مرگئے تھے۔ جناب امیرؑ کی بادشاہی کے زمانے میں جو لوگ موجود تھے ان میں اکثر ایسے تھے جنہوں نے فدک کو ابو بکر، عمر اور عثمان کی اولادوں کے قبضے میں دیکھا جناب امیرؑ اگر رعب حکومت سے فدک پر قابضین لوگوں کو مجبور کرتے کہ وہ فدک واپس کریں تو فتنہ فساد برپا ہو جاتا لہٰذا بنو اُمیہ اور جناب عائشہ کے خوف سے مولا علی نے مقدمہ فدک کو نہ چھیڑا۔

فدک واپس نہ لینے میں اور حکمت

جواب:

اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح مسلم کی شرح نووی" ج۱ ص۴۲۹ باب نقض الکعبۃ وبنائھا

وفی ھذا الحدیث دلیل القواعد من الاحکام منھا اذا تعارضت المصالح او تعارضت مصلحۃ ومفسدۃ و تعذر الجمع بین فعل المصلحۃ وترک المفسدۃ بدی بالاھم۔

ترجمہ: علامہ نووی حدیث نقض کعبہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث کئی احکام کے قوانین کی دلیل ہے۔

جب دو عدد مصلحت آپس میں ٹکرا جائیں یا ایک مصلحت اور ایک مفسدہ آپس میں ٹکرا جائیں تو جس طرف اہمیت زیادہ ہو گی اس کی رعایت کی جائے گی مثلاً نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ کعبہ کو دوبارہ بنانے میں مصلحت بھی ہے اور تازہ مسلمانوں کے فتنہ اور فساد کا ڈر بھی ہے۔ چونکہ فتنہ فساد میں لوگوں کے مرتد ہونے کا خوف تھا اس لئے جانب مفسدہ کی رعایت کی اور کعبہ کو گرا کر دوبارہ نہ بنایا۔

نوٹ :

فدک کو واپس کرنے میں یہ مصلحت تھی کہ لوگوں پر ظاہر ہو جائے کہ یہ ظلم سے چھینا گیا تھا اور اس کو واپس کرنے میں یہ مفسدہ بھی تھا کہ جو لوگ فدک پر قابض ہیں وہ واویلا شروع کر دیں گے کہ یہ فدک تو ہمیں ثلاثہ نے دیا تھا۔ حضرت علیؑ بادشاہ بنے ہیں تو ہماری جاگیریں چھیننا شروع کر دی ہیں۔ جناب کے زمانے میں فدک پر حزب مخالف قابض تھے۔ اگر جناب انہیں مجبور کر کے واپس لیتے تو جناب کے اس فیصلہ کو وہ غلط رنگ دے کر رعایا کو آنجناب کے خلاف بھڑکاتے۔ مولا علیؑ نے جانبِ مفسدہ کی رعایت کی اور خاموشی اختیار کی۔

جواب نمبر۶:

جاگیر فدک واپس نہ لینے کی ایک اور حکمت

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح مسلم کی شرح نووی" ج۱ص۴۲۹ باب نقض کعبہ:

منها فكر ولي الامر في مصالح رعيته واجتنابه ما يخاف منه تولد ضرر عليهم في دين اور دنيا الا الامور الشرعيه لاخذ الزكواة واقامة الحدود ونحو ذالک۔

ترجمہ: حاکم کو رعایا کے معاملات میں غور وفکر سے کام لینا چاہیے اور جس بات سے کسی بہت بڑے فساد یا فتنہ وشر کے پیدا ہونے کا خطرہ ہو اس کو ہرگز نہ کرے البتہ امورِ شرعیہ مانند زکواۃ وصول کرنے کے اور حدود جاری کرنے کے، ان میں کسی کی رعایت نہ کرے۔

نوٹ : ارباب انصاف!

ظالم کا ظلم کرنا برا ہے، مظلوم کا صبر اور خاموشی اختیار کرنا برا نہیں۔ ظالم پر واجب ہے کہ وہ ظلم سے چھینا ہوا مال خود واپس کرے۔ مظلوم پر یہ تو واجب ہے کہ اگر ظالم اس کو مال واپس دے تو قبول کرے لیکن اگر وہ واپس نہ کرے تو مظلوم پر اس سے جنگ کرنا واجب نہیں اور اپنا مال زبردستی چھیننا واجب نہیں بلکہ مظلوم اپنے مقدمہ کے فیصلہ کو روز قیامت تک ملتوی کردے تو اس کو اختیار ہے۔ جناب امیرؑ کے زمانہ میں جو ظالم فدک پر قابض تھے ان پر واجب تھا کہ وہ خود بخود فدک واپس کرتے لیکن انہوں نے واپس نہیں کیا لہٰذا تمام گناہ اور قصور ان کا ہے۔

اعتراض: از شاہ عبدالعزیز:

غصب کو باقی رکھنا بھی گناہ ہے۔

جواب:

گناہ تو ہے لیکن غاصب اور قابض کے لئے۔ مظلوم اگر خاموشی اختیار کرے تو یہ اس کا صبر ہے نہ کہ جرم ہے۔

جواب:

علاقہ فدک واپس نہ لینے میں ایک اور راز

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح مسلم کی شرح نووی" ج۱ص۴۲۹ باب نقض الکعبہ:

ومنھا تالف قلوب الرعیۃ وحسن حیاطتھم وان لا ینفروا ولا یتعرض لما یخاف تنفیرھم بسببہ مالم یکن فیہ ترک امر شرعی کما سبق۔

ترجمہ: حاکم کو رعایا کی دلداری کرنا چاہیے۔ حاکم ایسا کام نہ کرے جس سے رعایا میں نفرت پیدا ہو، البتہ اس دلداری میں ترک واجب لازم نہ آئے۔

نوٹ :

حضرت علی کے زمانے میں فدک پر بنی امیہ قابض تھے اور یہ وہ خاندان ہے جو رسول اللہؐ کا سخت دشمن تھا اور آنجناب ان کی دلجوئی کرتے تھے تاکہ ان کے شر سے محفوظ رہیں۔ جناب امیرؑ کے زمانہ

حکومت میں فدک پر بنو امیہ قابض تھے۔ بنو امیہ کا فرض تھا کہ فدک اولاد فاطمہ کو خود بخود واپس کرتے لیکن انہوں نے واپس نہیں کیا۔ اور اگر جناب امیرؑ انہیں رعب حکومت سے مجبور کرتے کہ فدک واپس کرو تو بنو امیہ شرارتی قوم تھی۔ شر وفساد برپا کرتے اور جناب امیرؑ اس وقت کے بادشاہ تھے اور سب لوگ جناب کی رعایا تھے۔ لہٰذا جناب نے اور جناب کی اولاد نے نہ تو اپنے حق سے ہاتھ اٹھایا اور نہ ہی ان کو بخشا۔ حاکم ہونے کی حیثیت سے جناب امیرؑ نے ان کی اتنی دلجوئی فرمائی کہ اپنا حق رعب حکومت سے واپس نہیں لیا اور یہی وجہ ہے کہ بنو امیہ میں سے جو آدمی کچھ نہ کچھ انسان تھا عمر بن عبدالعزیز اسے احساس ہوا اور اس نے اپنے زمانے میں فدک اولاد فاطمہ کو واپس کر دیا۔

حضرت علیؑ کی بادشاہی کے وقت زمین فدک پر مروان کا قبضہ تھا

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "مرقاۃ شرح مشکواۃ" ج۸ ص۱۰۶ باب الفیٔ فصل الثانی۔
۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "سنن الکبریٰ" ج۶ ص۳۰۱ کتاب الفیٔ۔
۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "وفاء الوفا" ج۳ ص۱۰۰۰ ذکر طلب فاطمہ من ابی بکر صدقات ابیھا۔
۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "رف لابن قیتبہ الدینوری" ص۸۴ اخبار عثمان ابن عفان۔
۵۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "سنن ابی داؤد" کتاب الخراج۔

"مرقاۃ" کی عبارت ملاحظہ ہو:

(ثم ....مروان) ای فی زمن عثمان والمعنی جعلها قطیعة لنفسه وتوابعه والقطیعة الطائفة من الخراج یقطعها السلطان من یرید ومروان هو مروان بن الحکم جد عمر بن عبد العزیز۔

ترجمہ ملخّص: عثمان کے زمانہ میں مروان نے عثمان کی خاص نوازش سے فدک کو اپنی خاص ذاتی جاگیر بنالیا تھا۔

نوٹ :

عثمان بن عفان نے مروان بن حکم کو سیرت شیخین کی مخالفت کرتے ہوئے تمام علاقہ فدک عطا کر دیا تھا۔ جب جناب امیرؑ بادشاہ بنے تو یہ علاقہ فدک مروان کے پاس تھا اور مروان جناب امیرؑ کا اس طرح دشمن تھا جس طرح ابلیس حضرت آدم کا دشمن تھا۔ مولا علی اگر مروان کو رعب حکومت سے مجبور کرتے کہ فدک واپس کر دو تو مروان چلا اٹھتا اور کہتا کہ یہ فدک میں نے تو آپ سے نہیں چھینا بلکہ ابو بکر و عمر اور عثمان نے چھینا تھا۔ اگر قصور ہے تو انہی کا ہے اور میں ان کو خلفاء سمجھتا ہوں اور ان کے فیصلے کو عین اسلام سمجھتا ہوں اور آپ بادشاہ اسلام تو بن گئے مگر میرے اوپر ظلم نہ کریں۔ اگر آپ کا حق بھی ہے تو جس طرح پہلے صبر فرمایا ہے اب بھی صبر کرو اور حاکم کو رعایا سے نرمی کرنی چاہیے۔ جناب امیرؑ حاکم ہیں اور مروان محکوم ہے۔ جس حاکم نے اپنے قاتل کو جام شربت پلایا اس کی شان سے دور تھا کہ مروان پر تشدد کر کے اپنا حق واپس لے لیتا۔

سیدہ زہراءؑ کی حق تلفی کی خاطر وکلاء خلیفہ کا ایڑی چوٹی کا زور

اعتراض :

مولا علی شیر خدا تھے۔ فاتح خیبر و خندق تھے۔ شجاعت میں جناب کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ رافضیو! شرم کرو، اتنے بڑے بہادر کو جس کے سر پر دین و دنیا کی بادشاہی کا تاج بھی ہے، تم اس کو اس طرح مجبور اور بے بس ثابت کرتے ہو کہ وہ رعایا سے ڈرتا تھا۔ اس کی زوجہ کا حق زمین فدک غصب ہو گیا اور وہ خاموش بیٹھا رہا۔ اپنی بادشاہی کے وقت بھی ایسا مجبور رہا کہ وہ زمین فدک واپس نہ لے سکا۔

چاند کو دو ٹکڑے کرنے والے پیغمبر کی مکہ میں بے بسی اور مجبوری

جواب :

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ خمیس" ج ۱ ص ۳۷۲ ذکر ہجرت زینب۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "سیرت ابن ہشام" ج ۲ ص ۶۵۲ ذکر ہجرت زینب۔

"تاریخ خمیس" کی عبارت ملاحظہ ہو :

وعن عائشة قالت کان الاسلام فرق بین زینب وبین ابی العاص الا ان رسول اللہ (ص) لا یقدر ان یفرق بینهما و کان مغلوباً بمکة۔

ترجمہ : جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ زینب جو مقبول اہل سنت بنت رسول ہے اور ابی العاص جوان کا شوہر ہے ان میں اسلام نے جدائی ڈال دی تھی لیکن رسول اللہؐ مکہ میں اس طرح مغلوب و مجبور تھے کہ زینب کو اس کافر سے جدا نہ کر سکے۔

"سیرت ابن ہشام" کی عبارت ملاحظہ ہو :

وکان رسول اللہ (ص) لا یحل بمکة ولا یحرّمه مغلوباً علی امره وکان الاسلام قد فرق بین زینب بنت رسول اللہ (ص) حین اسلمت وبین ابی العاص ابن الربیع الا ان رسول اللہ (ص) کان لا یقدر ان یفرق بینهما فاقامت معه علی اسلامها وهو علی شرکه حتی هاجر رسول اللہ (ص)۔

ترجمہ : رسول خدا مکہ میں اس طرح مجبور تھے کہ نہ کسی چیز کو حلال کر سکتے تھے نہ حرام اور زینب جو بقول اہل سنت بنت رسول ہے جب اسلام لائی تو اس میں اور اس کے شوہر ابی العاص بن الربیع میں اسلام نے جدائی ڈال دی۔ لیکن رسول اللہؐ اپنی مجبوری کی وجہ سے قدرت نہ رکھتے تھے کہ زینب اور ابوالعاص کو جدا کر دیں۔ پس زینب باوجود اسلام لانے کے اس کافر کے ساتھ رہی اور وہ اپنے شرک پر باقی رہا حتی کہ رسول اللہؐ نے ہجرت فرمائی۔

نوٹ :

زینب بقول اہل سنت بنت نبی ہے اور بدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۳۳۲ میں ہے کہ زینب حضور کے وقت بعثت ایمان لائی ہے اور اس کا شوہر ابوالعاص کافر رہا اور جنگ بدر کے بعد مسلمان ہوا ہے اور بقول جناب عائشہ ان دونوں میاں بیوی میں اسلام نے جدائی ڈال دی تھی لیکن حضور پر نور مکہ میں ایسے مجبور اور بے بس تھے کہ زینب کو اس مشرک سے واپس نہ لے سکے حالانکہ حضور کی طاقت کا یہ عالم تھا کہ زمین پر کھڑے ہو کر چاند کے دو ٹکڑے کر دیے۔ اہل سنت عمر فاروق کی بڑی تعریف کرتے ہیں کہ وہ کافروں پر بڑے سخت تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ ان کی سختی مکہ میں کہاں گئی؟ ان کو غیرت نہ آئی ابو بکر، عمر، عثمان تینوں چپ ہیں۔ اگر یہ سچے یار تھے تو مکہ میں لڑ مرتے اور زینب کو نبی کے گھر واپس لے آتے۔

اس مسئلہ میں تو نبی کریم ﷺ کو نہ ابو بکر کی شجاعت کام آئی اور نہ عمر کا کفار پر سخت ہونا کام آیا اور نہ ہی عثمان کے حیاء نے کوئی فائدہ دیا۔

ارباب انصاف!

زمین فدک مال دنیا ہے اور مقدمہ زینب ناموس کا مسئلہ ہے ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اگر ابو بکر، عمر اور عثمان جیسے یاروں کے ہوتے ہوئے اہل سنت آنجناب کو مکہ میں اتنا بے بس و مجبور مانتے ہیں کہ حضور اس کافر سے زینب کو واپس نہ لا سکے تو مولا علی کو ہم نبی کریم ﷺ سے کوئی افضل تو نہیں سمجھتے۔ اگر آنجناب ثلاثہ کے زمانہ میں یا اس کے بعد اس طرح مجبور ہوں کہ زمین فدک کو غاصبین سے واپس نہیں لے سکے تو اس میں کوئی تعجب نہیں کیونکہ چاریاری مذہب نے نبی کریم ﷺ کو اس طرح مجبور مان لیا ہے کہ اس کے بیان کرنے سے بھی شرم آتی ہے۔

جواب ۹ :

فدک اور خلافت کی خاطر تلوار نہ اٹھانے کی حکمت

اہل سنت کی معتبر کتاب "الاستیعاب فی اسماء الاصحاب" ج ا ص ۴۹۰ حرف الراذ کر رفاع بن رافع :

عن الشعبی قال لما خرج طلحة والزبیر کتبت ام الفضل بنت الحرث الی علی بخروجهم فقال علی: العجب لطلحة والزبیر ان الله عزوجل لما قبض رسول الله (ص) قلنا نحن اهله واولیاؤه لاینازعنا سلطانه احد فابی علینا قومنا قولوا غیر نا وایم الله لو لا فحافة الفرقة وان یعود الکفر ویبور الدین لغیرنا فصبرنا علی بعض الالم ثم لم نر بحمد الله الاخیرا۔

ترجمہ : (جب طلحہ اور زبیر نے جناب کے خلاف بغاوت کی) تو جناب نے فرمایا تھا کہ طلحہ اور زبیر کے لئے تعجب ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو واپس بلایا تھا تو ہم نے کہا تھا کہ رسول کے اہل بیت ہم ہیں اور آنجناب کے اولیاء ہم ہیں (لہٰذا رسول کے بعد آنجناب کی سلطنت کے وارث ہم ہیں)۔ ہمارے ساتھ ان کی بادشاہی میں کوئی جھگڑا نہیں کرے گا۔ پس انکار کیا ہم پر ہماری قوم نے اور ہمارے غیر کو حاکم بنا دیا۔ خدا کی قسم! اگر اختلاف کا اور کفر

کے دوبارہ واپس آنے کا اور دین کے تباہ ہونے کا ڈر نہ ہوتا تو ہم (دشمن کے منصوبہ کو) تبدیل کر دیتے۔ ہمارے حقوق تلف ہوئے پس ہم نے صبر کیا۔

نوٹ :

خلافت اور زمین فدک دونوں اہل بیت کے حق تھے اور دونوں غصب ہوئے تھے۔ جس مصلحت وحکمت کے پیش نظر جناب امیرؑ نے اپنا حق خلافت بزور شمشیر نہیں لیا اسی مصلحت کی رو سے آنجناب نے مروان کو مجبور کر کے فدک بھی واپس نہیں لیا۔

جواب نمبر ۱۰:

فدک جبراً واپس نہ لینے میں ایک اور حکمت

اہل سنت کی معتبر کتاب "لغات الحدیث" ج ۲ ص ۷۹ کتاب: خ مولف وحید الزمان:

لولا عهد رسول الله (ص) الی لاوردت المخالفين خليج المنية.

ترجمہ : جناب امیرؑ کا فرمان ہے کہ اگر رسول اللہؐ نے مجھ سے ایک عہد نہ کیا ہوتا تو میں مخالفین کو موت کے گھاٹ اتار دیتا۔

نوٹ :

مذکور ہو چکا ہے کہ جناب امیرؑ کے زمانے میں فدک پر مروان قابض تھا اور مروان پر فرض تھا کہ زمین فدک خود بخود آنجناب کو واپس کر دیتا لیکن اس نے فدک کو واپس نہیں کیا۔ اور یہ مروان حزب مخالف کا بہت بڑا کارکن تھا۔ اگر جناب امیرؑ اس کو مجبور کرتے کہ فدک واپس کر دے تو اسے یقیناً موت کے گھاٹ اتارنا پڑتا اور اس بات سے نبی کریم ﷺ کے عہد کی مخالفت لازم آتی تھی پس مولا علی نے صبر فرمایا اور آنجناب کے صبر سے نہ تو ثلاثہ کی خلافت برحق ثابت ہوتی ہے اور نہ ہی ابو بکر کا فدک غصب کرنے میں بے قصور ہونا ثابت ہوتا ہے۔

جواب نمبر ۱۱:

الزامی جواب ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب " صحیح بخاری" ج ۹ ص ۶۹ کتاب الاحکام

قال عمر لولا ان یقول الناس زاد عمر فی کتاب اللہ لکتبت آیۃ الرجم بیدی۔

ترجمہ: جناب عمر کہتے ہیں کہ اگر لوگوں کے یہ کہنے کا ڈر نہ ہوتا کہ عمر نے قرآن میں زیادتی کی ہے تو آیت رجم میں اپنے ہاتھ سے قرآن میں لکھتا۔

نوٹ:

ارباب انصاف!

اگر جناب امیرؑ فدک واپس کرنے پر مروان کو مجبور کرتے تو وہ فتنہ فساد برپا کرتا۔ جس طرح لوگوں کے فتنہ سے ڈرتے ہوئے عمر فاروق نے قرآن کی آیت کو قرآن میں داخل نہیں کیا اور اس کے باوجود اس کی ہیبت و رعب میں کوئی فرق نہیں آیا اسی طرح جناب امیرؑ نے مروان کو فدک واپس کرنے پر مجبور نہیں کیا اور جناب کی بہادری میں بھی کوئی فرق نہیں آیا۔

جواب نمبر ۱۳:

فدک جبراً واپس نہ لینے کا ایک اور راز

اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح بخاری" ج ۶ ص ۱۵۴ کتاب التفسیر سورۃ منافقون:

فقام عمر فقال یا رسول اللہ (ص) دعنی اضرب عنق ھذا المنافق فقال النبیؐ دعہ لا یتحدث الناس ان محمد یقتل اصحابہ۔

ترجمہ: ایک منافق کی گستاخی کے بعد جناب عمر نے کہا کہ یا رسول اللہؐ مجھ کو اجازت دیجئے میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ آنجناب نے فرمایا: جانے دو، اے عمر! تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ محمدؐ اپنے اصحاب کو قتل کرواتا ہے۔

نوٹ:

جس طرح نبی کریم ﷺ نے اس منافق کے قتل سے گریز فرمایا تھا تاکہ عام لوگ یہ نہ کہیں کہ محمدؐ اپنے اصحاب کو قتل کرواتا ہے اسی طرح جناب امیرؑ نے غاصبین فدک اور مروان کو مجبور نہیں کیا کہ وہ فدک واپس کریں کیونکہ اگر انہیں مجبور کیا جاتا تو قتل تک نوبت پہنچ جاتی اور عام لوگ یہ کہتے کہ علی ابن ابی طالب اپنے مفاد مال دنیا کی خاطر اپنی رعایا کو قتل کر رہے ہیں۔ جس مصلحت کی

رو سے نبی کریم ﷺ نے خاموشی اختیار کی تھی اسی مصلحت کی رو سے مولا علی نے بھی خاموشی اختیار فرمائی تھی۔

سیدہ زہراءؑ کی حق تلفی کی خاطر وکلاء خلیفہ کا لچڑپن

اعتراض :

اہل تشیع ہر بات میں مصلحت کارٹا لگاتے ہیں انسان کو دین کے معاملہ میں سخت ہونا چاہیے ورنہ دین کی خلاف ورزی میں لوگ نڈر ہو جائیں گے۔ جناب امیرؑ کو فدک واپس کرنے میں سختی سے کام لینا چاہیے تھا لیکن آنجناب نے مخالف پر تشدد کر کے فدک واپس نہیں لیا، پس معلوم ہوا کہ ابو بکر فدک پر قبضہ کرنے میں حق بجانب تھا۔

جواب :

دین اللہ کا ہے اور وہ بڑا صبر والا ہے اس نے سزا کے لئے ایک دن مقرر کیا ہے اور وہ دن ظالموں کے لئے گھاٹے والا ہے۔ جس طرح رب العزت لوگوں کے بڑے سے بڑے ظلم کو دیکھتا ہے اور اس کی سزا روز قیامت تک کے لئے ملتوی کر دیتا ہے اسی طرح امام اور نبی بھی امت کے مظالم پر صبر کرتے ہیں اور سزا کو روزِ جزا تک چھوڑ دیتے ہیں۔ رہا مصلحت والا کانٹا جو خلیفہ جی کے بلا اجرت وکلاء کو کھٹکتا ہے چبھتا ہے اور بار بار طنز کرتے ہیں کہ فدک حضرت علیؑ نے کیوں واپس نہ لیا۔ واپس نہ لینے میں کیا مصلحت تھی؟ مصلحت کے متعلق ہم بارہ عدد جواب ذکر کر چکے ہیں اور مزید ملاحظہ ہو۔

جواب نمبر ۱۳ :

بدو سردار کی جناب عائشہ کے متعلق گستاخی اور نبی پاک کا صبر

اہل سنت کی معتبر کتاب "الاستیعاب فی اسماء الاصحاب" ج ۳ ص ۱۶۷ ذکر عینیہ بن حصن :

دخل علی رسول اللہ (ص) بغیر اذن فقال له رسول اللہ (ص) وأین الاذن مااستأذنت علی احد من مضرو کانت عائشه رضی اللہ عنها مع النبی (ص) جالسة فقال من هذه الحمیرا فقال ام المومنین قال افلا انزل لک عن اجمل منها فقالت عائشة من هذا یا رسول اللہ (ص) قال هذا احمق مطاع وهو علی ما ترین سید قومه۔

ترجمہ : ایک دن عیینہ بغیر اجازت کے نبی پاک کے گھر گھس آیا ۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: اذن کیوں نہیں لیا؟ اس نے کہا: قبیلہ مضر کے کسی آدمی سے میں نے کبھی اجازت نہیں مانگی ۔ نبی کریم ﷺ کے پاس اس وقت بی بی عائشہ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس بدو سردار نے پوچھا کہ یہ لال رنگ والی کون ہے؟ آنجناب نے فرمایا: یہ ام المومنین میری زوجہ عائشہ ہے۔ اس بدو سردار نے کہا: حضور! اگر آپ کہیں تو میں اس کے بدلے اس سے زیادہ خوبصورت عورت آپ کو لادوں ۔ اماں جی عائشہ نے پوچھا: یہ وہیات کون ہے ۔ جناب نے فرمایا: یہ احمق ہے جیسا کہ تو دیکھ رہی ہے اور اپنی قوم کا سردار ہے ۔

نوٹ :

اگر کوئی شخص کسی کے گھر میں بغیر اجازت کے گھس جائے اور صاحب خانہ کو کہے کہ تمہاری لال رنگ والی بیوی سے اپنی بیوی کا سودا کرتا ہوں اور صاحب خانہ اس کی دونوں حرکتوں پر اس کو ملامت نہ کرے تو ان دو باتوں میں سے ایک ضرور ہے: یا تو صاحب خانہ غیرت کے معنی نہیں جانتا اور یا کسی مصلحت و مجبوری کی وجہ سے خاموش ہے ۔ ہمارے نبی کے گھر بلا اجازت وہ بدو سردار گھس آیا تھا اور بی بی عائشہ کو دیکھ کر تبادلہ کی پیشکش کی۔ آنجناب کا خاموش رہنا معاذ اللہ اس لئے نہ تھا کہ حضور کو غیرت کا معنی معلوم نہ تھا بلکہ کسی مصلحت و مجبوری کی بناپر خاموشی اختیار کی۔

ارباب انصاف!

مولا علی جب بادشاہ ہوئے تھے اور اس سے پہلے ابو بکر نے جناب کی زوجہ سیدہ زہراءؑ کا حق زمین فدک غصب کیا۔ چار یاری مولانا ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ اگر ابو بکر غصب فدک میں ظالم تھا تو جناب امیرؑ نے اپنے دور حکومت میں واپس کیوں نہ لیا۔ ہم کہتے ہیں واپس نہ لینے میں کوئی مصلحت ہوگی ۔ مثلاً مروان فدک پر قابض ہوگیا تھا اور مروان اس بدو سردار کی طرح بالکل بدھو تھا۔ اگر جناب امیرؑ مروان کو رعب حکومت دکھاتے تو وہ اپنی حماقت کی وجہ سے فتنہ وفساد برپا کرتا پس جناب امیرؑ بھی رسول خدا کی طرح خاموش ہوگئے تھے کیونکہ جناب عائشہ تو بقول اہل سنت محبوبہ

رسول تھی اور اس کی تصویر ریشم کے پارچہ میں فرشتہ لایا تھا۔ اس گستاخ بدو کا یہ کہنا کہ میں اس لال رنگ والی سے اپنی بیوی کا تبادلہ کر کے دیتا ہوں بہت بڑی گستاخی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا اپنی اس پیاری زوجہ کے بارے میں یہ سن کر خاموش ہو جانا یقیناً کسی مصلحت کی وجہ سے تھا اور مصلحت والا تلخ لقمہ جو ملّاں کے حلق سے نہیں اترتا تھا یہاں آ کر اتر گیا ہے۔

مسئلہ میراث النبیؐ

ا۔ مسئلہ فدک کی مانند مسئلہ میراث النبی میں بھی اہل تشیع اور اہل سنت کا اختلاف ہے اور باعث اختلاف یہ ہے کہ ہجرت کے بعد جب ہمارے رسول مدینہ میں تشریف لائے تو جناب کے مشن کی روز افزوں ترقی دیکھ کر کفار نے مرعوب ہو کر اپنی کچھ زمینیں اور باغات آنجناب کو دے کر صلح کر لی تھی اور ایسی املاک قانون اسلام میں ہمارے رسول کی ملکیت قرار پائی تھی اور اسلامی قانون ہے کہ کسی کی وفات کے بعد اس کے ترکہ اور مال کو قومی ملکیت میں نہیں لیا جاتا۔ اور ہمارے نبی نے بحکم خدا علاقہ فدک کی زمین اپنی بیٹی فاطمہ زہراءؑ کو عطا فرما دی۔

۲۔ جب رسول اللہؐ کی وفات ہوئی تو آنجناب کا جانشین امیر المومنین علی ابن ابی طالب تھا اور ان کی خلافت کا اعلان آخر حج سے واپسی کے بعد میدان غدیر خم میں فرما دیا تھا لیکن کچھ دنیا پرست لوگوں نے ایک سازش کی اور عام لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اور رسول کے صحیح جانشین کو نیابت کے فرائض انجام دینے سے روک دیا۔ اور ان کی سازش کی کامیابی کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ نبوی میں جو جنگیں ہوئی ہیں ان میں جناب امیرؑ کی تلوار سے بحکم خدا اور رسول کفار قبائل کے سردار مارے گئے تھے۔ عرب کینہ شتر رکھنے میں مشہور تھے اور تازہ مسلمان تھے۔ ان کے دل مولا علی کے متعلق صاف نہیں تھے۔ دنیا پرست لوگوں نے عام لوگوں کی ایمانی کمزوری سے فائدہ اٹھایا اور ایسا غلط اقدام کیا کہ جس کا خمیازہ ملت مسلمہ آج تک بھگت رہی ہے۔ ملوانے پیٹ کی خاطر لاکھ پردہ پوشی کریں لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ملت مسلمہ میں اختلاف کے ذمہ دار اصحاب نبی ہیں۔

۳۔امیر المومنین علی ابن ابی طالب کو ان کے حق سے محروم کرنے کے بعد ان لوگوں نے جناب ابو بکر کو خلیفہ بنا دیا۔ اتنی بڑی تبدیلی کے بعد نظریات میں تبدیلی آئی اور حکومت کی پالیسی میں بھی تبدیلی آئی لہٰذا ابو بکر نے پہلی مخالفت تو قانون اسلام کی یہ کی ہے کہ اپنے لئے منصب خلافت کو قبول کر لیا حالانکہ خدا اور رسول نے ان کو یہ منصب عطا نہیں فرمایا تھا اور دوسری یہ مخالفت کی کہ جاگیر فدک اور وہ زمینیں جو رسول اللہؐ کی ملکیت تھیں، نبی کی اولاد کو ان سے محروم کر کے قومی ملکیت میں لینے کے بہانے ان پر قبضہ کر لیا۔

۴۔ چونکہ علاقہ فدک کی زمین نبی کریم ﷺ بحکم خدا اپنی بیٹی کو دے چکے تھے لہٰذا نبی کی بیٹی نے زمین فدک کی واپسی کا ابو بکر سے مطالبہ فرمایا اور ابو بکر نے دینے سے انکار کر دیا۔ بی بی نے دعویٰ ہبہ فرمایا تھا۔ ابو بکر نے گواہ طلب کئے تھے۔ اس مقدمہ کی پوری تفصیل ہم بیان کر چکے ہیں۔

۵۔ اگر کسی مال پر کسی شخص کا کئی طرح سے حق بنتا ہو تو صاحب مال حق رکھتا ہے کہ جس طریقے سے چاہے مطالبہ کر سکتا ہے لہٰذا نبی کی بیٹی فاطمہ زہراؑ نے زمین فدک پر ایک دوسرے طریقے سے بھی دعوی فرمایا تھا اور وہ یہ ہے کہ فدک اور دوسری زمینیں میرے باپ رسول اللہؐ کی ملکیت ہیں اور اسلام میں بیٹی اپنے باپ کی وارث ہوتی ہے لہٰذا میں رسول اللہؐ کی وارث ہوں۔ بی بی کے اس دعویٰ کے بعد خلیفہ نے یہ عذر پیش کیا کہ حضور کی حدیث ہے جو میں نے سنی ہے کہ ہم گروہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا سیدہ زہراؑ نے اس جواب کو ٹھکرا دیا اور ابو بکر پر ناراض ہو گئی تھیں۔

ارباب انصاف!

اب ہم مسئلہ میراث النبی کے تمام ضروری پہلوؤں پر بحث کریں گے۔ خدا گواہ ہے کسی کی دل آزاری مقصود نہیں ہے البتہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جس کی خطا ہمیں نظر آئی ہے ہم صاف صاف لکھ دیں گے کہ اس کی خطا ہے۔ جیسا کہ علماء اہل سنت اپنا عقیدہ جناب ابوطالب کے متعلق صاف صاف تحریر کر دیتے ہیں۔ ہم ان کے خلاف صرف حق تعالیٰ کی عدالت میں فریاد کرتے ہیں اور اگر ان کا بھی قیامت پر ایمان ہے تو ابو بکر، عمر، عثمان کے متعلق جو کچھ تاریخ اسلام میں موجود ہے اور جو علماء اہل سنت لکھ گئے ہیں ہم اسے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اگر ہماری یہ غلطی ہے تو اسے حق تعالیٰ کی عدالت میں سپرد کر دیا جائے۔

اسلام میں بیٹی کی وراثت کا حکم قرآن کی روشنی میں

وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا۔ (پ ۴ سورہ نساء، آیت ۷)

ترجمہ: واسطے عورتوں کے حصہ ہے اس چیز سے کہ چھوڑ گئے ہیں ماں باپ اور رشتہ دار خواہ وہ ترکہ تھوڑا ہو یا زیادہ، حصہ ہے مقرر کیا ہوا۔

نوٹ :

مذکورہ آیت اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ ہر بیٹی اپنے ماں باپ کی وارث ہے لہٰذا نبی کی بیٹی کو آنجناب کی وراثت سے محروم رکھنا دختر رسولؐ پر ظلم ہے اور قرآن کی مخالفت ہے۔ قرآن اور آل رسول پر ظلم کرنے والا کبھی نجات نہیں پا سکتا۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔ (پ ۶ المائدہ، آیت ۴۵)

ترجمہ: جو لوگ خدا کی نازل کی ہوئی کتاب کے موافق حکم نہ دیں تو ایسے لوگ ظالم ہیں۔

۲۔ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ۔ (پ ۴ سورہ نساء، آیت ۱۱)

ترجمہ: اللہ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے واسطے مرد کے ہے مانند حصہ دو عورتوں کے۔

نوٹ :

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاحب اولاد مومنین کو حکم دیا ہے کہ ان کی تمام اولاد ان کی وارث ہے اور یہ حکم پیغمبر اسلام کے لئے بھی ہے لہٰذا جناب کی بیٹی فاطمہ زہراؑ بھی آنجناب کی وارث ہے۔ بنت رسول کو نبی کی وراثت سے محروم رکھنا ظلم ہے اور مخالفت قرآن ہے اور دختر رسول اور قرآن یہ دونوں ثقلین ہیں۔ ان پر ظلم اور ان کی مخالفت کرنے والا کبھی جنت کی بُو نہیں سونگھ سکے گا۔

۳۔ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ۔ (پ ۵ سورہ نساء، آیت ۳۳)

ترجمہ : اور واسطے ہر شخص کے مقرر کئے ہیں ہم نے وارث اس چیز کے کہ چھوڑ گئے ماں باپ اور رشتہ دار۔

نوٹ :

اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے لئے اس کے ترکہ کا وارث بنایا ہے لہٰذا یہ حکم پیغمبر اسلام کو بھی شامل ہے اور آنجناب کی اولاد بھی حضور کی وارث ہے ، بصورت دیگر قرآن کی مخالفت ہے جو سبب ہلاکت ہے، کفر ہے۔

مخالفت حکم قرآن کفر ہے

ثبوت ملاحظہ ہو :

وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ۔ (پ۶ المائدہ، آیت ۴۴)

ترجمہ : جو لوگ خدا کی نازل کی ہوئی کتاب کے مطابق حکم نہ دیں تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔

۴۔ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ۔ (پ۲۱ سورہ احزاب، آیت ۶)

ترجمہ : اور قرابت والے بعض ان کے زیادہ نزدیک ہیں بعضوں سے اللہ کی کتاب میں ایمان والوں اور ہجرت کرنے والوں سے۔

نوٹ :

مذکورہ آیت میں جو حکم ہے وہ ہر قرابت دار کے لئے ہے اور نبی کی اولاد باسبب قرابت کے اس حکم میں داخل ہے۔ اولاد نبی کو اس حکم سے خارج کرنا اولاد نبی کے ساتھ بے انصافی اور ظلم ہے۔

مذکورہ حکم قرآن کی مخالفت فسق ہے

ثبوت ملاحظہ ہو :

وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ۔ (پ۶ المائدہ، آیت ۴۷)

ترجمہ : جو لوگ خدا کی نازل کی ہوئی کتاب کے موافق حکم نہ دیں تو ایسے لوگ فاسق ہیں۔

دختر رسول کو باپ کی وراثت سے محروم رکھنا عدل خداوندی کے خلاف ہے

ثبوت ملاحظہ ہو :

اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر ابن کثیر" اردو پ ۴ آیت ﴿یوصیکم اللہ﴾ مطلب آیت کا یہ ہے کہ اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں عدل سکھاتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں جاہل تمام مال لڑکوں کو دیتے تھے اور لڑکیاں خالی ہاتھ رہ جاتی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کا حصہ بھی مقرر کر دیا۔

انتھی بقدر الحاجۃ۔

نوٹ :

مذکورہ عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ اگر دختر کو باپ کی میراث سے محروم رکھا جائے تو یہ عدل خداوندی کے منافی ہے لہٰذا اگر دختر رسول کو نبی کی وراثت سے محروم رکھا جائے تو یہ بھی یقیناً عدل الٰہی کے خلاف ہے۔

دختر نبیؐ کو نبی کی میراث مال سے محروم رکھنا جاہلیت کی بدرسم ہے

ملاحظہ ہو :

اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر کبیر" پ ۳ ص ۱۵۳ آیت ﴿یوصیکم اللہ﴾

اعلم ان اهل الجاهلية كانوا يتوارثون بشيئين احد مما النسب والاخر العهد اما النسب فهم ما كانو يورثون الصغار ولا الاناث وانما كانو يورثون من الاقارب الرجال الذين يقاتلون على الخيل وياخذون الغنيمة۔

ترجمہ : زمانہ جاہلیت میں لوگ ایک دوسرے کے وارث دو چیزوں سے ہوتے تھے ۔ ا۔ النسب ۲۔ العہد اور نسب میں کمسن بچوں اور عورتوں کو وارث نہیں بناتے تھے بلکہ صرف ان رشتہ دار مردوں کو وارث بناتے تھے جو جنگ میں شریک ہو کر غنیمت حاصل کرتے تھے۔

نوٹ :

اسلام نے مذکورہ بدرسم کو روکا ہے لیکن اصحاب نبی نے دختر رسول کو آنجناب کی وراثت سے محروم کرکے مذکورہ بدترین رسم پر عمل کیا ہے۔

اعتراض :

ابن تیمیہ "منہاج السنۃ" بحث فدک میں کہتا ہے کہ آیت یوصیکم میں خطاب صرف امت کو ہے۔

جواب :

۱۔ابن تیمیہ کی اس ڈفلی پر "تحفہ اثنا عشریہ" میں شاہ عبدالعزیز نے خوب رقص کیا ہے اور پھر ان دونوں کے خوشہ چینوں نے اس غلط چیز کو دین وایمان سمجھا ہے اور ہم ناظرین کے سامنے اب اس اعتراض کی دھجیاں اڑاتے ہیں۔

۲۔قرآن کا فیصلہ مانو :

وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ۔ (پ۲۵ زخرف، آیت ۴۴)

ترجمہ : اور یہ قرآن تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے نصیحت ہے اور عنقریب ہی تم لوگوں سے اسی کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

نوٹ :

اس آیت سے ثابت ہوا کہ نبی اور امت دونوں کے لئے قرآن حکیم کی اطاعت ضروری ہے اور جب تک کوئی دلیل یقینی نہ ہو یہ حکم قرآن نبی کے لئے ثابت نہیں تو وہ حکم نبی کے لئے واجب الاطاعت ہے۔

۳۔ ہم نے بنت رسول کی وراثت ثابت کرنے کے لئے چار عدد آیات تحریر کی ہیں۔ سوائے آیت یوصیکم کے باقی تین آیات میں خطاب اور ضمیر کا کوئی چکر نہیں۔ جس طرح باقی تین عدد آیات میں حکم نبی کو شامل ہے اسی طرح آیت یوصیکم والا حکم بھی نبی کو شامل ہے۔

۴۔اگر تسلی نہیں ہوئی تو اور سنیں :

اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر روح المعانی" پ۴ آیت ﴿یوصیکم اللہ﴾ والخطاب قیل للمومنین وقیل الخطاب لذوی الاولاد۔

ترجمہ : آیت مذکورہ میں ایک قول یہ ہے کہ یہ خطاب مومنین کو ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ خطاب صاحبان اولاد کو ہے۔

نوٹ :

نبی کریم ﷺ چونکہ زمرہ مومنین میں بھی داخل ہیں اور صاحب اولاد بھی ہیں لہٰذا دونوں صورتوں میں خطاب نبی کو شامل ہے جیسا کہ دوسری آیات میں جو خطاب مومنین کے لئے ہے وہی خطاب نبی کے لئے ہے مثلاً ﴿ کتب علیکم الصیام فمن کان منکم مریضا﴾ ، ﴿فاغسلوا وجوھکم﴾ ، ﴿حرمت علیکم المیتۃ حرمت علیکم امھاتکم﴾۔

۵۔ نبی کریم ﷺ کے بعد قرآن کے معانی سمجھنے والا اہل بیت سے بڑھ کر اور کوئی نہیں۔ آیت یوصیکم کی تفسیر میں اہل بیت رسول نے پیغمبر کو خارج نہیں کیا لہٰذا اس کے خلاف جو شخص جو معنی بھی سمجھے گا وہ جھوٹا ہے کیونکہ قرآن اور عترت ہی ثقلین ہیں اور ان کی مخالفت کرنے والا منافق ہے۔

اعتراض :

منقول از "تحفہ اثنا عشریہ" ص ۲۷۵ :

آیت ﴿یوصیکم اللہ﴾ کا حکم جس طرح قاتل اور کفار اولاد کو شامل نہیں اسی طرح اولاد نبیؐ کو بھی اس آیت کا حکم شامل نہیں ہے۔

جواب ا:

شاہ عبدالعزیز نے نرم الفاظ میں بہت بڑی گستاخی اولاد نبی کے حق میں کی ہے۔

۲۔ کفر اور قتل موانع ارث ہیں لیکن اس شخص کے لئے جس میں یہ پائے جائیں، مثال کے طور پر ایک شخص کے دو بیٹے ہیں۔ ایک بیٹے نے باپ کو قتل کیا ہے یا وہ بیٹا کافر ہے تو پھر وہ قتل اور کفر کی وجہ سے اپنے باپ کا وارث نہیں ہو سکے گا لیکن دوسرا بیٹا جس میں قتل یا کفر والا مانع موجود نہیں ہے وہ اپنے باپ کا وارث ہوگا لہٰذا حکم آیت سے نہ ہی مقتول باپ خارج ہے اور نہ ہی مسلمان بیٹا خارج ہے اور مسئلہ میراث نبی میں اہل سنت کا دعویٰ یہ ہے کہ نبی لا وارث ہوتا ہے اور نبی کی اولاد مطلقاً اس کی وارث نہیں ہوتی ، گویا اصل وراثت ہی کی نفی کر دی۔ پس مذکورہ مسئلے میں اور اس مسئلہ میراث نبی میں آپس میں کوئی ربط نہیں ہے۔

۳۔ قتل اور کفر کے مانع ارث ہونے پر دلیل قطعی موجود ہے لیکن اولاد نبی ہونا بھی مانع ارث ہے اس پر کوئی دلیل قطعی موجود نہیں ہے۔

۴۔ قتل اور کفر تو جرم ہیں اور قاتل اور کافر کو اس جرم کی سزا میں شریعت پاک نے وراثت سے محروم کیا ہے۔ کیا اولاد نبی ہونا بھی جرم ہے؟ اور اسی جرم کی سزا میں اللہ نے ان کو وراثت سے محروم کیا ہے؟

بنت رسولؐ کو نبیؐ کی میراث سے محروم کرنے کی ناکام کوشش

اعتراض:

آیات قرآنی سے بے شک یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں بیٹی اپنے باپ کی وارث ہے لیکن انبیاء اللہ کے متعلق یہ خصوصی حکم ہے کہ ان کی اولاد ان کی وارث نہیں ہوتی اور اسی لئے جناب ابو بکر نے جناب فاطمہ بنت محمد کو نبی کی وارثت سے محروم کیا تھا۔

جواب:

چار یاری مذہب! بلّے بلّے ہر قوم اپنے محبوب رہنما کی وفات کے بعد اس کی رسومات دفن میں شرکت کرتی ہے لیکن مسلمانوں نے اپنے محبوب رہنما محمد رسول اللہؐ کو اس حکم سے الگ کر دیا۔ ایک طرف جنازہ رسول رکھا ہے اور ایک طرف دنیاوی حکومت کی خاطر اصحاب نبی میں ہاتھا پائی شروع ہے۔ اسی طرح ہر نبی کی اولاد اس کی وارث ہوئی ہے لیکن اصحاب نبی نے اولاد نبی کو آنجناب کی وراثت سے محروم کر دیا اور جس طرح کسی لیڈر کی ناجائز طریقے سے حاصل کردہ جاگیر کو قومی تحویل میں لیا جاتا ہے اسی طرح مسلمانوں نے اپنے رسول کی متروکہ جاگیروں کو قومی تحویل میں لے لیا۔

انبیاء کی اولاد ان کی وارث ہوئی ہے

سلیمان نبی جناب داؤد کا وارث ہوا ہے

وَوَرِثَ سُلَيمَانُ دَاوُودَ وَقَالَ يا أَيهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيرِ وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيءٍ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ۔ (پ۱۹ سورہ نمل، آیت ۱۶)

ترجمہ : سلیمان داؤد کے وارث ہوئے اور کہا: لوگو! ہم کو (خدا کے فضل سے) پرندوں کی بولی بھی سکھائی گئی ہے اور ہمیں دنیا کی ہر چیز عطا کی گئی ہے اس میں شک نہیں کہ یہ یقینی خدا کا صریحی فضل و کرم ہے۔

نوٹ :

یہ آیت اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ حضرت داؤد نبی کا بیٹا جناب سلیمان اپنے باپ کا وارث ہوا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کی اولاد ان کی وارث ہوتی ہے۔

لہٰذا یہ کہنا کہ نبی کی اولاد اس کی وارث نہیں ہوتی، سفید جھوٹ ہے اور مخالفت قرآن ہے۔ جس طرح جناب سلیمان اپنے نبی باپ کے وارث ہوئے تھے اسی طرح ہمارے رسول کی اکلوتی بیٹی فاطمہ زہراؑ اپنے باپ رسول اللہؐ کی وارث ہے۔ بی بی کو حضور کی وراثت سے محروم رکھنا عترت رسول پر ظلم ہے اور مخالف قرآن بھی ہے حالانکہ پیغمبر نے (ثقلین) یعنی قرآن اور عترت کی پیروی کا حکم دیا ہے۔

اعتراض :

سلیمان نبی اپنے باپ داؤد کے علم اور خلافت کا وارث ہوا ہے۔

ابن تیمیہ وہابیوں کا امام "منہاج السنہ" میں کہتا ہے کہ مذکورہ آیت میں وراثت علم مراد ہے، مال دنیا کی وراثت مقصود نہیں۔

جواب :

۱۔ ابن تیمیہ کی اس ڈفلی پر بھی شاہ عبدالعزیز نے "تحفہ" میں خوب رقص کیا ہے اور جو لوگ ﴿وھم لایشعرون﴾ کے زمرہ میں داخل ہیں انہوں نے ان دونوں کی پیروی کی ہے اور ہم قارئین کے سامنے ان کی چالوں کا بخیہ ادھیڑتے ہیں۔

چار یاری مذہب کے مولانا کی گواہی کہ علم وخلافت مال نہیں جس میں میراث جاری ہو

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "نصیحۃ الشیعہ" ص ۴۰۸ :

جناب امیرؑ کے خطبہ شقشقیہ کے اس جملہ (اری تراثی نہباً) کہ ''میں دیکھ رہا ہوں کہ میری میراث لوٹی جارہی ہے۔'' کی تشریح میں اہل سنت کا ملاں احتشام الدین مراد آبادی لکھتے ہیں (عبارت کتاب ملاحظہ ہو):

''خلافت پر در حقیقت میراث کا لفظ صادق نہیں آتا اس لئے کہ خلافت کوئی مال نہیں جس میں میراث جاری ہو''۔

ارباب انصاف!

چار یاری ملوانوں کی تحقیقات سے روح اصحاب عالم برزخ میں شرمارہی ہو گی کیونکہ ایک ملاں نے عترت رسول کا حق اس طرح چھپایا کہ علم اور خلافت پر وراثت کا لفظ صادق نہیں آتا اور دوسرے نے عترت رسول کا حق یوں چھپایا کہ وراثت سے مراد ہی علم اور خلافت ہے۔ اب آپ ہی انصاف کریں ان دونوں میں کون جھوٹا ہے؟

حق کیا ہے؟

علم اصول کا یہ مسلم قانون ہے کہ تبادر علامت حقیقت ہے اور لفظ میراث وراثت جب مطلق مجاز کے قرینہ کے بغیر استعمال کیا جائے تو اس سے تبادر میراث مال کا ہوتا ہے لہٰذا وراثت کا حقیقی معنی وراثت مال ہے۔ مذکورہ آیت میں لفظ وراثت سے مراد وراثت مال ہے کیونکہ کسی مجازی معنی کا قرینہ موجود نہیں۔

ارباب انصاف! اسی آیت کو جناب فاطمہ زہراءؑ اور جناب علی نے ابوبکر کے سامنے پیش کیا تھا، اور قرآن کے معنی عترت رسول سے زیادہ سمجھنے والا کوئی نہیں۔ اگر سلیمان کی وراثت، وراثت مال نہ ہوتی تو عترت رسول اس آیت کو اپنے دعویٰ مال کی تائید میں پیش نہ کرتے۔ ﴿وَرِثَ سلیمان﴾ کا معنی ابن تیمیہ کے نزدیک وارث علم ہے اور عترت رسول کے نزدیک اس کا معنی وراثت مال ہے۔ آپ کی مرضی عترت رسول کا فرمان مانیں یا ابن تیمیہ کی ڈفلی پر کان دھریں۔

کتب اہل سنت سے ثابت ہے کہ سلیمان نبی اپنے نبی باپ کے مال دنیا کے وارث ہوئے تھے

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب ''تفسیر خازن'' جلد ۵ ص ۱۱۲ ط مصر۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر در منثور" جلد ۵ ص ۱۰۳ط مصر۔
۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر روح المعانی" پارہ ۱۹ص ۱۷۰ط مصر۔
۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر مظہری" پارہ ۱۹ جلد ۷ ص ۱۰۰ط حیدرآباد۔
۵۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر مراغی" پارہ ۱۱۹ النمل ص ۱۲۷ط مصر۔
۶۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر جواہر" جلد ۱۳ص ۱۳۵ط مصر۔
۷۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر غرائب القرآن" پارہ ۱۹ص ۸۸ط مصر۔
۸۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر کشاف" جلد ۲ ص ۱۳۹ط، مصر۔
۹۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر معالم التنزیل بر حاشیہ خازن" جلد ۵ ص ۱۱۲ط مصر۔
۱۰۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر الفتوحات الالٰھیہ" جلد ۳ ص ۲۰۲ط مصر۔
۱۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر تنویر المقباس" تفسیر عبداللہ بن عباس آیت ورث سلیمان۔
۱۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "البدایہ والنہایہ" جلد ۵ ص ۲۹۰ط بیروت۔
۱۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ ابو الفدا" جلد ا ص ۲۴ط مصر۔

تمام کتب کی عبارت پیش کرنا مشکل ہے چونکہ اختصار مد نظر ہے بعض کتب کی عبارت ملاحظہ ہو:

"تفسیر خازن" کی عبارت:

قوله تعالیٰ ﴿وورث سليمان داؤد﴾ يعني نبوته وعلمه وملكه۔

ترجمہ: جناب سلیمان جناب داؤد کے ملک، علم اور نبوت کے وارث ہوئے تھے۔

"در منثور" کی عبارت:

قال ورث ملكه وعلمه۔

ترجمہ: جناب سلیمان علم اور ملک دونوں کے وارث ہوئے تھے۔

روح المعانی کی عبارت:

وقيل المراد وراثة النبوت فقط وقيل وراثة الملك فقط۔

ترجمہ: ایک قول یہ ہے کہ وہ نبوت کے وارث ہوئے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ ملک کے وارث ہوئے تھے۔

غرائب القرآن کی عبارت:

وورث سليمان داؤد عن الحسن انه المال لان النبوة عطية مبتدأة۔

ترجمہ: آیت مذکورہ میں حسن کا قول یہ ہے کہ وراثت سے مراد وراثتِ مال ہے۔

نوٹ :

مذکورہ تیرہ حوالہ جات جو کتب معتبرہ اہل سنت سے ہم نے پیش کئے ہیں، ان سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہے کہ جناب سلیمان کو اپنے نبی باپ داؤد کی میراث مال بھی حاصل ہوئی ہے اور جس طرح سلیمان اپنے نبی باپ کے وارث ہوئے تھے اسی طرح جناب فاطمہ زہراءؑ اپنے باپ رسول اللہؐ کی وارث ہیں۔ بی بی کو باپ کی وراثت سے محروم رکھنا قرآن کی مخالفت اور ثقلین کی نافرمانی ہے۔

چار یاری مذہب کا عقیدہ کہ داؤد کے اُنیس پسر تھے

اعتراض :

شاہ عبدالعزیز "تحفہ اثنا عشریہ" میں کہتے ہیں: اہل تاریخ کا اتفاق ہے کہ داؤد کے انیس پسر تھے۔ اور محمود احمد رضوی نے اسی چیز کو رسالہ باغ فدک میں اجماع سے تعبیر کیا ہے لہٰذا صرف سلیمان کی وراثت کا ذکر معقول نہیں ہے۔

جواب :

مذکورہ عقیدہ قول یہود ہے

ثبوت ملاحظہ ہو :

ان دونوں نے حق زہراءؑ کو چھپانے کی کوشش کی ہے۔ اس بات پر کہ داؤد کے انیس پسر تھے دعوی اجماع کرنا سفید جھوٹ ہے کیونکہ اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح حدیدی" ج ۴ ص ۱۲۶ میں مرقوم ہے کہ سلیمان کے علاوہ دوسرے بیٹوں والا قول، قول یہود ہے علاوہ ازیں ان کا داؤد کی وفات کے وقت زندہ ہونا مشکوک ہے۔ اگر بالفرض زندہ بھی ہوں تو بھی اس بحث میں ان کا وجود مضر نہیں۔

سلیمان کے دوسرے بھائی بھی تھے پس صرف وراثت سلیمان کا ذکر لغو ہے

اعتراض:

شاہ عبدالعزیز تحفہ اثناعشریہ میں کہتا ہے کہ ہر بیٹا اپنے باپ کے مال دنیا کا وارث ہے۔ سلیمان کے دوسرے بھائی بھی تھے اور وہ بھی داؤد کے وارث تھے۔ اگر اس مقام پر وراثت مال مراد ہے تو سلیمان کا ذکر لغو ہے۔

جواب:

دوسرے بھائی بھی عطیہ ربانی تھے صرف سلیمان کے عطیہ ربانی ہونے کا ذکر لغو ہے

اس اعتراض سے چار یاری ملاں نے غور و فکر کا جنازہ نکال دیا ہے۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

وَوَهَبْنَا لِدَاوُودَ سُلَيْمَانَ نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ۔ (پ ۲۳ سورہ ص، آیت ۳۰)

ترجمہ: اور ہم نے داؤد کو سلیمان سا بیٹا عطا کیا۔ کیا اچھے بندے تھے۔ بے شک وہ ہماری طرف رجوع کرنے والے تھے۔

نوٹ:

دوسرے بیٹے بھی خدا ہی نے داؤد کو عطا کئے تھے، کسی اور نے نہیں عطا کئے تھے لیکن ذکر صرف سلیمان کا کیوں ہوا؟ چار یاری ملاں سوچ کر جواب دیں۔

جیسے اس آیت میں صرف سلیمان کا ذکر دوسرے بیٹوں کے عطیہ ربانی ہونے کی نفی نہیں کرتا اسی طرح اس آیت میراث میں صرف سلیمان کا ذکر دوسرے بیٹوں کی میراث کی نفی نہیں کرتا۔

اعتراض:

شاہ عبدالعزیز کہتا ہے جب تمام بیٹے داؤد کی کی میراث میں شریک تھے تو آیت میراث میں صرف سلیمان کا ذکر لغو ہے، اور کسی لغو شے کا ذکر اللہ قرآن میں نہیں کرتا۔

جواب:

التخصیص یدل علی التعظیم۔

مذکورہ اعتراض کی ڈفلی بھی شاہ صاحب نے تحفے میں بجائی ہے اور شاہ صاحب کے ہم مشرب لوگوں نے اس کو دین وایمان سمجھا ہے اور اب ہم اس اعتراض کی دھجیاں اڑاتے ہیں۔

ثبوت ملاحظہ:

علم بلاغت کا مسلم قانون ہے جب کسی صفت اور معنی میں چند افراد شریک ہوں اور مقام ذکر میں صرف ایک فرد کا نام ہو تو یہ ذکر اس فرد کی عظمت پر دلالت کرتا ہے لہٰذا چار یاری ملاں کان کھول کر سن لیں کہ عطیہ ربانی ہونے میں جناب سلیمان دوسرے بھائیوں کے ساتھ شریک تھے اور آیت ﴿ووھبنا لداؤد سلیمن﴾ میں نام صرف سلیمان کا مذکور ہے اور یہ تخصیص ذکری سلیمان کی عظمت پر دلالت کرتی ہے نہ یہ کہ ذکر لغو ہے۔ اسی طرح دوسرے بھائی بالفرض جناب سلیمان کے ساتھ داؤد کے وارث بننے میں شریک تھے لیکن آیت میراث میں نام صرف سلیمان کا مذکور ہے اور یہ تخصیص ذکری بھی جناب سلیمان کی عظمت پر دلالت کرتی ہے۔

اگر تسلی نہیں ہوئی تو مزید سنیئے

جناب سلیمان کے دوسرے بھائی نبی نہ تھے اور آنجناب نبی تھے اور اللہ بھی جانتا تھا کہ امت محمد میں ایسے ظالم بھی ہوں گے جو بنت محمد کو ان کی وراثت سے محروم کرنے کی ناکام کوشش کریں گے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے شاہ عبدالعزیز جیسے ظالم اور خائن کو لگام دینے کی خاطر صرف جناب سلیمان کا ذکر فرمایا ہے۔

ارباب انصاف!

جب قرآن کی گواہی موجود ہے کہ داؤد کا بیٹا ان کا وارث ہوا ہے اور اسی لئے جناب فاطمہ بنت محمد نے اپنے نبی باپ کے وارث ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے لہٰذا بی بی کو نبی کریم ﷺ کی وراثت سے محروم رکھنا قرآن اور عترت کی نافرمانی ہے اور ان دونوں کی نافرمانی کرنے والا جنت کی بو نہ سونگھے گا۔

اعتراض:

آیت ﴿وورث سلیمان داؤد﴾ اگر آیت کا اوّل اور آخر دیکھا جائے تو وراثت سے مراد وراثت علم ہے۔

جواب:

اول و آخر کے چکر میں پھنسانا یہ بھی شاہ عبدالعزیز کی چالاکی ہے اور ہم ان کی اس چالاکی کے قارئین کے سامنے پیچ ڈھیلے کرتے ہیں۔

انبیاء وقت ولادت نبی ہوتے ہیں

یحییٰ کو بچپن میں نبوت ملی تھی۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

يَا يَحْيَى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًا۔ (پ۱۶ مریم: ۱۲)

ترجمہ: اے یحییٰ مضبوطی کے ساتھ کتاب لو۔ اور ہم نے اس کو بچپنے میں نبوت عطا کی۔

جناب عیسیٰ نبی ہی پیدا ہوئے تھے

ثبوت ملاحظہ ہو:

قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًا۔ (پ۱۶ مریم: ۳۰)

ترجمہ: (جناب عیسیٰ نے بچپن میں کہا) کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ مجھے خدا نے کتاب دی ہے اور اللہ نے مجھ کو نبی بنایا ہے۔

نوٹ:

جناب عیسیٰ اور جناب یحییٰ کا قصہ اس بات کا روشن ثبوت ہیں کہ نبی جب پیدا ہوتے ہیں تو درجہ نبوت پر فائز ہوتے ہیں۔

جناب سلیمان حضرت داؤد کے زمانے میں نبی تھے

ثبوت ملاحظہ:

فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا۔ (پ۱۷، الانبیاء: ۷۹)

ترجمہ: اور ہم نے وہ خاص بات سلیمان کو سمجھائی اور ان دونوں میں سے ہر ایک کو ہم نے نبوت اور علم عطا کیا۔

۲۔ وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَىٰ كَثِيرٍ مِنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ۔ (پ۱۹ النمل، آیت ۱۵)

ترجمہ: ہم نے داؤد اور سلیمان دونوں کو علم عطا کیا اور دونوں نے کہا: اس اللہ کی حمد ہے جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان دار بندوں پر فضیلت دی ہے۔

نوٹ:

مذکورہ آیت میں واو عاطفہ ترتیب پر دلالت نہیں کرتی کہ داؤ کو نبوت پہلے ملی ہے اور سلیمان کو داؤد کی وفات کے بعد ملی ہے اور چونکہ نبی ولادت ہی سے درجہ نبوت پر فائز ہوتا ہے لہٰذا سلیمان اپنے باپ داؤد کی زندگی میں پیدا ہوئے تھے۔ پس نبوت بھی ان کو داؤد کی زندگی میں ملی تھی اور میراث تو وہ شے ہے جو کسی کی وفات کے بعد ملتی ہے اور قابل انتقال بھی ہوتی ہے۔ پس معلوم ہوا آیت وورث سلیمان میں میراث نبوت مراد نہیں بلکہ میراث مال مراد ہے۔

باپ کی میراث مال سے محروم ہونا خدا کا فضل نہیں ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ۔ (پ۱۹ النمل، آیت ۱۶)

ترجمہ: سلیمان نے لوگوں سے کہا ہم کو پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہم کو دنیا کی ہر چیز عطا کی گئی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ تحقیق صریحی فضل و کرم ہے۔

نوٹ:

قرآن پاک سے صرف نعم البدعۃ تراویح شریف کی رونق مقصود نہیں بلکہ یہ قرآن اختلافی مسائل کا حل بھی ہے۔ ملوانے تعصب کا چشمہ اتار کر اوتینا من کل شی کے معنی پر غور کریں جس کا معنی ہے کہ خدا نے ہمیں دنیا کی ہر شی عطا کی ہے اور ہر شی میں داؤد نبی کی میراث مال بھی داخل ہے اور

جناب سلیمان نے اس میراث مال کو خدا کے فضل و کرم سے تعبیر کیا ہے۔ اگر سلیمان باپ کی میراث مال سے محروم ہوتے تو اس کو اللہ کا فضل و کرم نہ کہتے کیونکہ اگر کوئی شخص باپ کی میراث سے محروم ہو جائے تو یہ محرومی کون سا فضل و کرم ہے بلکہ یہ محرومی تو اللہ کا غضب اور ناراضگی ہے، جس طرح کہ قاتل یا کافر بیٹا باپ کی میراث سے محروم ہے اور یہ محرومی اس کے لئے اللہ کا غضب ہے۔

اعتراض:

شاہ عبدالعزیز "تحفہ اثنا عشریہ" میں فرماتے ہیں کہ ﴿علمنا منطق الطیر﴾ کہ ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اس کے معنی پر غور کیا جائے۔

جواب:

ہٹ دھرمی اور کجروی کا کوئی علاج نہیں۔ قرآن وسنت سے اس امر کی کوئی دلیل نہیں کہ پرندوں کی بولی صرف نبی جانتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو معلوم نہیں ہوتی بلکہ اہل سنت کی کتب ایسے فرضی قصوں سے بھری ہوئی ہیں کہ ہمارے فلاں فلاں بزرگ پرندوں کی بولی سمجھتے تھے۔ ملوانے ہمیں بتائیں کہ کیا وہ سارے نبی تھے؟ علاوہ ازیں جو پرندوں کی بولی سمجھتا ہو کیا وہ باپ کی میراث مال سے محروم ہوتا ہے؟

نتیجہ بحث

باقی انبیاء کی اولاد پر تو اللہ کا فضل کرم رہا ہے جیسا کہ سلیمان ابن داؤد کا قصہ گواہ ہے کہ ان کو باپ کی میراث مال ملی ہے لیکن ہمارے نبی کے زمانے میں خدا کے فضل و کرم کے ڈپو پر حضرت ابو بکر نے قبضہ فرما لیا تھا۔ ہمارے نبی کی صرف ایک بیٹی تھی اور بیٹی ہر لحاظ سے قابل رحم ہوتی ہے لیکن ابو بکر نے اپنی مثالی رحم دلی کا ثبوت دیتے ہوئے رسول اللہؐ کی جاگیر کو قومی تحویل میں لے لیا اور رسول اللہؐ کی بیٹی کو میراث سے محروم کر دیا۔

اعتراض:

ابن تیمیہ وہابیوں کا امام کہتا ہے کہ:

"سلیمان اگر داؤد نبی کے مال کا وارث ہے تو ان کو کوئی مدح وفضیلت نہیں کیونکہ یہود ونصاریٰ بھی اپنے باپ کے وارث ہوتے ہیں"۔

جواب:

یہود ونصاریٰ اگر اپنے باپ کے وارث ہوتے ہیں تو یہ ان کی مذمت نہیں اگر سلیمان نبی کو ان کے باپ کی میراث مال سے محروم کیا جائے جس طرح کہ قاتل یا کافر، بیٹا باپ کی میراث سے محروم ہوتا ہے تو اس میں جناب سلیمان کی مذمت ہے فضیلت نہیں۔ ابن تیمیہ اولیاء اللہ کی مذمت کرنے میں بے باک تھا۔ اگر وہابیوں کو شک ہو تو اس مثال کو غور سے دیکھیں کہ ابن تیمیہ اپنے باپ کی میراث سے محروم تھا جیسا ولد الزنا اپنے باپ کی میراث سے محروم ہے۔

اعتراض:

ابن تیمیہ "منہاج السنہ" میں کہتا ہے کہ میراث مال اولاد کو ملنا امور عادیہ سے ہے اور انبیاء کے قصّوں میں امور عادیہ کا ذکر لغو ہے بلکہ ایسے امور ذکر کئے جائیں جو باعث عبرت ہوں۔

جواب:

۱۔ عناد اور کجروی کا کوئی علاج نہیں ورنہ قرآن میں انبیاء کا اولاد کے لئے دعا کرنا کئی جگہ مذکور ہے اور یہ چیز بھی امور عادیہ میں سے ہے۔

۲۔ آیت ﴿وورث سلیمان﴾ میں بہت بڑی عبرت ہے۔ اسی آیت سے خلفاء کی غلط کاریوں کی دھجیاں اڑ گئی ہیں اور ان کی خلافت پر وہ ضرب کاری ہے جس سے پوری تثلیث کے پر خچے اڑ گئے ہیں۔ اسی آیت سے اسلام اور قرآن کے ٹھیکیداروں کے پول کھل گئے ہیں۔ اگر ان کا قرآن پر ایمان تھا تو قرآن نے صاف طور پر گواہی دی ہے کہ داؤد نبی کا بیٹا ان کا وارث ہوا ہے لہٰذا اصحاب کو چاہیے تھا کہ من گھڑت کلام کے سہارے قرآن کی مخالفت نہ کرتے اور نبی کی پیاری بیٹی کو ان کی میراث سے محروم نہ کرتے۔

سلیمان نبی کو اپنے نبی باپ کے ترکے سے ایک ہزار گھوڑے بھی ملے تھے

ثبوت ملاحظہ:

إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّافِنَاتُ الْجِيَادُ۔ (پ ۲۳ سورہ ص، آیت ۳۱)

ترجمہ : ایک دفعہ تیسرے پہر کو خاصے کے اصیل گھوڑے سلیمان کے سامنے پیش کئے گئے تھے۔

یہ گھوڑے موروثی تھے

ثبوت ملاحظہ ہو :

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر روح المعانی" پ ۲۳ سورہ ص، ص۱۹۱۔

۲- اہل سنت کی معتبر کتاب "غرائب القرآن" پ ۲۳ سوہ ص، ص ۹۰۔

۳- اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر خازن" پ ۲۳ جلد ۶ ص ۴۵۔

۴- اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر کشاف" پ ۲۳ جلد ۲ ص ۲۸۴۔

۵- اہل سنت کی معتبر کتاب "حیات الحیوان" دمیری جلد اذکر الجواد ص ۳۱۴۔

۶- اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر مظہری" جلد ۸ ص ۱۴۵ پ ۲۳ سورہ ص۔

نوٹ :

اختصار کے مدّ نظر تمام کتب کی عبارات پیش کرنا مشکل ہے۔

بعض کی عبارت ملاحظہ ہو :

"تفسیر روح المعانی" کی عبارت :

وعن مقاتل أنها ألف فرس ورثها من ابیہ داؤد۔

ترجمہ : مقاتل سے مروی ہے کہ وہ ایک ہزار گھوڑے تھے اور اپنے باپ داؤد کی طرف سے حضرت سلیمان ان کے وارث ہوئے تھے۔

"غرائب القرآن" کی عبارت :

وقیل ورثها من ابیه وکان ابوه اصابها من العمالقة۔

ترجمہ : اُن گھوڑوں کے جناب سلیمان وارث ہوئے تھے باپ کی طرف سے اور آنجناب کے باپ نے وہ عمالقہ سے حاصل کئے تھے۔

"حیات الحیوان" دمیری کی عبارت :

وجمهور المفسرین علیٰ انما کانت خیلا موروثة۔

ترجمہ : جمہور مفسرین کا قول ہے کہ جو ہزار گھوڑے جناب سلیمان کو ملے تھے وہ موروثی تھے۔

نوٹ:

مذکورہ چھ عدد کتب معتبرہ اہل سنت سے ثابت ہو گیا ہے کہ جناب سلیمان کو اپنے باپ کے ترکہ سے جو مال دنیا ملا تھا ان میں ہزار گھوڑے بھی شامل تھے لہٰذا یہ آیت قرینہ ہے کہ ﴿وورث سلیمان داؤد﴾ میں وراثتِ علم مراد نہیں بلکہ وراثتِ مال مراد ہے۔

مذکورہ چھ حوالہ جات سے ابن تیمیہ اور شاہ عبدالعزیز کی غلط تحقیق کی دھجیاں اڑ گئی ہیں۔

ارباب انصاف!

مذکورہ دونوں آیات سے یہ ثابت ہوا کہ جس طرح سلیمان اپنے نبی باپ کے وارث تھے اسی طرح جناب فاطمہ زہراءؑ بھی اپنے نبی باپ کی وارث ہیں لہٰذا بی بی کا دعوی کرنا کہ میں نبی کی وارث ہوں یہ موافق قرآن ہے اور ابو بکر کا بی بی کو محروم کرنا، یہ مخالف قرآن ہے اور فاطمہ زہراءؑ اور قرآن یہ دونوں ثقلین ہیں جن کی پیروی کا نبی نے حکم دیا ہے۔ ان کے مقابلہ میں حضرت ابو بکر کی کوئی وقعت نہیں۔

زکریا نبی نے اپنے مال دنیا کے لئے خدا تعالیٰ سے وارث مانگا تھا

ثبوت ملاحظہ ہو:

وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا۔ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا۔ (پ ۱۶ مریم آیت ۵-۶)

ترجمہ : اور مجھ کو (اپنے مرنے کے بعد) اپنے وارثوں سے ڈر ہے اور میری عورت بانجھ ہے۔ پس اے خدا! تو مجھ کو اپنی بارگاہ سے ایک فرزند عطا فرما جو میرا وارث بنے اور بعض آلِ یعقوب کا بھی وارث بنے۔ اے میرے رب! اس وارث کو پسندیدہ بنانا۔

نوٹ :

جناب زکریا کی زوجہ اُمّ کلثوم بنت عمران بانجھ تھی اور خواہش اولاد ہر انسان میں ہوتی ہے پس جناب زکریا نے خدا سے دعا مانگی کہ اے میرے رب مجھ کو وارث عطا کر جو میرے بعد میرے مال دنیا کو نیکی کی راہ میں خرچ کرے۔

مذکورہ آیت سے ثابت ہوا کہ انبیاء کے وارث ہوتے ہیں ورنہ مال دنیا کی خاطر جناب زکریا خدا سے دعا نہ مانگتے۔

یرثنی سے مراد وراثت علم ہے

اعتراض :

ابن تیمیہ "منہاج السنہ" میں اور شاہ عبدالعزیز "تحفہ اثناعشریہ" میں کہتے ہیں کہ مذکورہ آیت میں وراثت سے مراد وراثت علم ہے نہ کہ وراثت مال ہے۔

جواب :

کچھ لوگوں کو آل نبی سے ایسا بیر ہے کہ جس آیت اور روایت سے عترت رسول کا حق ثابت کیا جائے تو وہ لوگ تاویل کر کے اس کا ایسا غلط معنی مراد لیں گے کہ آل رسول اپنے حق سے محروم ہو جائیں اور یہ عداوت صرف صحابہ پرستی کی وجہ سے ہے ورنہ اولاد رسول نے کسی مسلمان کا کوئی قصور نہیں کیا تھا۔

یرثنی سے مراد مال دنیا کی وراثت ہے

ثبوت ملاحظہ ہو :

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر در منثور" ج۲ ص۲۵۶۔

۲- اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر کبیر" ج۵ ص۵۲۱ آیت یرثنی۔

۳- اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر خازن" ج۴ ص ۱۹۴۔

۴- اہل سنت کی معتبر کتاب "معالم التنزیل" بر حاشیہ خازن ج۴ ص ۱۹۴۔

۵- اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر غرائب القرآن" پ۱۶ ص۳۸ مریم۔

۶۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح مسلم کی شرح نوّوی" ج ۲ ص ۹۲۔
۷۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر طبری" آیت یرثنی مریم۔

نوٹ :

اختصار کے مد نظر تمام کتب کی عبارت پیش کرنا مشکل ہے۔ بعض کتب کی عبارت ملاحظہ ہو :

"در منثور" کی عبارت :

اخرج الفریابی عن ابی عباس قال کان زکریا لا یولد له فسال ربه وقال رب هب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب قال یرثنی مالی ویرث من آل یعقوب النبوة۔

ترجمہ : فریابی بیان کرتا ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ یرثنی سے مراد یہ ہے کہ میرے مال کا وارث ہو (ملخص)

"تفسیر فخر الدین" کی عبارت :

(ثالثها) یرثنی المال ویرث من آل یعقوب النبوة وهو قول السدی ومجاهد والشعبی وروی ایضاً عن ابن عباس والحسن والضحاک۔

ترجمہ : علماء اہل سنت ۱۔ سدی ۲۔ مجاہد ۳۔ شعبی ۴۔ ابن عباس ۵۔ حسن ۶۔ ضحاک۔ یہ چھ عدد علماء فرماتے ہیں کہ یرثنی سے مراد وراثت مال ہے۔

"غرائب القرآن" کی عبارت :

واختلفوا ایضاً فی الوراثة فعن ابن عباس والحسن والضحاک هی وراثة المال وعنهم ایضاً ان المراد یرثنی المال۔

ترجمہ : علماء نے وراثت کے معنی میں اختلاف کیا ہے۔ ابن عباس، حسن اور ضحاک نے یرثنی سے مراد وراثت مال لی ہے۔

نوٹ :

مذکورہ سات عدد کتب معتبرہ اہل سنت سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس آیت میں ﴿یرثنی﴾ سے مراد جناب زکریا کی یہ تھی کہ خدایا! مجھ کو بیٹا عطا فرما جو میرے مال دنیا کا وارث بنے۔

شاہ عبدالعزیز اور ابن تیمیہ کا ﴿یرثنی﴾ سے مراد وراثت علم لیناہٹ دھرمی اور بے انصافی ہے اور کتب معتبرہ اہل سنت سے انکار ہے۔

یرثنی من آل یعقوب میں بھی وراثت مال دنیا مراد ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر کشاف" ج۲ص۳ مریم۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "روح المعانی" پ۱۶مریم ص۶۲۔

۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر مراغی" پ۱۶مریم ص۳۵۔

۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر ابی سعود بر حاشیہ تفسیر فخر الدین" ج۶ص۵۶۰۔

"مراغی" کی عبارت:

ویرث من نبی ما ثان ملکھم۔

ترجمہ: اور وہ بیٹا نبی ماثان کی بادشاہی کا وارث بنے۔

"ابی السعود" کی عبارت:

وکان زکریا رئیس الاحبار یومئذ فاراد ان یرثہ ولدہ حبورتہ ویرث من بنی ما ثان ملکھم۔

ترجمہ: جناب زکریا احبار کے سردار تھے، پس آنجناب نے ارادہ فرمایا کہ جناب کا بیٹا حضور کی حبورۃ کا اور نبی ماثان کی بادشاہی کا وارث بنے۔

"روح المعانی" کی عبارت:

ویرث من بنی ما ثان ملکھم۔

"تفسیر کشاف" کی عبارت:

ویرث من آل یعقوب الملک۔

نوٹ:

مذکورہ چار عدد کتب معتبرہ اہل سنت سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ یرث من آل یعقوب سے مراد ملک اور مال دنیا کی وراثت ہے۔

اعتراض:

ابن تیمیہ "منہاج السنہ" میں اور شاہ عبدالعزیز "تحفہ اثنا عشریہ" میں کہتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں ﴿یرثنی﴾ سے مراد وراثت علم مراد ہے اور رافضی خواہ مخواہ ہٹ دھرمی کرتے ہیں۔

جواب:

۱۔ یہ دونوں بزرگوار وھم لایشعرون کے نشے میں سرشار ہیں اور بنت رسول کے حق کو چھپانا دین وایمان سمجھتے ہیں اور ہم اب قارئین کے سامنے ان کی غلط تحقیق کے پیچ ڈھیلے کرتے ہیں۔

۲۔ ﴿یرثنی﴾ میں بقول اہل سنت اگر وراثت علمی مراد ہے تو ہم سوال کرتے ہیں کہ اس علم سے مراد کیا ہے۔

سوال ۱ :

اگر کتب علمیہ مراد ہیں تو علمی کتابیں مال دنیا کے حکم میں ہیں اور اس سے وراثت مالی ثابت ہوتی ہے۔

سوال ۲ :

اور اگر اس علم سے مراد مسائل دینیہ واحکام شریعت ہیں تو ایسے علم کی تبلیغ کے لئے جنابِ زکریا بھیجے گئے تھے لہٰذا ایسے علم کے متعلق خطرہ وڈر معقول نہیں۔

سوال ۳ :

اور اگر اس علم سے مراد گذشتہ اور آئندہ کے واقعات ہیں تو ان کا بتانا چچازاد بھائیوں کو جناب زکریا کے لئے ضروری نہیں تھا لہٰذا اس کے متعلق بھی خطرہ وڈر معقول نہیں۔

نوٹ :

اولادِ نبی کے دشمن اگر تعصب کی پٹی اتار کر خفت الموالی کو غور سے پڑھیں اور دل سے بغضِ آل نبی کے زنگ کو دور کرکے غور وفکر کریں اور طرفداری صحابہ کو دور رکھ کر کچھ دیر انصاف کریں تو علمی وراثت پر آیت مذکورہ کی ہرگز دلالت نہیں ہے۔

اعتراض:

شاہ عبدالعزیز" تحفہ اثنا عشریہ" میں کہتا ہے ﴿یرثنی من آل یعقوب﴾ سے مراد اگر خود جناب یعقوب ہیں تو کیا ان کا مال ابھی تک تقسیم نہیں ہوا تھا؟ یہ بات ہرگز معقول نہیں اور اگر تمام اولاد

یعقوب مراد ہے تو یحییٰ نبی ان تمام کے وارث نہیں ہوسکتے پس معلوم ہوا کہ اس وراثت سے مراد وراثت مال نہیں ہے۔

جواب:

شاہ صاحب کی اس ڈفلی پر وہی لوگ کان دھریں گے جو شاہ صاحب کی طرح بے انصاف ہوں کیونکہ من آل یعقوب سے نہ تو خود جناب یعقوب مراد ہیں اور نہ ان کی وہ تمام اولاد ہے بلکہ آل یعقوب سے مراد ان کی بعض اولاد ہے اور اس معنی پر من آل یعقوب میں من تبعیض کا دلالت کررہا ہے اور بعض اولاد یعقوب کے جناب یحییٰ وارث ہوسکتے تھے۔ اس صحیح معنی سے شاہ عبدالعزیز نے جان بوجھ کر منہ پھیرا ہے۔ اگر ان کے دل میں ذرہ بھر بھی خلوص ہوتا تو غلط معنی کرکے ہر گز بنت رسول کے حق کو چھپانے کی ناکام کوشش نہ کرتے۔

نوٹ:

جو معنی شاہ عبدالعزیز نے مراد لیا ہے کہ وراثت علمی مراد ہے یہ معنی بالکل غلط ہے کیونکہ یرث من آل یعقوب سے اگر ان کی تمام اولاد مراد ہے تو کیا وہ سارے نبی تھے؟ ہر گز نہیں۔ جناب زکریا کے زمانے میں اولاد یعقوب سے زکریا کے علاوہ اور کوئی نبی نہ تھا۔

یرثنی ویرث من آل یعقوب سے عقل کی روشنی میں بھی وراثت مال ہی ثابت ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَرَائِي۔ (مریم: ۵)

ترجمہ: مجھ کو اپنے بعد اپنے چچازاد بھائیوں سے ڈر ہے۔

ا۔ ڈر اس چیز کے متعلق ہوتا ہے جسے غصب کیا جاسکے مثلاً مال دنیا اور نبوت تو ایک عطیہ ربّانی ہے جس پر کوئی غاصب زبردستی قبضہ نہیں کرسکتا۔ اگر زکریا نبی کی مراد یہ تھی کہ مجھ کو علم نبوت کے متعلق خطرہ ہے کہ میرے بعد کوئی غاصب اس پر قبضہ نہ کرلے تو یہ معنی لغو ہے اور ایسی لغو آرزو نبی کی شان سے بعید ہے۔ کیا چار یاری ملوانے ایسی مثال پیش کرسکتے ہیں کہ ایک نبی کے بعد کوئی فاسق و فاجر منصب نبوت پر قابض ہوگیا ہو۔

۲۔ مال دنیا ایسی چیز ہے جو مومن و منافق، فاسق اور فاجر کے پاس بھی آسکتا ہے۔ لہٰذا مال دنیا کے غصب کا ڈر ہے اور جناب زکریا کے پاس کچھ مقدار مال دنیا تھا۔ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے وہ مال ان کے چچازاد بھائیوں کو ملنا تھا اور وہ بدکار تھے لہٰذا جناب زکریا کو ڈر تھا کہ وہ بدکار لوگ ان کے مال کو برائی میں خرچ کریں گے اسی لئے جناب زکریا نے خدا سے وارث مانگا جو نیک ہو اور ان کے مال دنیا کو نیکی میں خرچ کرے۔

پس مذکورہ آیات میں یرثنی کی دلالت وراثت مال پر ہے نہ کہ وراثت علم پر ہے۔

اعتراض:

شاہ عبدالعزیز "تحفہ اثنا عشریہ" میں کہتے ہیں کہ اگر زکریا نبی کو اپنے بعد اپنے چچازاد بھائیوں سے اپنے مال کے متعلق کوئی ڈر تھا تو اس کو صدقہ کر دیتے۔

جواب:

شاہ صاحب کے "تحفہ عشریہ" ص ٦٧ میں اس اعتراض کا جواب موجود ہے کہ اگر والدین صاحب ایمان ہوں تو ان کی اولاد کے نیک اعمال سے والدین کو بھی ثواب پہنچتا ہے۔ ہم کہتے ہیں زکریا نبی نے مال دنیا کو صدقہ اس لئے نہیں فرمایا اور اولاد اس لئے طلب کی ہے کہ دوگنا ثواب ملے ایک تو اس مال کو بیٹا جب نیکی میں خرچ کرے گا تو ثواب ملے گا اور دوسرا اس بیٹے کے ذاتی اعمال صالحہ سے ثواب ملے گا۔

اعتراض:

ابن تیمیہ "منہاج السنہ" میں کہتا ہے کہ جناب زکریا کا میراث مال کے لئے بیٹا طلب کرنا یہ بات نبی کے شایان شان نہیں کیونکہ اس میں میں بخل کی بُو ہے۔

جواب:

ابن تیمیہ ایک طرف تو کہتا ہے کہ انبیاء ہماری طرح بشر ہوتے ہیں تو کیا بشر کے لئے میراث مال کے لئے اولاد طلب کرنا بخل ہے؟ سلیمان نبی نے خدا سے دنیا کی بادشاہت طلب کی اور یوسف نبی نے ایک کافر بادشاہ سے وزارت مال طلب کی ہے۔ اگر اسی طلب سے ان دونوں نبیوں کی شان پر حرف نہیں آتا تو جناب زکریا کے اولاد طلب کرنے سے ان کی شان پر بھی حرف نہیں آتا۔

اعتراض:

ابن تیمیہ "منہاج السنہ" میں اور اسی کا شاگرد ابن کثیر "البدایۃ و النہایۃ" میں کہتے ہیں کہ زکریا نبی تو بڑھئی تھے اور تازہ مزدوری کرتے تھے۔ بالکل فقیر تھے لہٰذا میراث مال کے لئے ان کا اولاد طلب کرنا فضول ہے۔

جواب:

وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ۔ (پ۱۸س النور: ۱۵)

ترجمہ: تم اپنے منہ سے ایسی بات کہتے ہو جس کا تمہیں یقین نہیں ہے۔

ابن تیمیہ کا یہ دعوے کہ زکریا بالکل فقیر تھے بلا دلیل ہے۔

۲۔ علمائے اہل سنت کہتے ہیں، جیسا کہ محمود احمد رضوی نے رسالہ باغ فدک میں دعویٰ کیا ہے کہ جناب ابو بکر نے جناب سیدہ فاطمہ زہراءؑ کے سامنے مال کی پیش کش کی تھی کہ بی بی یہ میرا سارا مال حاضر ہے جو چاہو لے لو۔ ہم اہل تشیع یہ کہتے ہیں کہ ابو بکر جناب زکریا کی طرح بالکل فقیر تھے۔ کپڑوں کی گٹھری اٹھا کر گلی کوچوں میں آواز دیتے تھے۔

جناب زکریا کا میراث مال کے لئے اولاد طلب کرنا

ثبوت ملاحظہ ہو:

قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ۔ (پ۳ آل عمران: ۳۸)

ترجمہ: زکریا نے کہا اے میرے رب! مجھ کو اپنی بارگاہ سے اچھی اولاد عطا فرما بے شک تو ہی دعا کا سننے والا ہے۔

وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ۔ (پ۱۷س انبیاء آیت ۸۹)

ترجمہ: زکریا کو یاد کرو جب انہوں نے اپنے رب سے فریاد کی کہ اے میرے رب مجھے تنہا نہ چھوڑ اور تو سب وارثوں سے بہتر ہے۔

جناب زکریا نے امور دنیا میں مددگار اور مال دنیا کے لئے خدا سے وارث طلب کیا تھا

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر فتح القدیر" ص۴۱۱ ج۳۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر خازن" ص۲۵۹ ج۴۔

۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر غرائب القرآن" ص۳۸ پ۱۶۔

۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر کشاف" ص۵۳ ج۶۔

۵۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر کبیر" ص۱۳۲ ج۶۔

اختصار کے پیش نظر تمام کتب کی عبارت پیش کرنا مشکل ہے۔ بعض کی عبارت ملاحظہ ہو:

"غرائب القرآن" کی عبارت (پ۱۶ س مریم):

واختلف المفسّرون فی انه طلب ولد ایرثه او طلب من یقوم مقامه ولدا کان او غیره والاول اظهر لقوله فی آل عمران ﴿رب هب لی من لدنک ذریةً طیبةً﴾ ولقوله فی سورة الانبیاء ﴿رب لا تذرنی فرداً﴾۔

ترجمہ: مفسّرین نے اختلاف کیا ہے اس امر میں کہ جناب زکریا نے بیٹا طلب کیا تھا کہ جو ان کا وارث ہو یا اپنا نائب طلب کیا تھا خواہ بیٹا ہو یا غیر۔ پہلا قول اظہر ہے کیونکہ اس کی تائید آل عمران کی آیت کرتی ہے ﴿رب هب لی﴾ الی آخرہ۔ اور سورہ انبیاء کی یہ آیت بھی تائید کرتی ہے ﴿رب لا تذرنی فرداً﴾۔

"تفسیر خازن" کی عبارت:

﴿رب لا تذرنی فرداً﴾ ای وحیداً لا ولد لی یساعدنی وارزقنی...

ترجمہ: جناب زکریا کا مقصد یہ تھا کہ اے خدا! مجھے تنہا نہ چھوڑ کہ میرا کوئی بیٹا نہ ہو جو میری مدد کرے۔ اور مجھ کو وارث عطا کر!

"تفسیر کبیر" فخر الرازی کی عبارت:

واحب من یؤنسه ویقویه علی امر دینه ودنیاه ویکون قائماً مقاماً بعد موته۔

ترجمہ: جناب زکریا ایسا بیٹا چاہتے تھے جو ان کا مونس ہو اور دین ودنیا کے امور میں ان کو قوت دے اور ان کا قائم مقام ہو ان کی موت کے بعد۔

آدم کی میراث

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَآلُ هَارُونَ۔ (پ۲سورہ بقرہ آیت ۲۴۸)

ترجمہ: اور ان کے نبی نے ان سے یہ کہا کہ اس کے بادشاہ ہونے کی یہ پہچان ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینہ ہے۔

یہ تابوت میراث آدم ہے اور ان کی اولاد کو ملا ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر کبیر" ص ۲۸۹ ج ۲۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر خازن" ج ۱ ص ۲۱۶۔

وقال اصحاب الاخبار ان الله تعالیٰ انزل علی آدم علیہ السلام تابوتاً فیہ صور الانبیاء من اولادہ فتوارثہ اولاد آدم الی ان وصل الی یعقوب۔

ترجمہ: اصحاب اخبار فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم پر ایک تابوت نازل فرمایا جس میں ان کی انبیاء اولاد کی تصاویر تھیں اور اس تابوت کی اولاد آدم وارث ہوئی۔ یہاں تک کہ وہ جناب یعقوب تک پہنچا۔

نوٹ:

کیا جناب آدم کے زمانے سے حضرت یعقوب کے زمانہ تک دنیا میں کوئی فقیر نہیں تھا۔ اگر مال انبیاء صدقہ ہے امت پر، تو اس تابوت کو صدقہ کیوں نہیں کیا گیا۔

جناب فاطمہ زہراؑ کا ابو بکر سے نبیؐ کی میراث مانگنا اور ابو بکر کا انکار کرنا

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح بخاری" باب فرض الخمس ص ۹۷۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح مسلم" باب حکم الفئ ج ۲ ص ۷۷۔

۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "سنن ابی داؤد" کتاب الفئ ج ۳ ص ۱۴۴۔

۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "سنن النسائی" کتاب قسم الفئے ج۷ ص۱۳۲۔
۵۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "السنن الکبری" کتاب قسم الفئے ج۶ ص۳۰۰۔
۶۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "المنتقےٰ" باب ذکر مایوجف علیہ والخمس ص۴۹۴۔
۷۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "نیل الاوطار" ج۶ ص۸۷ باب میراث الانبیاء۔
۸۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "شمائل ترمذی شریف" باب ماجاء فی میراث النبی۔
۹۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ یعقوبی" ص۱۱۷ ج۲ ایام ابی بکر۔
۱۰۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "وفاء الوفا" ج۳ ص۹۹۵ ذکر طلب فاطمۃ من ابی بکر صدقات ابیہا۔
۱۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "کنز العمال" الخلافۃ مع الامارہ من قسم الافعال ج۳ ص۱۲۹۔
۱۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "الطبقات الکبریٰ" لابن السعد ذکر میراث رسول اللہؐ ج۲ ص۳۱۵۔
۱۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "مسند امام احمد حنبل و مسند ابی بکر" ج۱ ص۷ ۲ حدیث ۲۵۔
۱۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ریاض النضرہ" ج۱ ص۲۳۱ ذکر میراث النبی۔
۱۵۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح ابن ابی الحدید" ج۴ ص۱۱۳۔
۱۶۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ازالۃ الخفا" مقصد دوم ج۳ ص۱۱۲ ط کراچی۔

نوٹ :

کیونکہ اختصار ملحوظ ہے لہٰذا تمام کتب کی عبارت پیش کرنا مشکل ہے۔ بعض کتب کی عبارت ملاحظہ ہو:

ابو بکر کا دعویٰ کہ نبی کریم ﷺ کا وارث آنجناب کا خسر ہے

"سنن ابی داؤد" کی عبارت ملاحظہ ہو:

عن ابی الطفیل قال جاءت فاطمۃ الی ابی بکر تطلب میراثها من النبی (ص) قال فقال ابوبکر سمعت رسول اللہ (ص) یقول ان اللہ عز وجل اذا اطعم نبیاً طعمۃ فھی للذی یقوم من بعدہ۔"

ترجمہ : راوی کہتا ہے کہ فاطمہ زہراؑ ابو بکر کے پاس آئی اور ابو بکر سے نبی کی میراث طلب کی۔ ابو بکر نے کہا میں نے پیغمبر سے سنا تھا آنجناب نے فرمایا کہ جو چیز اللہ تعالیٰ بطور خوراک نبی کو دیتا ہے وہ نبی کے بعد جناب کے نائب کی ہے۔

"مسند احمد حنبل اور ریاض النضرہ" کی عبارت ملاحظہ ہو :

جناب ابو بکر کا اعتراف کہ نبی کی وارث آنجناب کی اولاد ہے

وعن ابی الطفیل قال جاءت فاطمة الی ابی بکر بکو فقالت یا ابا بکر انت ورثت رسول اللہ (ص) ام اهله؟ فقال بل اهله قالت فما بال الخمس فقال انی سمعت رسول اللہ (ص) یقول ان اللہ اذا اطعم نبیاً طعمة قبضه کانت للذی بعده۔

ترجمہ : راوی کہتا ہے کہ جناب فاطمہ زہراؑ جناب ابو بکر کے پاس آئیں اور فرمایا : اے ابو بکر نبی کا تو وارث ہے یا ان کی اولاد ؟ ابو بکر نے کہا کہ میں وارث نہیں ہوں بلکہ آنجناب کی اولاد وارث ہے۔ بی بی نے فرمایا : تو پھر نبی کریم ﷺ کا حصہ کہاں گیا؟ ابو بکر نے کہا میں نے پیغمبر سے سنا تھا آنجناب نے فرمایا کہ جو چیز اللہ تعالیٰ بطور خوراک اپنے نبی کو دے وہ نبی کے بعد ان کے نائب کی ہے۔

خلیفہ جی بوکھلا گئے

نوٹ :

ارباب انصاف ! مذکورہ تین عدد روایات سے یہ بات روشن ہے کہ بنت رسول نے میراث نبی ابی بکر سے مانگی ہے اور خلیفہ جی جواب میں بوکھلا گئے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ میں خود وارث ہوں اور کبھی کہتے ہیں کہ اولاد وارث ہے۔ علاوہ ازیں یہ تینوں روایات گواہ ہیں کہ ابو بکر نے یہ نہیں کہا کہ نبی کا تو کوئی وارث نہیں ہوتا۔ چونکہ خلیفہ جی کے دونوں جوابات بہت کمزور تھے اور نبی کی بیٹی پر ظلم کی وجہ سے ابو بکر کی خلافت کو سخت خطرہ تھا اس لئے چار یاری مذہب کے لوگوں نے سوچا خلیفہ کے دونوں جوابات دس عدد آیات قرآنی کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور صاف ظاہر ہو جائے گا کہ خلیفہ ابو بکر نے رسول

کی بیٹی کا حق غصب کیا ہے لہٰذا ایک جواب چار یاری مذہب نے خود بنایا ہے اور خلیفہ ابو بکر کے سر تھوپ دیا ہے۔

"صحیح بخاری" اور "صحیح مسلم" اور "سنن نسائی" کی عبارت ملاحظہ ہو:

عن عروة بن الزبیر ان عائشه ام المومنین اخبرته ان فاطمة بنت رسول اللہ (ص) ساء لت ابابکر صدیق بعد وفاۃ رسول اللہ (ص) ان یقسم لها میراثها ما ترک رسول اللہ (ص) مما افاء اللہ علیهم فقال لها ابو بکر ان رسول اللہ (ص) قال لا نورث ما ترکنا صدقة فغضب فاطمة بنت رسول اللہ (ص) فهجرت ابابکر فلم تزل مهاجرته حتیٰ توفیت۔

ترجمہ: جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ جناب فاطمہ بنت رسول اللہؐ نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آنجناب کی میراث کا ابو بکر سے سوال کیا۔ ابو بکر نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا لا نورث ما ترکنا صدقة پس جناب فاطمۃ الزہراءؑ ابو بکر پر غضب ناک ہوئیں اور ناراضگی کی وجہ سے ابو بکر سے کلام کرنا چھوڑ دیا یہاں تک کہ وفات پا گئیں۔

نوٹ:

ارباب انصاف!

"بخاری شریف" اور "مسلم" اور "نسائی" کی روایت سے یہ ثابت ہو گیا کہ بی بی نے میراث رسول اللہؐ کا ابو بکر سے سوال فرمایا تھا اور اس روایت میں چار یاری مذہب نے جو جواب ما ترکنا صدقة والا بنا کر ابو بکر کے سر تھوپا ہے۔ خلیفہ جی کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا ہے۔

لا نورث ما ترکناہ صدقة کے معنی کی تشریح

اس کلام میں دو معنوں کا احتمال ہے:

پہلا معنیٰ:

مَا، موصولہ یا موصوفہ ہے اور ترکنا اس کا صلہ یا صفت ہے اور صدقة، ترکنا کا مفعول ہے۔ اس ترکیب کے لحاظ سے معنی یہ ہے کہ ہم انبیاء جس چیز کو صدقہ چھوڑ کر جائیں اس کا کوئی وارث

نہیں ہوتا۔اس معنی کے لحاظ سے جناب ابو بکر کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اور غصب فدک اور غصب حصہ رسول سے جناب ابو بکر کا ظلم ثابت ہوتا ہے اور اس ظلم کی وجہ سے ان کی خلافت کے تمام پیچ ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور موجودہ معنی کی صورت میں یہ جواب ابو بکر نے بو کھلا کر دیا ہے۔

دوسرا معنٰی:

جو چیز ہم انبیا چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے اس کا کوئی وارث نہیں ہے اگر کلام مذکور کا یہ معنی کیا جائے تو یہ بالکل غلط ہے۔

نتیجہ بحث:

جناب فاطمہ زہراؑ نے وفات رسولؐ اللہ کے بعد ابو بکر سے تین چیزوں کا بطور میراث سوال فرمایا تھا۔ ا۔نواحات مدینہ میں جو باغات و جاگیریں مال فئی تھیں ۲۔جاگیر فدک ۳۔خمس ،مال خیبر۔سیدہ کا مقصد یہ تھا کہ ان کے مالک میرے باپ رسولؐ اللہ تھے اور آنجناب کے بعد میں حضور کی وارث ہوں کیونکہ بیٹی ہوں اور بیٹی قانون اسلام میں وارث ہے۔

جناب ابو بکر نے سیدہ کے سوال کے بعد تین جواب دیے تھے

۱- نبی کریم ﷺ کے بعد ان چیزوں کا میں مالک ہوں۔

۲- انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ان کا مال صدقہ ہوتا ہے۔

۳- رسول اللہ کے بعد ان چیزوں کے وارث آنجناب کی اولاد ہے۔

ارباب انصاف ! خلیفہ کے یہ تینوں جواب ایک دوسرے کو جھٹلا رہے ہیں کیونکہ آپس میں متضاد ہیں۔کسی بھی عدالت میں کوئی شخص متضاد جوابات پیش کرے تو اس کا مدعا کمزور ہو جاتا ہے لیکن عجیب عدالت تھی صحابہ کی کہ ابو بکر متضاد جوابات پیش کر رہا ہے اور دو جواب ان میں سے قرآن کے بھی مخالف ہیں لیکن اس کے باوجود مسلمان ڈٹے ہوئے ہیں کہ ابو بکر کا پلہ بھاری ہے۔

محترم قارئین ! خلیفہ کا پہلا اور دوسرا جواب قرآن کے مخالف ہے لہٰذا صحیح نہیں ہے اور تیسرا جواب درست ہے لیکن خلیفہ نے اس پر عمل نہیں کیا۔یہ مان بھی لیا ہے کہ وارث تو نبی کریم ﷺ کے بعد آنجناب کی اولاد ہے لیکن اس پر عمل نہیں کیا کیونکہ کچھ سیاسی وجوہات تھیں، مثلاً آل نبی حزب

مخالف تھی اور خلیفہ کا مقصد تھا کہ اگر یہ (آل رسول) روٹی، کپڑااور مکان کے محتاج رہے تو کسی بھی انتخاب میں یہ (آل نبی) اصحاب کے مقابلہ میں کھڑا ہونے کی جرأت نہیں کریں گے۔

حدیث نحنُ مَعَاشرَ الانبیَاء لانُورِثَ کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اس کلام کو ابو بکر کا زبر دست جواب سمجھا جاتا ہے اور ہر زمانے میں چار یاری مذہب کا اسی جواب پر گزارہ رہا ہے لہٰذا ہم اس جواب کو **ارباب انصاف** کے سامنے تحقیق کی بھٹی میں پگھلاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس کا کیا رنگ نکلتا ہے؟

جناب ابو بکر کا جواب قرآن کے مخالف ہے اور سیدہ زہراءؑ کا دعوی قرآن کے موافق ہے لہٰذا جناب زہراءؑ حق بجانب ہیں اور خلیفہ غلطی پر ہے۔

جواب ابو بکر قرآن کی آیات کے مخالف ہے

ثبوت ملاحظہ:

يوصِيكُمُ اللّهُ فِي أَوْلاَدِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنثَيَيْنِ۔ (پ۴ نساء، آیت ۱۱)

ترجمہ: خدا تمہاری اولاد کے حق میں تم سے وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔

نوٹ:

اللہ نے ہر شخص کی اولاد کو اس کے ترکہ میں حق دیا ہے لہٰذا ہمارے نبی کی بیٹی فاطمہ زہراءؑ آنجناب کے بعد حضور کے ترکے میں حقدار ہے اور ابو بکر کی پیش کردہ حدیث اس آیت قرآن کے مخالف ہے اور جو حدیث قرآن کے مخالف ہو اس پر عمل نہیں کیا جاتا۔

اسلام نے ہر عورت کو اپنے باپ کا وارث بنایا ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا۔ (پ۴، نساء، آیت ۷)

ترجمہ : ترکہ میں کچھ خاص حصّہ عورتوں کا بھی ہے خواہ ترکہ کم ہو یا زیادہ (ہر شخص کا) حصہ ہماری طرف سے مقرر ہوا ہے۔

نوٹ :

جب ہر عورت اپنے باپ کی وارث ہے تو فاطمہ زہراؑ بھی اپنے باپ رسول اللہؐ کی وارث ہے اور جناب ابو بکر کی پیش کردہ حدیث اس آیت قرآن کے بھی مخالف ہے اور جب کوئی حدیث قرآن کے مخالف ہو تو وہ حدیث من گھڑت ہوتی ہے۔

اسلام نے ہر شخص کو والدین کے ترکہ کا وارث بنایا ہے

ثبوت ملاحظہ ہو :

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ۔ (پ۵نساء،آیت ۳۳)

ترجمہ :

اور ماں باپ یا قرابت دار غرض جو شخص ترکہ چھوڑ جائے ہم نے ہر ایک کا والی وارث مقرر کیا ہے۔

نوٹ : جب ہر شخص اپنے ماں باپ کا وارث ہے تو ہمارے رسول کی بیٹی فاطمہ زہراؑ بھی اپنے باپ کی وارث ہے اور جناب ابو بکر کی پیش کردہ حدیث اس آیت کے بھی مخالف ہے اور جو حدیث قرآن کے مخالف ہو وہ راوی کی غلطی کا نتیجہ ہے۔

آخری فیصلہ اسلام کا یہ ہے کہ قرابت دار ہی وارث ہوں گے

ثبوت ملاحظہ ہو :

وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ۔ (پ۲۱احزاب،آیت۶)

ترجمہ : اور مومنین اور مہاجرین میں سے جو لوگ باہم قرابت دار ہیں کتابِ خدا کی رُو سے غیروں کی نسبت ایک دوسرے کے ترکے کے زیادہ حق دار ہیں۔

نوٹ :

جب قرابتدار بحکم قرآن وارث ہیں تو انبیاء کے قرابت داروں نے ابو بکر کا کیا قصور کیا ہے کہ انہیں محروم کرنے کے لئے خلیفہ نے ایک حدیث فرض کر لی۔ فاطمہ زہراءؑ ہمارے نبی کی بیٹی ہے اور اس سے بڑی قرابت کیا ہو گی لہٰذا مذکورہ آیت کی رو سے بی بی اپنے باپ کی وارث ہے اور ابو بکر کی پیش کردہ حدیث اس آیت قرآن کے بھی مخالف ہے لہٰذا ہمارے لئے قرآن کی مخالفت کرنا خلیفہ کی خاطر جائز نہیں۔ حق بی بی کے ساتھ ہے۔

داؤد نبی کا بیٹا سلیمان اپنے باپ کا وارث ہوا ہے

ثبوت ملاحظہ ہو :

۵۔ وَوَرِثَ سُلَيۡمَانُ دَاوُودَ وَقَالَ ۔۔ الخ (پ۱۹ نحل، آیت۱۶)

ترجمہ : اور وارث ہوا سلیمان داؤد کا۔

نوٹ :

جب داؤد نبی کا بیٹا ان کا وارث ہوا ہے تو ہمارے نبی کی بیٹی فاطمہ زہراءؑ بھی آنجناب کی وارث ہے اور جناب ابو بکر کی وہ حدیث کہ نبی لاوارث ہوتے ہیں، اس آیت کے بھی مخالف ہے لہٰذا بے بنیاد ہے خلیفہ کا عذر۔

سلیمان نبی کو ایک ہزار گھوڑا داؤد نبی کے ترکہ سے ملا تھا

ثبوت ملاحظہ ہو :

نمبر۶ :

إِذۡ عُرِضَ عَلَيۡهِ بِالۡعَشِيِّ الصَّافِنَاتُ الۡجِيَادُ۔ (پ۲۳ ص، آیت۳۱)

ترجمہ : اتفاقاً ایک دفعہ تیسرے پہر کو خاصے کے اصل گھوڑے ان کے سامنے پیش کئے تھے۔

نوٹ :

اس آیت کی تفسیر میں حوالہ جات مذکور ہو چکے کہ داؤد نبی کے ترکہ سے سلیمان کو ایک ہزار گھوڑے ملے تھے اور یہ مال دنیا ہے لہٰذا اگر داؤد نبی کا بیٹا ان کا وارث ہو سکتا ہے تو ہمارے نبی کی بیٹی فاطمہ زہراءؑ بھی رسول اللہؐ کی وارث ہے اور ابو بکر کی بیان کردہ حدیث اس آیت کی بھی مخالف ہے اور جو حدیث قرآن کے مخالف ہو وہ راوی کی غلطی کا نتیجہ ہے۔

زکریا نبی نے بھی اپنے مال کی خاطر خدا سے وارث مانگا ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًا۔ (پ۱۶ مریم، آیت ۶)

ترجمہ : اے خدا مجھے فرزند عطا کر جو میری اور آل یعقوب کی میراث کا وارث ہو اور اس وارث کو پسندیدہ بنا۔

نوٹ :

اگر انبیاء لاوارث ہوتے تو جناب زکریا اپنے لئے وارث بیٹے کی دعا نہ مانگتے پس معلوم ہوا کہ انبیاء کے وارث ہوتے ہیں لہٰذا فاطمہ زہراءؑ ہمارے رسول کی وارث تھیں اور ابو بکر کی پیش کردہ حدیث اس ساتویں آیت کی بھی مخالف ہے اور جو حدیث سات عدد آیات قرآن کے مخالف ہو وہ یقیناً غلط ہے۔

دنیا سے لاوارث جانے کا دکھ انبیاء کو بھی ہوتا ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

نمبر ۸:

وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَى رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ۔ (پ۱۷ الانبیاء، آیت ۸۹)

ترجمہ : اور زکریا کو یاد کرو جب انہوں نے اپنے پروردگار سے دعا کی اے میرے پالنے والے مجھے تنہا (بے اولاد) نہ چھوڑ اور تُو تو سب وارثوں سے بہتر ہے۔

نوٹ :

مذکورہ آیت بھی زکریا نبی کی دعا کی حکایت کر رہی ہے۔ اگر نبی لاوارث ہوتے تو حق تعالیٰ زکریا سے ضرور فرماتے کہ تم لاوارث گروہ کے فرد ہو۔ جناب ابو بکر کی پیش کردہ حدیث اس آٹھویں آیت کے بھی مخالف ہے۔

نیک اولاد انبیاء نے بھی خدا سے مانگی ہے

ثبوت ملاحظہ ہو :

نمبر۹:

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ۔ (پ۳ آل عمران، آیت ۳۸)

ترجمہ : اس وقت زکریا نے اپنے پروردگار سے دعا کی اور عرض کی اے میرے پالنے والے! تو مجھ کو بھی اپنی بارگاہ سے پاکیزہ اولاد عطا فرما! بیشک تو ہی دعا کا سننے والا ہے۔

نوٹ :

زکریا نبی نے وراثت مال کی خاطر نیک اولاد خدا سے مانگی تھی اگر انبیاء لاوارث ہیں تو خدا تعالیٰ زکریا کو ٹوک دیتے۔ ابو بکر کی پیش کردہ حدیث قرآن کی اس آیت کے بھی مخالف ہے۔

ایک تابوت بطور میراث آدم کی اولاد میں جناب یعقوب تک آیا ہے

ثبوت ملاحظہ ہو :

نمبر۱۰ :

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَآلُ هَارُونَ۔ (پ۲ بقرہ، آیت ۲۴۸)

ترجمہ : اور ان کے نبی نے ان سے یہ بھی کہا: اس کے (منجانب اللہ) بادشاہ ہونے کی یہ پہچان ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا جس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تسکین دہ چیزیں اور ان تبرکات سے بچا کھچا ہوگا جو موسیٰ وہارون کی اولاد یادگار چھوڑ گئی ہے۔

نوٹ :

حوالہ مذکور ہوچکا ہے کہ تابوت مذکور بطور میراث جناب یعقوب تک پہنچا ہے۔ اگر تمام انبیاء لاوارث ہیں تو تابوت فقراپر صدقہ کیوں نہ کردیا گیا۔

شیعہ سُنی اتفاق

اہل تشیع اور اہل سنت کا اتفاق ہے کہ جو حدیث قرآن کے مخالف ہو اسے ٹھکرا دیا جائے۔ جناب ابو بکر کی پیش کردہ حدیث کہ انبیاء لاوارث ہیں مذکورہ دس عدد آیات قرآن کے مخالف ہے اور جو حدیث کسی ایک آیت کے بھی مخالف ہو اسے ٹھکرا دیا جاتا پس خلیفہ کی حدیث ہر گز ہر گز قابل عمل نہیں ہے۔

وامصیبتا علی الاسلام!

ہم اہل تشیع مسئلہ میراث نبی میں قرآن پیش کرتے ہیں اور چار یار مذہب والے مسئلہ مذکور میں ابو بکر پیش کرتے ہیں۔

ارباب انصاف!

آپ ہی فیصلہ کریں کہ قرآن کے سامنے خلیفہ کی کیا وقعت ہے۔ دس عدد آیات قرآن کی مخالفت کرتے ہوئے جناب ابو بکر نے نبی کریم ﷺ کی بیٹی کو آنجناب کی میراث سے محروم کیا تھا اور یہ بنت رسول سے بہت بڑی بے انصافی ہے اور بی بی پر ظلم ہے۔ جو اولاد رسول پر ظلم کرے وہ امت مسلمہ میں خلافت کے لائق نہیں ہے۔

قرآن سے منہ پھیرنے والوں کی اور اس کے حکم نہ سننے والوں کی مذمت

ثبوت ملاحظہ ہو:

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ۔ (پ۲۴ فصلت: آیت ۲۶)

ترجمہ : اور منکرین حق کہنے لگے کہ اس قرآن کو سنو ہی نہیں اور جب پڑھیں تو اس کے بیچ غل مچا دیا کرو تا کہ اس ترکیب سے تم غالب آ جاؤ۔

چار یاری مذہب کو چیلنج

اہل سنت ہم غریب شیعوں پر ہمیشہ برستے رہتے ہیں کہ دکھاؤ ماتم کہاں لکھا ہے قرآن میں گھوڑا کہاں لکھا ہے قرآن میں؟ علم کہاں لکھا ہے قرآن میں؟ لیکن ان عقل مندوں نے یہ کبھی نہیں سوچا کہ انبیاء کا لاوارث ہونا کہاں لکھا ہے قرآن میں؟

ہم نے دس عدد آیات قرآن سے ثابت کر دیا ہے کہ انبیاء کی میراث کی حق دار ان کی اولاد ہے اور ملوانوں کو چیلنج ہے بائے (ب) بسم اللہ سے سین (س) والناس تک قرآن پاک سے کوئی آیت بھی ایسی پیش کر دیں جس سے انبیاء کا لاوارث ہونا ثابت ہوتا ہو۔

ابو بکر کے کلام لانورث کو مولا علی نے بھی جھٹلایا ہے

ثبوت ملاحظہ ہو :

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "کنز العمال" ص ۵۲ ج ۴ ذکر میراث النبی۔
۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "نیل الاوطار" ص ۸۸ ج ۶ ذکر میراث النبی۔
۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "السنن الکبریٰ" ص ۲۹۸ ج ۶ کتاب قسم الفیٔ۔
۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح مسلم" ج ۲ ص ۷۱ باب حکم الفیٔ ۔

"کنز العمال" کی عبارت ملاحظہ ہو :

فقال ابوبکر قال رسول اللہ (ص) لانورث ما ترکنا صدقة فرایتماہ کاذباً آثما غادراً خائنا۔

ترجمہ : (ایک موقعہ پر جناب عمر نے حضرت علیؑ اور جناب عباس سے کہا تھا) کہ ابو بکر نے کہا تھا کہ میں نے پیغمبر سے سنا ہے کہ آنجناب نے فرمایا تھا

کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ پس تم دونوں نے ابو بکر کو جھوٹا گناہگار غدار اور خیانت کار سمجھا۔

نیل الاوطار کی عبارت:

ولذلک نسب عمر الی علی وعباس انهما کانا یعتقدان ظلم من خالفهما کما وقع فی صحیح بخاری وغیره۔

ترجمہ: جناب عمر نے حضرت علیؑ اور عباس کی طرف نسبت دی ہے کہ یہ دونوں بزرگوار (مسئلہ میراث نبی میں) اپنے مخالف کے ظلم کا اعتقاد رکھتے تھے جیسا کہ اس کا تذکرہ "صحیح بخاری" میں ہے۔

"سنن الکبریٰ" اور "صحیح مسلم" کی عبارت ملاحظہ ہو:

فقال ابوبکر قال رسول اللہ (ص) لانورث ما ترکنا صدقة فرایتما کاذبا آثما غادراً خائنا۔

ترجمہ: (ایک موقعہ پر حضرت عمر نے کہا کہ ابو بکر نے کہا) رسول اللہؐ نے کہا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے پس آپ دونوں (علی وعباس) نے ابو بکر کو اس دعویٰ میں جھوٹا، غدّار، گناہ گار، خیانت کار سمجھا۔

نوٹ:

جناب ابو بکر کو اس حدیث بیان کرنے میں اور جاگیر فدک اور حصّۂ رسول کو غصب کرنے میں حضرت علیؑ نے ظالم اور غدار سمجھا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "الحَقُّ مَعَ عليٍّ وعَليّ مَعَ الحَقِّ" اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کو جناب امیرؑ ظالم اور غدار سمجھیں تو حق ہی یہی ہے کہ وہ ایسا ہے۔

جو حضرت علیؑ کی نگاہ میں ظالم اور غدار ہے وہ اصحاب کی نگاہ میں بھی ایسا ہی ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر مظہری" پ ۱۲، س ھود، ص ۱۴ ج ۵:

ولا وجه عندی ان یقال ان علیا کان قطب کمالات الولایة وسائر الاولیاء حتی الصحابة رضوان اللہ علیهم اتباع له فی مقام الولایة۔

ترجمہ : ہمارے نزدیک تحقیقی بات یہ ہے کہ حضرت علیؑ علیہ السلام کمالات ولایت کے قطب تھے اور دوسرے تمام اولیاء حتی کہ صحابہ کرام مولا علی کے مقام ولایت میں پیروکار تھے۔

نوٹ :

ارباب انصاف ! جب جناب ابو بکر نے بنت رسولؐ پر ظلم کیا اور جناب سیّدہ کی جاگیر فدک چھین لی اور میراث نبی کا انکار کیا تو حضرت علیؑ اس رویے کی وجہ سے ابو بکر کو غدار اور ظالم سمجھتے تھے اور صحابہ کرام حضرت علیؑ کے مقام ولایت میں پیروکار ہیں۔ جو شخص جناب امیرؑ کی نگاہ میں ظالم اور غدار ہے وہ جناب کے پیروکار صحابہ کی نگاہ میں بھی ایسا ہی ہے۔

حق زہراءؑ کھانے والے کا خاتمہ دنیا سے رسول اللہؐ کی نگاہ میں

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب "موطاالامام مالک" ص۳۰۷ ج ا کتاب الجہاد۔

۲- اہل سنت کی معتبر کتاب "جذب القلوب الی دیار المحبوب" ص۲۴۱ عبدالحق محدّث دہلوی۔

ان رسول اللہ (ص) صلی اللہ علیہ وسلم قال لشہداء احد ہولاء اشہد علیہم فقال ابوبکر الصدیق السنا یا رسول اللہ (ص) اخوانہم اسلمنا کما اسلموا وجاھدنا کما جاھدوا فقال رسول اللہ (ص) بلیٰ ولکن لا ادری ما تحدثون بعدی فبکی ابو بکر ثم بکی ثم قال ائنا لکائنون بعدک۔

ترجمہ : رسول اللہؐ نے شہداء احد کے بارے میں فرمایا کہ ان لوگوں کے متعلق میں گواہی دوں گا (کہ ان کا ایمان صحیح تھا)، پس ابو بکر نے کہا: یا رسول اللہؐ ! کیا ہم ان کے بھائی نہیں؟ ہم بھی اسلام لائے ہیں جس طرح یہ اسلام لائے ہیں اور ہم نے بھی جہاد کیا ہے جس طرح انہوں نے جہاد کیا ہے۔ حضور نے فرمایا: ہاں، لیکن مجھے کیا معلوم تم میرے بعد کیا بدعات کرو گے؟ پس ابو بکر رو پڑے اور کہا: کیا ہم آپ کے بعد (بدعات کی خاطر رہ جائیں گے)

اَشهَدُعَلیھِم کی تشریح

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "تنویر الحوالک شرح موطاامام مالک" مولف سیوطی ج۱ص۳۰۷:

(ھؤلاءاشھدعلیھم)ای اشھدلھم بالایمان الصحیح والسلامۃمن الذنوب الموبقات ومن التبدیل والتغییر والمنافسۃونحوذلک قال ابن عبدالبر۔

ترجمہ: حضور نے فرمایا کہ میں ان شہداء کے متعلق گواہی دوں گا کہ ان کا ایمان صحیح تھا اور ہلاک ہونے والے گناہوں سے محفوظ تھے (اور میرے بعد میرے دین میں) تبدیلی کرنے سے اور دنیا کے لالچ سے محفوظ تھے۔

نوٹ:

اہل سنت کے مولانا احتشام الدین کتاب "نصیحۃ الشیعہ" کے ص۵۴۲ ج ۲ میں لکھتے ہیں کہ صحیحین اور سنن اربعہ انہی کتابوں پر اہل سنت کا دار و مدار ہے۔اسی قسم کی کتاب موطاء بھی ہے۔

ارباب انصاف!

ہم نے خلیفہ ابو بکر کے ایمان کا پول اس کتاب سے کھولا ہے جن پر ان کے ایمان کا دار و مدار ہے ۔ حوالہ مذکور کو چار یاری مذہب ذرا غور سے پڑھے اور ہماری گزارش بھی ٹھنڈے دل سے سنے کہ چونکہ رسول اللہؐ کو علم تھا کہ ابو بکر میرے بعد میری بیٹی کی جاگیر فدک غصب کرے گا اور من گھڑت کلام "ما تَرَکنَا صدقۃً" کو میری طرف نسبت دے گا اسی لئے جب ابو بکر نے اپنے خاتمہ بالخیر اور اپنے صحیح ایمان کی رسول اللہؐ سے گواہی مانگی تو حضور نے صاف صاف انکار کر دیا یہ فرماتے ہوئے کہ تم اے ابو بکر میرے بعد بھلا کیا بدعات کرو گے!

اگر اطمینان نہیں ہوا تو اور سنیے

اہل سنت کی معتبر کتاب "وفاء الوفا" ص۹۳۱ ج ۳ ذکر شہداء احد، مؤلف نور الدین سمہودی:

ثم وقف رسول اللہ (ص) موقفا اخر فقال ھولاء اصحابی الذین اشھدلھم یوم القیامۃ فقال ابوبکر فما نحن باصحابک فقال بلی ولکن لا ادری کیف تکونون بعدی انھم خرجوا من الدنیا خماصا۔

ترجمہ : (جنگ احد کے بعد) نبی کریمﷺ شہداء کی لاشوں کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا: یہ میرے وہ اصحاب ہیں جن کے بارے میں قیامت کے دن (ان کے صحت ایمان) کی گواہی دوں گا۔ پس ابو بکر نے کہا: (یا نبی اللہ کیا ہم آپ کے اصحاب نہیں ؟ حضور نے فرمایا : ہاں، لیکن میں نہیں جانتا میرے بعد تمہارا کردار کیسے ہوگا؟ تحقیق یہ لوگ دنیا سے خالی شکم گئے ہیں۔

نوٹ :

چار یاری مذہب کے علماء خلیفہ ابو بکر کے کارنامے فضائل اور فتوحات بیان کرتے ہوئے کہیں رُکتے نہیں لیکن جب ابو بکر نے اپنے صحت ایمان کی رسول اللہؐ سے گواہی طلب کی تو ابو بکر کو اپنی کوئی فضیلت کام نہ آئی کیونکہ پیغمبر اسلام جانتے تھے کہ میرے بعد ابو بکر میری بیٹی پر ظلم کرے گا لہٰذا حضور نے جناب ابو بکر کے صحت ایمان اور خاتمہ بالخیر کی تصدیق کرنے سے انکار کر دیا۔

ملّاں احتشام الدین مراد آبادی کی ہرزہ سرائی

اعتراض :

ملّاں موصوف اپنی کتاب "نصیحۃ الشیعہ" ج ۲ ص ۴۰۴ میں لکھتے ہیں :

اگر جناب سیدہ نے قصور معاف نہ کیا تو نہ کریں۔ آخرت کی حکومت تو ان کے اختیار میں نہ ہوگی بلکہ غفور الرحیم کے اختیار میں ہوگی۔ وہ خوب جانتا ہے کہ ان دونوں (ابو بکر، عمر) نے کیسی معذرت کی اور اس کے مقابلے میں جناب سیدہ نے سنگدلی اور بے رحمی اختیار فرمائی جو مومن کی شان سے بعید ہے۔

جواب ا:

ارباب ایمان ! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس خارجی ناصبی دشمن آل رسولؐ نے کس طرح بنت رسولؐ کے ایمان پر حملہ کیا ہے اور بی بی پر ظلم کرنے والوں کی طرفداری کی ہے۔ اس گستاخ کے نزدیک گویا صحابہ جو ظالم تھے وہ تو رحمدل ہیں اور نبیﷺ کی مظلومہ بیٹی سنگدل ہے۔ اس بدزبان کو کون سمجھاتا کہ ظالم جب تک مظلوم کا حق واپس نہ کرے تو وہ ظالم معافی کے قابل ہی نہیں ہے۔ اس گستاخ ملاں کی تحریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عدالت الٰہی بالکل بوگس ہے۔ کسی ظالم سے بدلہ نہیں لیا جائے گا۔

ہمارے سخت لہجہ سے قارئین کو شکایت ہوگی لیکن چونکہ اس رزیل ملاں نے بنت رسولؐ کے ایمان پر حملہ کیا ہے۔اس ملاں کی جتنی ملامت کریں تھوڑی ہے۔

جواب۔۲ سیدہ زہراءؑ پر ظلم کرنے والے حوض کوثر سے ہٹائے جائیں گے۔ نبیؐ کی بیٹی پر ظلم کرنے والوں کو خدا بھی معاف نہیں کرے گا اور وہ حوض کوثر سے ہٹادیے جائیں گے۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح بخاری" مطبوعہ مصر ص ۱۲۰ ج ۸ باب الحوض۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح مسلم" مطبوعہ مصر ص ۲۸۴ ج ۲ باب الحوض۔

۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "سنن نسائی" ص ۱۱۷ ج ۲ باب الذکر البعث۔

۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "مسند احمد حنبل" ص ۳۵۱ ج ۳ مسند عبداللہ بن عباس۔

"بخاری" کی عبارت ملاحظہ ہو:

قال یرد علی یوم القیامۃ رھط من اصحابی فیحلون عن الحوض فاقول یا رب اصحابی فیقول انک لاعلم لک بما احدثوا بعدک انھم ارتدوا علی ادبارھم القھقری۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک گروہ میرے اصحاب کا روز قیامت میرے پاس حوض کوثر پر آئے گا پس ان کو حوض کوثر سے دور کیا جائے گا۔ میں عرض کروں گا: اے خدایا! یہ لوگ میرے اصحاب ہیں۔ اللہ فرمائے گا: آپ کو علم نہیں ان بدعات کا جو انہوں نے آپ کے بعد کی ہیں۔ یہ آپ کے بعد دین سے مرتد ہوگئے تھے۔

"صحیح مسلم" کی عبارت ملاحظہ ہو:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیردون علی الحوض رجال ممن صاحبنی حتی اذا رایتھم ورفعوا الیّ اختلجوادونی فلا قولن ای رب اصحابی اصحابی فلیقالن انک لاتدری ما احدثوا بعدک۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کچھ لوگ جو میری صحبت میں رہتے تھے دنیا میں، حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔ جب میں ان کو دیکھوں گا تو وہ

مجھ سے دور کردیے جائیں گے۔ میں عرض کروں گا: اے خدایا! یہ میرے اصحاب ہیں تو مجھ سے کہا جائے گا: تو نہیں جانتا ان بدعات کو جو انہوں نے تیرے بعد کی ہیں۔

"مسند احمد حنبل" اور "سنن نسائی" کی عبارت ملاحظہ ہو:

وانه سیجاء برجال من امتی فیوخذ بهم ذات الشمال فاقول: یا رب اصحابی قال فیقال لی انک لاتدری ما احدثوا بعدک لم یزالوا مرتدین علی اعقابهم مذ فارقتهم۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ کچھ لوگ میری امت سے روز قیامت لائے جائیں گے پس ان کو جہنم کی طرف راندہ جائے گا۔ میں عرض کروں گا: اے خدایا! یہ میرے اصحاب ہیں۔ مجھ سے کہا جائے گا: آپ کو معلوم نہیں وہ بدعات جو انہوں نے آپ کے بعد کی ہیں۔ جب آپ ان سے جدا ہوئے تھے تو اس وقت سے یہ مرتد ہوگئے تھے۔

ذات الشمال کی تشریح

"حاشیہ امام السندی بر نسائی" ج ۴ ص ۱۱۷:

﴿فیوخذ بهم ذات الشمال﴾ أی طریق النار۔

ترجمہ: ذات الشمال کے معنی ہیں: جہنم کی راہ۔

نوٹ:

جو لوگ حوض کوثر سے ہٹائے جائیں گے وہی اصحاب ہیں جنہوں نے نبیؐ کی بیٹی پر ظلم کیا ہے اور سیدہ کو اپنے باپ رسول اللہؐ کی میراث سے محروم کیا اور "ما ترکنا صدقةً" جیسے غلط کلام کو نبی کی طرف نسبت دی ہے اور جناب امیرؑ المومنین علی ابن ابی طالب انہی اصحاب کو غدار اور ظالم سمجھتے تھے۔ جو لوگ اہل تشیع کو برا کہتے ہیں، کاش! وہ لوگ اپنی کتب کو بغور پڑھتے۔ ہم شیعوں کو کوسا جاتا ہے کہ یہ اصحاب کو برا کہتے ہیں۔ چار یاری مذہب! تیرے انصاف کے بھی بلّے بلّے۔ بخاری، مسلم اور احمد بن حنبل جیسے لوگوں نے اصحاب کے مرتد ہونے کی حدیثیں نقل کیں تو ایسے لوگ تو آپ کے امام بن گئے

اور شیعہ جو بے قصور ہیں، جب اتنی بات کہتے ہیں کہ اصحاب نے نبی کی بیٹی پر ظلم کیا ہے تو شیعوں کے خلاف تیرے فتاویٰ کی توپ کا منہ کھل جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی بیٹی پر ظلم کرنے والے کے چہرے پر قیامت کے دن نُور نہ ہوگا

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "مسند امام احمد بن حنبل" طبع مصر ص ۱۲۸ ج ۱۲:

"مسند عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص"۔

حدثنا قتیبة حدثنا ابن لهیعة عن الحرث بن یزید عن جندب بن عبداللّٰہ عن سفیان بن عوف عن عبداللّٰہ بن عمرو قال کنت عند رسول اللّٰہ (ص) وطلعت الشمس فقال یاتی اللّٰہ قوم یوم القیامة نورهم کنور الشمس فقال ابوبکر أنحن هم یا رسول اللّٰہ (ص) قال لا ولکنهم الفقراء والمهاجرون الذین یحشرون من اقطار الارض۔

ترجمہ: عمرو عاص کا بیٹا عبداللہ کہتا ہے کہ میں طلوع شمس کے وقت رسول اللہؐ کے پاس بیٹھا تھا کہ آنجناب نے فرمایا: اللہ کے حضور میں روز قیامت ایک قوم آئے گی اور ان کے چہروں پر نور سورج کے نور کی طرح ہوگا۔ پس جناب ابو بکر نے عرض کی کہ یارسول اللہؐ کیا وہ قوم ہم ہیں؟ جناب نے فرمایا: نہیں، وہ فقرا اور مہاجرین ہیں جو اطراف زمین سے محشور ہوں گے۔

نوٹ:

حضرت ابو بکر کو اہل سنت تمام اصحاب سے افضل جانتے ہیں اور جب افضل بزرگ کے چہرے پر نور نہ ہوگا تو اس پارٹی کے دوسرے لوگوں کا حال تو بہت خستہ ہوگا اور وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی بیٹی پر ظلم کیا ہے۔ حضرت علیؑ ان کو غدار سمجھتے تھے لہٰذا ان کے چہرے نور کے قابل نہ ہوں گے۔

مُلّاں احتشام الدین مراد آبادی کی اُلٹی منطق

مُلّاں مذکور نے اپنی کتاب "نصیحۃ الشیعہ" ص ۵۰۴ ج ۲ میں حضرت عمر کے اس اقرار کو کہ حضرت علیؑ ابو بکر کو ظالم اور غدار سمجھتے تھے، جناب عمر کی عجیب حکیمانہ تقریر سے تعبیر کیا ہے اور کاذباً، آثماً،

غادراً والی روایت کے جواب میں چند صفحات اپنے نامہ اعمال کی طرح سیاہ کئے ہیں اور ہمیں ملاں مرادآبادی کا جواب پڑھ کر اس جواب کی شان میں یہ شعر یاد آیا:

بک رہا ہوں جنون میں کیا کیا کچھ — کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

کاذباً والی روایت کی مزید تشریح

"مسلم شریف" میں ہے کہ جناب عباس نے حضرت عمر سے کہا تھا کہ اس ظالم علی اور میرے درمیان فیصلہ کرو۔

اعتراض:

عباس نے جناب علی کو ظالم کیوں کہا؟

جواب:

۱- یہ روایت اہل سنت کی کتاب سے ہم نے الزاماً پیش کی ہے لہٰذا اس کا جواب بذمہ اہل سنت ہے۔

۲- عباس کا جناب علی کو ظالم کہنا صرف مسلم کی روایت میں ہے اور دوسرے محدثین اہل سنت نے اس جملے کی روایت کو ترک کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک اس جملے کی صحت مشکوک ہے۔

۳- بالفرض عباس نے کہا بھی ہے تو عباس ہمارے عقیدہ میں معصوم نہیں اور ان کے فضائل زیادہ تر بنو عباس کے خلفاء کی خوشامد کے لئے بنائے گئے ہیں۔

آثماً غادراً والی روایت میں اہل تشیع کا ہدف

جناب عمر نے حضرت علیؑ سے کہا کہ آپ ابو بکر کو میراث رسول اللہؐ والے مقدمہ میں غدار اور ظالم سمجھتے تھے۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ جناب امیرؑ اگر ابو بکر کو ظالم اور غدار نہیں سمجھتے تھے تو آپ کا فرض تھا کہ عمر کو ٹوک دیتے اور فرماتے کہ تم غلط کہتے ہو۔ ابو بکر تو ہمارے نزدیک عادل اور پرہیزگار تھے لیکن جناب امیرؑ نے تردید نہیں فرمائی اور خاموشی اختیار کی ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر کی اس بات سے جناب امیرؑ کو مکمل اتفاق تھا۔

اٹل فیصلہ

چار یاری مذہب یا تو یہ مان لے کہ جناب عمر نے مذکورہ کلام میں جھوٹ بولا ہے اور یا یہ تسلیم کریں کہ حضرت علیؑ ابو بکر کو حدیث "ما ترکنا صدقةً" کے بیان کرنے میں ظالم اور جھوٹا سمجھتے تھے۔ پہلی صورت میں جناب عمر کی خلافت باطل ہے کیونکہ جھوٹا امام نہیں ہو سکتا اور دوسری صورت میں جناب ابو بکر کی خلافت باطل ہے کیونکہ ظالم بھی امام نہیں ہو سکتا اور ہماری اس مزید تشریح سے ملاں مراد آبادی کی تمام غلط تحقیق بھی باطل ہو گئی۔

نتیجہ بحث:

علماء کرام کچھ خوف خدا کرو۔ آخر ایک روز مرنا ہے۔ خدا کو جان دینی ہے۔ قبر میں پاؤں پھیلانے ہیں۔ نبی کی مظلوم بیٹی کے حق کو نہ چھپاؤ۔ ظالموں کی طرف داری نہ کرو۔ ہم نے آپ کی "مسلم شریف" معتبر کتاب سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ فاطمہ زہراءؑ کو میراث رسول اللہؐ سے محروم کرنے کے لئے جو حدیث ابو بکر نے پیش کی تھی، مولا علی اس حدیث کے بیان کرنے میں ابو بکر کو ظالم اور غدار سمجھتے تھے اور جناب علی علیہ السلام ہر معاملہ میں مع الحق اور مع القرآن ہیں۔ جناب امیرؑ صدیق اکبر ہیں آیت تطہیر کی رو سے معصوم ہیں۔ آپ ان کو محفوظ مانتے ہیں۔ جناب امیرؑ رسول اللہؐ کی رسالت کے گواہ ہیں۔ آیت مباہلہ کی رو سے نفس رسول ہیں۔ باب مدینة العلم ہیں۔ ہادی امت ہیں۔ آپ کے چوتھے خلیفہ ہیں۔ ایسی شان والے اگر جناب ابو بکر کو حدیث "ما ترکنا صدقةً" کے بیان کرنے میں ظالم اور جھوٹا سمجھتے ہیں تو پھر ابو بکر کے تمام فضائل پر پانی پھر جاتا ہے کیونکہ حضرت علیؑ جس کو جھوٹا سمجھیں وہ خدا اور رسول کی نگاہ میں بھی جھوٹا ہے۔

اعتراض:

جناب ابو بکر نے جاگیر فدک اور میراث رسول اللہؐ سے جو مال حاصل کیا تھا اس سے دین خدا کی خدمت کی ہے۔

جواب:

مال غصب کو جب اللہ کے دین پر خرچ کیا جائے تو ایسی نیکی خدا کے حضور قبول نہیں ہوتی لہٰذا اس کا کوئی ثواب بھی نہیں ہے۔ حدیث بھی موجود ہے کہ خدا فاسق وفاجر کی مدد سے بھی دین کی خدمت لیتا ہے۔

جناب ابو بکر کی بیان کردہ حدیث "ما ترکنا صدقۃ" کو نبی کریم ﷺ کی بیویوں نے بھی جھٹلایا ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح بخاری" ج ۵ ص ۹۰ باب حدیث بنی نضیر۔
۲- اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح مسلم" ص ۲۷ ج ۳ باب حکم الفئی۔
۳- اہل سنت کی معتبر کتاب "سنن ابی داؤد" ص ۱۴۵ ج ۳ باب الفئی۔
۴- اہل سنت کی معتبر کتاب "سنن الکبریٰ" ص ۳۰۱ ج ۶ کتاب الفئی۔
۵- اہل سنت کی معتبر کتاب "معجم البلدان" ص ۲۳۹ ج ۱۴ ذکر فدک۔
۶- اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح ابن ابی الحدید نہج البلاغہ" ص ۱۱۵ ج ۴ خطبہ کانت بایدینا فدک۔
۷- اہل سنت کی معتبر کتاب "البدایۃ والنہایۃ" ص ۲۸۵ ج ۵ ذکر میراث النبی۔
۸- اہل سنت کی معتبر کتاب "مدارج النبوۃ" ص ۴۴۵ ج ۲ ذکر تقسیم میراث النبی۔
۹- اہل سنت کی معتبر کتاب "کشف الغمہ" ص ۴۲ ج ۲ ذکر میراث النبی۔
۱۰- اہل سنت کی معتبر کتاب "صواعق محرقہ" ص ۲۲ ذکر طعن غصب فدک۔

تمام کتب کی عبارت پیش کرنا مشکل ہے کیونکہ اختصار مدّ نظر ہے بعض کتب کی عبارت ملاحظہ ہو۔
"صحیح بخاری" کی عبارت ملاحظہ ہو:

سمعت عائشۃ زوج النبی تقول ارسل ازواج النبی عثمان ابی بکر یسالنہ ثمنھن مما افاء اللہ علی رسولہ فکنت انا اردھن فقلت لھن الا تتقین اللہ لم تعلمن ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول لا نورث ما ترکنا صدقۃً۔

ترجمہ: عروہ بن الزبیر بیان کرتا ہے کہ میں نے جناب عائشہ کو بیان کرتے ہوئے سُنا۔ انہوں نے کہا: نبیؐ کی بیویوں نے عثمان کو ابو بکر کے پاس بھیجا تھا اور وہ ابو بکر سے اپنا آٹھواں حصہ مانگتی تھیں اس مال فئی سے جسے اللہ نے اپنے نبی کو ملکیت کے لئے دیا تھا اور میں ازواج نبی کو روکتی تھی کہ خدا سے ڈرو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضور نے فرمایا ہے: ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے اس کا کوئی وارث نہیں۔

نوٹ :

حدیث مذکور سے روشن ثبوت ملتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بیویاں ابو بکر کو میراث نبی کی نفی کرنے والی حدیث بیان کرنے میں حق بجانب نہیں سمجھتی تھیں ورنہ وہ حضرت عثمان کو اپنے حصہ کی خاطر ابو بکر کے پاس نہ بھیجتیں۔ اہلِ سنت تمام ازواج نبی کو معتبر سمجھتے ہیں تو جسے ازواج نبی حق بجانب نہیں سمجھتیں تو اہل سنت کے نزدیک وہ حق بجانب نہیں ہے۔

اعتراض :

حدیث مذکور میں جناب عائشہ نے ابو بکر کی طرف داری کی ہے لہٰذا جناب ابو بکر کا پلہ بھاری ہے۔

جواب :

اگر دعویٰ ہبہ فدک میں جناب حسنین کی گواہی ان کی کمسنی اور ان کے اولاد بتول ہونے کی وجہ سے اہل سنت معتبر نہیں جانتے تو ۹ ہجری میں نبی کریم ﷺ کے گھر گڑیاں کھیلنے والی کمسن اماں جی کی گواہی بھی ابو بکر کے حق میں قبول نہیں کیونکہ عائشہ بھی تو ابو بکر کی بیٹی ہے۔

جناب عائشہ نے بھی ابو بکر کی بیان کردہ حدیث کی تصدیق نہیں کی

ثبوت ملاحظہ :

اہل سنت کی معتبر کتاب "مدارج النبوۃ" ص ۵۴۴ ج ۲

عائشه نیز میگوید که طلبیدم بعد از وفات رسول الله(ص) میراث را از ترکه وی که در خیبر وفدک وصدقه که در مدینه داشت یعنی اموال بنی النضیر پس ندارد ابوبکر بوی چیزی وجواب گفت چنانچه بفاطمه گفت وهم چنین ازواج مطهرات دیگر -

ترجمہ : جناب عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے وفات رسول اللہؐ کے بعد اپنا حق میراث طلب کیا۔ آنجناب کے اس ترکہ سے جو خیبر فدک اور اموال بنی

النضیر سے تھا لیکن ابو بکر نے انہیں کچھ بھی نہ دیا اور انہیں وہی جواب دیا جو
دوسری ازواج نبی کو اور فاطمہ بنت رسول اللہؐ کو دیا تھا۔

نوٹ :

اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ جناب عائشہ بھی میراث نبی کی قائل تھیں اور بخاری والی حدیث میں چونکہ ان کے بابا جی کا جواب بہت کمزور تھا لہٰذا چار یاری مذہب نے خود بخود عائشہ کی گواہی بنا کر بی بی عائشہ کے سر تھوپ دی ہے ورنہ اگر حدیث ما ترکنا صدقہ کی گواہ خود عائشہ تھی تو اماں جی اپنے لئے میراث نبی ہر گز طلب نہ کرتی۔

چار یاری مذہب کا ایک عذر لنگ

"تحفہ اثناعشریہ" میں شاہ عبدالعزیز کہتے ہیں کہ جناب ابو بکر شریعت کے معاملے میں بڑے دیانت دار تھے۔ اگر فاطمہ زہراؑ کو ابو بکر نے میراث النبی دشمنی کی وجہ سے نہیں دی تو اپنی بیٹی عائشہ سے تو ابو بکر کی کوئی دشمنی نہ تھی لہٰذا جناب عائشہ کو بھی ابو بکر کا میراث نبی سے محروم کرنا ابو بکر کی دیانت کا بہت بڑا ثبوت ہے۔

جواب :

چار یاری مذہب تیری اس کمزور تحقیق کے بلّے بلّے۔ ہم اپنے قارئین کے سامنے اس غلط عذر کی اب دھجیاں اڑاتے ہیں۔ جناب عائشہ کو میراث نبی سے محروم کرنے میں ایک سیاست کارفرما ہے کیونکہ عائشہ کو اگر میراثِ نبی سے حصہ ملتا تو آٹھویں سے نواں تھا اور یہ بالکل قلیل مال تھا۔ خلیفہ جی نے اپنی صاحبزادی کو تھوڑے سے تو محروم کر دیا اور تمام کا مالک بنا دیا۔ اس میں عائشہ کو کون سا نقصان ہوا۔ ایک بیوہ عورت جس کے بال بچے بھی نہیں ہیں، اس کو ایک لاکھ کی مالیت کا باغ دے دینا اور باقی ازواج سے اس کو وظیفہ بھی دو ہزار زیادہ دینا،اس میں بیوہ کا کیا نقصان ہوا ہے اور نیز خلافت وحکومت بھی اس کے میکے گھر میں ہے۔ اس کی تو پانچوں گھی میں ہیں۔

نقصان تو رسول اللہؐ کی مظلومہ بیٹی کا ہوا ہے کیونکہ باپ کی وفات کے بعد میکے گھر کا دروازہ تو بالکل بند ہو گیا تھا کیونکہ صرف سوتیلی مائیں ہیں اور ایسی ماؤں کا سلوک معلوم ہے۔ رہا سسرال کا گھر تو شوہر علی

ابن ابی طالب کا سوائے چند مخلصین کے تمام عرب دشمن ہے اور وہ اس لئے کہ حضرت علیؑ کی تلوار سے نبی کریم ﷺ کی جنگوں میں رسول کے حکم سے کفار قبائل کے سردار مارے گئے تھے اور عرب کا کینہ محتاج بیان نہیں اور رسول کی بیٹی کے چار چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ والد رسول اللہؐ جو جاگیر گزر اوقات کے لئے بیٹی کو دے گئے ہیں اس پر یاران نبی نے ناجائز قبضہ کرلیا ہے اور میراث نبی دینے سے بھی انکاری ہیں۔ جناب عائشہ اور بنت رسول کے مقدمہ میں بڑا فرق ہے۔ ابو بکر نے اپنی بیٹی کی کمی تو ہر لحاظ سے پوری کردی اور رسول اللہؐ کی بیٹی اس دنیا سے روتی ہوئی اور ابو بکر کو بد دعائیں دیتی ہوئی وفات پا گئی۔

جو خلافت رشوت سے پروان چڑھی ہو اس کی پارسائی کا حال معلوم ہے

ثبوت ملاحظہ:

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب "الطبقات الکبریٰ لابن سعد" ج ۳ ص ۱۸۲ ذکر بیعت ابی بکر۔

۲- اہل سنت کی معتبر کتاب "کنز العمال" کتاب الخلافۃ مع الامارہ ج ۳ ص ۱۳۰۔

فلما اجتمع الناس علی ابی بکر قسم بین الناس قسماً فبعث الی عجوز من بنی عدی بن النجار بقسمها مع زید بن ثابت فقالت! ما ھذا ؟ قال! قسم قسمۃ ابوبکر للنساء فقالت اتراشونی عن دینی ؟ قالوا لافقالت اتخافونی ان ارع ما انا علیہ فقالوا الا قالت فو اللہ لا اخذ منہ شیئاً ابداً۔

ترجمہ: (جب حضرت علیؑ کے مخالفین نے) ابو بکر کی حکومت پر اجماع کرلیا تو ابو بکر نے ان لوگوں میں کچھ مال بانٹا اور بنی عدی کی ایک بوڑھی کا حصہ زید بن ثابت کو دے کر اس کے پاس بھیجا تو بوڑھی نے پوچھا: یہ مال کیسا ہے؟ زید نے کہا: یہ تیرا حصہ ہے اس مال سے جو ابو بکر نے عورتوں میں بانٹا ہے۔ بوڑھی نے کہا: آپ مجھ کو میرے دین کے متعلق رشوت دینا چاہتے ہو؟ زید نے کہا: نہیں۔ بوڑھی نے کہا: کیا تمہیں ڈر ہے کہ جس دین پر میں ہوں اس کو میں چھوڑ دوں گی؟ زید نے کہا: نہیں۔ پس بوڑھی نے کہا: میں اس مال سے کچھ بھی نہیں لوں گی۔

نوٹ :

جس خلیفے نے اپنی حکومت کی مضبوطی کی خاطر بنت رسول کے گھر کو جلانے کی اجازت دی تھی اور جس نے بنت نبی کی جاگیر فدک غصب کی تھی اور جس نے اپنے اقتدار کی خاطر لوگوں کو مال خدا سے رشوت دی تھی، اس کی پارسائی کا حال معلوم ہے۔

نتیجہ بحث اور شاہ عبدالعزیز کی ڈفلی

شاہ عبدالعزیز "تحفہ اثنا عشریہ" خاتمۃ الکتاب ص ۳۸۳ میں لکھتے ہیں:

بازدیدم که مذهب شیعه با مذاهبِ فِرَق خمسهءِ کفار که پنج است: یهود ونصاریٰ وصائبین ومجوس وهنود بسیار مشابهت دارد -

ترجمہ : مذہب شیعہ پانچ کفار فرقوں سے بہت مشابہت رکھتا ہے اور وہ پانچ یہ ہیں۔ ا۔ یہود، ۲۔ نصاریٰ، ۳۔ مجوس، ۴۔ صائبین۔ ۵۔ ہنود۔

دہلوی دجال کو لگام

ہم اہل تشیع کہتے ہیں کہ یہ دہلوی زندیق اور اس کا باپ مذکورہ کفار فرقوں سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے کیونکہ ہندو مذہب میں بیٹی کو باپ کی میراثِ مال نہیں ملتی اور یہ دونوں باپ بیٹا بھی نبی کی بیٹی کو نبی کی میراث سے محروم سمجھتے ہیں بلکہ یہ دونوں یہود ونصاریٰ سے بھی بدترین ہیں کیونکہ یہود ونصاریٰ نے اپنے کسی نبی کی بیٹی کو اس کی میراث مال سے محروم نہیں کیا اور یہ دونوں اپنے نبی کی بیٹی کو آنجناب کی میراث سے محروم سمجھتے ہیں۔

ارباب انصاف!

شرافت کے ڈپو پر صرف ہمارا ہی قبضہ نہیں انہیں بھی کوٹا لینا چاہیے تھا۔

قارئین! ہم نے ان کے مذہب کی دس عدد کتب معتبرہ سے یہ ثابت کردیا ہے کہ نبی کی بیویاں میراث نبی کی قائل تھیں اور ابو بکر کو اس حدیث ما ترکنا صدقہ کے بیان میں حق بجانب نہیں سمجھتی تھیں۔

ملاں احتشام الدین مراد آبادی نے اپنے پاؤں پر کلہاڑا مارا ہے

ملاں موصوف اپنی مایہ ناز کتاب "نصیحۃ الشیعہ" ج ۳ ص ۵۴۴ میں لکھتے ہیں:

عبارت کتاب:

تماشا یہ ہے کہ اللہ نے تمام مسائل ایمانیہ اور اعتقادیہ کو بڑی تفصیل سے بیان کیا۔ اس اللہ نے مسئلہ امامت کو توضیح میں ایسی کمی کی کہ کچھ بھی مطلب نہ کُھلا اور جب اللہ کی طرف سے ایسی کمی ہوئی تو پیغمبر نے بھی توضیح کرنی مناسب نہ سمجھی اسی لئے لفظِ مولیٰ فرمادیا جس کے بہت سے معنی ہیں۔

ملاں مراد آبادی کی توضیح چار یاری مذہب کے لئے مضر ہے

ہم اہلِ تشیع کہتے ہیں کہ مسئلہ میراث نبی میں اس ملاں کی بصارت ختم ہو گئی۔ مسئلہ مذکور میں اس کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ جس اللہ نے مسئلہ میراث کو قرآن میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا اس اللہ نے مسئلہ میراث نبی کی توضیح میں ایسی کمی کی کہ کچھ مطلب نہ نکلا اور اسی کی وجہ سے جناب ابو بکر کی خلافت تباہ و برباد ہو گئی اور جب اللہ کی طرف سے ایسی کمی ہوئی تو پیغمبر نے بھی توضیح کرنی مناسب نہ سمجھی اور اپنے تمام وارثوں کو اس مسئلہ سے ناواقف رکھا اور دنیا سے جاتے وقت چپکے سے صرف ابو بکر کے کان میں کہہ گئے کہ ما ترکنا صدقہ جس کے کئی معانی ہیں اور ایک یہ بھی کہ حضور نے ابو بکر سے کچھ بھی نہ کہا ہو اور جناب ابو بکر نے اپنی حکومت کی حفاظت کی خاطر یہ بات نبی کے سر تھوپ دی ہو کیونکہ جناب ابو بکر نبی یا ولی کی طرح معصوم تو ہیں نہیں، ایک عام انسان ہیں اور ان سے غلطی ہو جانا ممکن ہے۔

جناب ابو بکر کی بیان کردہ حدیث "ما ترکنا صدقۃ" عقل کی روشنی میں بھی غلط ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر کبیر" ج ۳ ص ۱۵۷ آیۃ یوصیکم اللہ

ان المحتاج الی معرفۃ ھذہ المسئلۃ ما کان الا فاطمۃ وعلیا والعباس وھولاء کانوا من اکابر الزھاد والعلماء واھل الدین واما ابو بکر فانہ ما کان محتاجا الی معرفۃ ھذہ المسئلۃ البتۃ لانہ ما کان ممن یخطر ببالہ انہ

یرث من الرسول فکیف یلیق بالرسول ان یبلّغ ھذہ المسئلة الی من لاحاجةبہ الیھا ولا یبلّغھا الی من لہ الی معرفتھا اشد الحاجة۔

ترجمہ : میراث نبی کے حکم کے بیان کی طرف صرف جناب علی اور فاطمہ زہراءؑ اور عباس ہی محتاج تھے اور یہ ہستیاں عالی مرتبہ علماء اور اعلےٰ درجہ کی دیانت دار اور بلند پایہ زہّاد سے تھیں اور جناب ابو بکر کو اس مسئلہ کے حکم کی کوئی ضرورت نہیں تھی کیونکہ ابو بکر ان لوگوں میں سے نہیں تھے کہ جن کے دل میں کبھی آیا ہو کہ وہ بھی وارث رسول ہوں گے۔ پس نبی کی شان کے کیسے لائق ہوا کہ جسے اس مسئلہ کو ضرورت نہ تھی اسے تو بتائیں اور جن کو اس مسئلہ کی سخت ضرورت تھی ان کو نہ بتائیں۔

نوٹ :

مذکورہ عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ جس گروہ کو جس حکم کی ضرورت ہو حاکم کو چاہیے وہ حکم اسی گروہ کو بتائے لہٰذا میراث نبی کی ضرورت عترت رسول کو تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو نفی میراث کا حکم نہیں بتایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسا کوئی حکم اسلام میں نہیں ہے۔

حضرت علی کو ہزار بابِ علم رسول اللہؐ نے تعلیم فرمایا تھا

ثبوت ملاحظہ ہو :

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر کبیر" ج ۲ ص ۴۳۳ ایہ ان اللہ اصطفیٰ اٰدم نوحا۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ینابیع المودة" الباب الرابع عشر۔

قال علی: علّمَنی رسول اللہ (ص) الف باب من العلم واستنبطت من کل باب الف باب۔

ترجمہ : جناب امیرؑ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہؐ نے مجھے ایک ہزار باب علم تعلیم فرمایا تھا اور میں نے ہر باب سے ہزار ہزار باب علم استنباط کیا ہے۔

نوٹ :

حدیث مذکور سے یہ ثابت ہوا کہ جناب امیرؑ کے علم کے سامنے ابو بکر کے علم کی کوئی وقعت نہیں ہے لہٰذا غور کا مقام ہے کہ نبی کریم ﷺ ہزار باب علم تو جناب امیرؑ کو تعلیم فرما گئے اور یہ بات نہ بتائی کہ ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور تعجب ہے کہ یہ راز چپکے سے ابو بکر کے کان میں کہہ گئے۔

حدیث "ما ترکناصدقۃ" کے غلط ہونے کی مزید تشریح

ثبوت ملاحظہ ہو :

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "نور الابصار" ص۶ مؤلف شبلنجی۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ریاض النضرہ" ج۲ ص۲۳۹ ذکر علی ابن ابی طالب ۔

قال رسول اللّٰہ (ص) من اراد ان ینظر الی آدم فی علمه والیٰ نوح فی فهمه والیٰ ابراهیم فی حلمه والی یحییٰ فی زهده والیٰ موسیٰ فی بطشه فلینظر الیٰ علی ابن ابی طالب۔

ترجمہ : جو شخص آدم نبی کو اس کے علم میں اور نوح کو ان کی دانش مندی میں اور ابراہیم کو ان کی بردباری میں اور یحییٰ کو ان کی پرہیزگاری میں اور موسیٰ کو ان کی ہیبت میں دیکھنا چاہے پس وہ علی ابن ابی طالب کو دیکھ لے۔

نوٹ :

مذکورہ حدیث سے ثابت ہوا کہ جناب امیرؑ میں کمالات انبیاء پائے جاتے ہیں، جن میں علم اور دیانت کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ جب ایسے کمالات والی ہستی نے حدیث مذکور کے بیان کرنے میں ابو بکر کو جھوٹا اور غدار سمجھا ہے (مسلم شریف گواہ ہے) تو معلوم ہوا حدیث مذکور غلط ہے۔

جناب ابو بکر کی بیان کردہ حدیث کے جھوٹے ہونے کی عقل کی روشنی میں مزید توضیح

ثبوت ملاحظہ ہو :

جس طرح آیات قرآنی کا شان نزول ہوتا ہے کہ فلاں آیت فلاں وقت میں نازل ہوئی ہے اور سبب نزول یہ ہے۔ اسی طرح احادیث کے بیان کے مواقع ہیں کہ فلاں حدیث رسول اللہؐ نے فلاں

وقت میں فلاں جگہ اس مناسبت سے ارشاد فرمائی ہے۔ مثلاً حدیث منزلت، حدیث طیر، حدیث اخوت، حدیث رایۃ، حدیث من کنت مولا کے موارد ہیں کہ جہاں حضورؐ پر نور نے انہیں ارشاد فرمایا۔ حدیث ما ترکنا صدقہ کے بیان کے تین مقام تھے۔

پہلا مقام:

جب آیات وراثت نازل ہوئی تھیں تو وہ آیات اپنے حکم عام کے عنوان سے نبی کریم ﷺ کو بھی شامل تھیں۔ اگر رسولؐ اللہ وراثت کے حکم عام سے مستثنیٰ تھے تو یہ بات ایک خاص اہمیت رکھتی تھی کیونکہ اس کے پوشیدہ رکھنے میں اصحاب اور آل کے درمیان جھگڑا پیدا ہونے کا سخت اندیشہ تھا لہٰذا نبی کریم ﷺ پر ﴿وانذر عشیرتک الا قربین﴾ کی رو سے فرض تھا کہ اپنی بیٹی فاطمہ زہراءؑ اور تمام مسلمانوں کو بتادیتے کہ ہر انسان کا وفات کے بعد اس کا ترکہ اس کے وارث بانٹیں گے لیکن میرا ترکہ میرے وارث نہیں بانٹیں گے بلکہ میرا ترکہ میری بھوکی امت پر صدقہ ہوگا۔

ارباب انصاف!

آیات میراث کے وقت نزول رسولؐ اللہ نے اپنے لاوارث ہونے کا اعلان نہیں فرمایا، جس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کا لاوارث ہونا من گھڑت مسئلہ ہے۔

دوسرا مقام:

جب خیبر وفدک کے علاقے حضورؐ کے قبضے میں آئے تھے تو جناب پر فرض تھا کہ یہ بتادیتے کہ یہ جاگیریں جو خدا نے مجھے عطا فرمائی ہیں یہ صرف میری زندگی میں میرا ملک ہیں اور میری وفات کے بعد ان کو میری وارث بیٹی نہیں لے سکتی کیونکہ میرا ترکہ میرے بھوکے اصحاب پر صدقہ ہے۔

ارباب انصاف! شریعت کے بادشاہ نے خیبر وفدک کے فتح کے وقت ایسا کوئی اعلان نہیں فرمایا، جس سے معلوم ہوا کہ نبی کے لاوارث ہونے کا مسئلہ آل نبی کا حق کھانے کے لئے یار لوگوں نے بنایا ہے۔

تیسرا مقام:

مرض الموت میں وفات سے پہلے جناب پر فرض تھا کہ اپنی بیٹی اور تمام مسلمانوں کو یہ مسئلہ بتادیتے کہ مَیں لاوارث ہوں اور میرا تمام مال میرے مسکین صحابہ پر اور عثمان غنی جیسے غریبوں پر صدقہ ہے۔

ارباب انصاف! وقت وفات نبی کریمﷺ نے ایسا کوئی اعلان نہیں فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ نبیﷺ کے لاوارث ہونے والا مسئلہ میراثِ نبیﷺ کو ہضم کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔

نتیجہءِ بحث:

مذکورہ تین مقامات میں نبی کریمﷺ کا اپنے لاوارث ہونے کو بیان نہ کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ نبی کا لاوارث ہونا ایک من گھڑت مسئلہ ہے اور ناممکن ہے حضور ایسی بات بنی ہاشم سے پوشیدہ رکھیں۔ جس کے چھپانے کی وجہ سے اصحاب نبی اور بنی ہاشم میں جھگڑا پیدا ہونے کا سخت اندیشہ ہے اور چپکے سے یہ بات ابو بکر کے کان میں کہہ دیں کہ میں لاوارث ہوں۔ اس کا دوسرا مطلب تو یہ ہوا کہ آل اور اصحاب کو نبی کریمﷺ خود لڑا گئے ہیں حالانکہ اس چیز سے نبی کی شان بلند ہے۔

ارباب انصاف!

ایسی بات کو ماننے کی کیا ضرورت ہے جس کی وجہ سے نبی اور آل نبی کی شان پر حرف آتا ہو بلکہ عقل مند کو چاہیے کہ وہی بات کرے جس میں صرف جناب ابو بکر کی غلطی ثابت ہوتی ہے کیونکہ ابو بکر معصوم تو ہیں نہیں اور جس طرح ان سے اور غلطیاں ہوئی ہیں اسی طرح فدک کی جاگیر بنتِ نبی سے غصب کرنا اور میراث نبی کا انکار کرنا بھی ان کی ایک بھاری غلطی ہے۔

جناب ابو بکر نے وقت وفات اپنی نو غلطیوں کا اقرار کیا تھا

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ الرسل والملوک المعروف تاریخ طبری" ج ۴ ص ۲۴۰۔
۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "کنز العمال" کتاب الخلافت مع الامارہ ج ۳ ص ۱۳۵۔
۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "الاموال لابی عبید باب الحکم فی رقاب اہل العنوہ" ص ۱۳۱۔
۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "الامامت والسیاست" ج ۱ ص ۱۸ ذکر وفات ابی بکر۔
۵۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ یعقوبی" ذکر ایام ابی بکر ج ۲ ص ۱۲۷۔
۶۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "مروج الذہب" للمسعودی ج ۲ ص ۳۰۸ ذکر خلافت ابی بکر۔
۷۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "العقد الفرید" ذکر وفات ابی بکر ج ۲ ص ۲۰۸۔

۸- اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح ابن ابی الحدید" ج ۴ ص ۳۳۵ ذکر کتاب لہ الی اھل مصر مع مالک اشتر۔

تمام کتب کی عبارت پیش کرنا اختصار کے منافی ہے لہٰذا صرف تاریخ طبری کی عبارت ملاحظہ ہو:

جناب ابو بکر کا وقت وفات نو باتوں پر اظہار افسوس:

"طبری" کی عبارت:

قال ابوبکر اجل انی لا آسی علی شی من الدنیا الا علی ثلث فعلتھن و دوت عنی ترکتھن و ثلث ترکتھن وددت عنی فعلتھن و ثلث وودت عنی سالت عنھن رسول اللہ (ص) الخ۔

چونکہ اختصار کے مد نظر تمام عربی عبارت پیش کرنا مشکل ہے ہم صرف ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

ترجمہ: جناب ابو بکر نے فرمایا کہ میں نے تین کام کئے ہیں اور اب مجھے افسوس ہے کہ وہ نہ کرتا۔ اور وہ تین یہ ہیں:

۱- میں فاطمہ زہراؑ کے گھر کی بے احترامی نہ کرتا۔

۲- اور میں فجا سلمی کو آگ میں نہ جلاتا۔

۳- اور روز سقیفہ میں امر خلافت عمر یا ابو عبیدہ جراح کے گلے میں ڈال دیتا۔

اور وہ تین کام جو میں نے نہیں کئے افسوس ہے کہ کر لیتا۔

۱- جب اشعث بن قیس میرے پاس قیدی ہو کر آیا تھا تو اسے قتل کروا دیتا۔

۲- جب خالد بن ولید کو میں نے اہل ردّہ کی طرف بھیجا تو خود میں مقام ذی القصہ ٹھہر جاتا۔

۳- جب میں نے خالد کو شام بھیجا تو عمر کو عراق بھیج دیتا۔

اور تین مسئلے جو میں نے نبی سے نہیں پوچھے افسوس کہ پوچھ لیتا۔ وہ یہ ہیں۔

۱- کاش میں نبی کریم ﷺ سے پوچھ لیتا کہ آیا خلافت میں انصار کا بھی حق ہے یا نہیں؟

۲- افسوس کہ میں نبی کریم ﷺ سے پوچھ لیتا کہ آپ کے بعد خلافت کس کا حق ہے؟

۳- اور میں بھانجی اور پھوپھی کی میراث کا مسئلہ بھی دریافت کر لیتا۔

نوٹ:

ارباب انصاف!

اگر ہم اپنی طرف سے یہ کہتے کہ جناب ابو بکر نے غلطی کی ہے تو چار یاری مذہب کو ہم پر ناراض ہونے کا حق تھا لیکن ہم نے تو ان کی آٹھ عدد کتب معتبرہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ نو غلطیوں کا جناب ابو بکر ان کے صدیق خلیفہ نے اپنی زبان مبارک سے اقرار کیا ہے لہٰذا چار یاری مذہب کو ہم غریب شیعوں پر ناراض ہونے کا کوئی حق نہیں۔ اگر کو سنا ہے تو اپنے بزرگ علماء کو کوسیں جنہوں نے اصحاب کی کردار کشی کی ہے۔

ارباب انصاف!

جو خلیفہ اپنی مبارک زبان سے اپنی نو غلطیاں تسلیم کرتا ہے، اگر اس کے ذمہ یہ غلطی بھی لگا دی جائے کہ اس نے نبی کریم ﷺ کی بیٹی پر ظلم کیا ہے تو کیا حرج ہے؟

شاہ عبدالعزیز اور ابن تیمیہ کی غلط تحقیق اور صاحب رسالہ باغ فدک کی اندھی تقلید

"تحفہ اثنا عشریہ" میں شاہ صاحب نے "ما ترکنا صدقۃً" کی صحت کو ثابت کرنے کے لئے بڑی غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ شاہ صاحب کہتے ہیں کہ اس حدیث کو بہت سے صحابہ نے روایت کیا ہے مثلاً جناب علی، حذیفہ، عباس، عثمان، عبدالرحمٰن، سعد ابن ابی وقاص اور زبیر بن عوام نے بھی اس روایت کی تائید کی ہے۔

جواب:

شاہ صاحب کا تمام بیان جھوٹ اور بہتان ہے۔ کتب شیعہ سے یہ ہرگز ثابت نہیں کہ کسی عادل نے اس روایت کو نبی کریم ﷺ سے بیان کیا ہو۔ شاہ صاحب کا اپنی کتاب سے کوئی حوالہ دینا ہمارے لئے کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ علاوہ ازیں جناب امیرؑ کے علاوہ عمر کی جن صحابہ نے تائید کی ہے وہ سیاسی تائید ہے اور ہمارے نزدیک ایسی تائید کی کوئی وقعت نہیں اور جناب امیرؑ نے اس حدیث کے بیان کرنے میں ابو بکر کو جھوٹا سمجھا ہے۔ مسلم شریف میں آثماً غادِراً کاذباً والی حدیث گواہ ہے۔

ابن تیمیہ کی غلط تحقیق

ابن تیمیہ "منہاج السنۃ" میں کہتا ہے۔ حدیث "ما ترکنا صدقۃً" سنت قطعی ہے اور اس کی صحت پر اجماعِ صحابہ ہے۔

جواب:

ابن تیمیہ کا یہ کہنا کہ اس حدیث کی صحت پر اجماع صحابہ ہے، ہم کہتے ہیں اجماع صحابہ خواہ اس حدیث کی صحت پر ہو اور یا بالفرض ابو بکر و عمر و عثمان کی خلافت کی صحت پر ہو، ہمارے نزدیک اس کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ اجماع خواہ محصل ہو یا منقول، مرکب ہو یا بسیط، جب تک اس میں کوئی معصوم شامل نہ ہو تو ہمارے نزدیک حجت نہیں ہے۔ غیر معصوم لوگوں کا کسی بات پر اتفاق کرلینا اس کو عین اسلام نہیں بنا دیتا اور حدیث مذکور کی صحت سے جناب فاطمہ زہراءؑ اور جناب امیرؑ نے انکار فرمایا ہے کیونکہ اس حدیث کو سن کر فاطمہ زہراءؑ ابو بکر پر ناراض ہوئی تھیں اور مسلم کی روایت گواہ ہے کہ جناب امیرؑ بھی ابو بکر کو اس حدیث کے بیان کرنے میں جھوٹا سمجھتے تھے اور نیز یہ حدیث دس عدد آیات قرآنی کے مخالف ہے اور جو حدیث یا مذہب بقول شاہ عبدالعزیز ثقلین کے یعنی قرآن اور عترت کے مخالف ہو وہ باطل ہے پس یہ حدیث بھی باطل ہے۔

ابن تیمیہ کا حدیث "ما ترکنا صدقۃً" کو سنت قطعی کہنا اور شاہ ولی اللہ کا "قرۃ العینین" میں اس کو خبر متواتر کہنا بالکل غلط ہے۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی کتاب "حسامی" باب فی بیان اقسام السنۃ ص۸۶:

> المتواتر وهو ما يرويه قوم لا يحصىٰ عددهم ولا يتوهم تواطؤهم على الكذب لكثرتهم وعدالتهم وتباين اماكنهم ويدوم هذا الحّد الىٰ ان يتّصل برسول اللّٰه (ص) و ذالک مثل نقل القرآن والصلواة الخمس واعداد الركعات ومقادير الزكواة وما اشبه ذالک۔
>
> **ترجمہ:** خبر متواتر وہ ہے جسے بے شمار لوگ روایت کریں اور ان کی کثرت وعدالت اور ان کے گھروں کے دور دور ہونے کی وجہ سے اُن کے جھوٹ پر اتفاق کرنے کا احتمال نہ ہو اور یہ شرائط ہر طبقہ روّات میں جاری ہوں حتیٰ کہ سلسلہ نبی تک پہنچے اور متواتر کی مثال ہیں: الفاظ قرآن، نماز پنجگانہ۔ اور عدد رکعات اور مقدار زکواۃ۔

متواتر کی یہ تعریف ابو بکر کی بیان کردہ حدیث پر صادق نہیں آتی

ثبوت ملاحظہ ہو :

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب "کنزالعمال" کتاب الفضائل ص ۳۱۲ /۶۔

۲- اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ الخلفاء" فصل فی ما وقع فی خلافۃ ابی بکر ص ۳۷۔

۳- اہل سنت کی معتبر کتاب "صواعق محرقہ" باب اول فصل خامس ص ۱۹۔

۴- اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح ابن ابی الحدید" خطبہ کانت بایدینا فدک ج ۴ ص ۱۱۷۔

"کنزالعمال" کی عبارت ملاحظہ ہو :

قالت عائشۃ واختلفوا فی میراثہ فما وجدوا عند احد من ذلک علما فقال ابوبکر سمعت رسول اللہ (ص) ان معشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا صدقۃ۔

ترجمہ : جناب عائشہ کہتی ہیں: میراثِ نبی میں اصحاب نے اختلاف کیا تھا اور اس مسئلے کے حکم کا علم کسی کے پاس نہیں تھا پس ابو بکر نے کہا میں نے نبی سے سنا ہے۔ حضور نے فرمایا ہے: ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں اور جو ہم چھوڑ جائیں وہ (ہماری بھوکی امت پر) صدقہ ہے۔

نوٹ :

مذکورہ چار عدد کتب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حدیث مذکور کا راوی صرف ابو بکر ہے اور جس حدیث کا راوی صرف ایک شخص ہو وہ خبر متواتر نہیں ہے لہٰذا ابن تیمیہ کا خبر مذکورہ کو سنت قطعی کہنا اور شاہ ولی اللہ کا خبر متواتر کہنا سفید جھوٹ ہے۔

محمود احمد رضوی کی غلط بیانی

علامہ موصوف نے اپنے رسالہ "باغ فدک" میں انا وجدنا اباءنا علی امۃ وانا علی آثارھم مقتدون کا لبادہ اوڑھ کر مذکورہ حدیث کی صحت پر خوب روشنی ڈالی ہے۔ اگرچہ اس کے متواتر ہونے سے گریز کر کے شاہ ولی اللہ کے جھوٹ پر مہر تصدیق لگائی ہے لیکن "تاریخ الخلفاء" پر ایک تاریخی کتاب

ہونے کا دھبہ لگا کر گلو خلاصی کرائی ہے اور ہم کہتے ہیں کہ "کنزالعمال" کو حدیث کی کتاب ہے یہ تو تاریخی نہیں۔

اندھے کو اندھیرے میں بہت دُور کی سوجھی

علامہ موصوف رسالہ باغ فدک ص۱۵پر لکھتے ہیں کہ اگر حدیث ما ترکنا صدقه کا راوی صرف ابو بکر بھی ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ اس حدیث کا اظہار سب سے پہلے ابو بکر نے کیا اور یاد دلانے پر سب کو یاد آ گئی جس سے ابو بکر کا اعلم اور احفظ ہونا بھی ثابت ہوا۔

جواب:

اس غلط تحقیق کی داد تو علامہ موصوف کو ابو بکر، عمر و عثمان ہی دیں گے ہم تو ان کی غلط بیانی کو ناظرین کے سامنے ان کی کتب معتبرہ سے پیش کرتے ہیں۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح قوشجی" مبحث الامامت ص۴۰۶

واما مطاعن ابی بکر فمنها انه خالف ابوبکر کتاب الله فی منع ارث رسول الله(ص) بخبر رواه هو وهو نحن معاشر الانبیاء لا نورث وما ترکناه صدقة وتخصیص الکتاب انما یجوز بالخبر المتواتر دون الاحاد واجیب بان خبر الاحاد وان کان ظنی المتن فقد یکون قطعی الدلالة فیخصص به عام الکتاب لکونه ظنیا الدلالة وان کان قطعی المتن جمعا بین الدلیلین وتمام تحقیق ذالک فی اصول الفقه۔

ترجمہ: (محقق طوسی فرماتے ہیں) جناب ابو بکر کی برائیوں میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کی مخالفت کی ہے۔ رسول اللہؐ کی میراث سے انکار کرنے میں اور انکار کی وجہ وہی ان کی مروی روایت ہے اور وہ خبر احاد ہے اور قرآن کو تخصیص خبر متواتر سے دی جاتی ہے۔ شارح قوشجی محقق طوسی کو یہ جواب دیتے ہیں کہ "حدیث ما ترکنا صدقةً" اگرچہ احاد ہے اور ظنی المتن

ہے لیکن کبھی خبر احاد قطعی الدّلالت ہوتی ہے اور قرآن جو ظنّی الدّلالت
ہے اس کو کبھی خبر احاد قطعی الدلالت سے تخصیص دی جاتی ہے۔

نوٹ :

شارح قوشجی تسلیم کرتے ہیں کہ ابو بکر کی بیان کردہ حدیث خبر احاد ہے اور بقول محمود احمد رضوی اگر یہ مذکورہ خبر ابو بکر کے یاد دلانے سے سب کو یاد آگئی، تو اہل سنت کا یہ چوٹی کا عالم شارح قوشجی اس کو احاد تسلیم نہ کرتا۔

شارح قوشجی کی تحقیق اس امر کا بین ثبوت ہے کہ علامہ محمود احمد رضوی کا بیان بالکل جھوٹ اور فریب ہے اور نیز حضرت علیؑ علیہ السلام نے جو اہل سنت کے نزدیک محفوظ اور اہل شیعہ کے نزدیک معصوم ہیں، ابو بکر کو حدیث مذکورہ کے بیان میں جھوٹا سمجھا ہے۔ (مسلم شریف کی کاذباً، غادراً، عاصماً والی روایت شاہد ہے) معلوم ہوا ابو بکر کے اظہار سے جناب امیرؑ کو یہ حدیث یاد تو نہ آئی۔ جناب علی اور زہراءؑ نے جس طرح رسول اللہؐ سے فیض حاصل کیا ہے اور کسی نے حاصل نہیں کیا اور جب انہوں نے اس حدیث کو جھٹلا دیا تو اور کسی کی تصدیق بالکل بے کار ہے۔

"حدیث ما ترکنا صدقۃً" کے حکم میں جناب امیرؑ کی ابو بکر سے مخالفت کا ایک اور روشن ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "العواصم من القواصم" ص ۱۹۶
مؤلف القاضی ابی بکر ابن عربی مطبوعہ سہیل اکیڈیمی

واما قول عمر انهما اعتقدا ان ابا بكر ظالم خائن غادر فانما ذلك خبر عن الاختلاف في نازلة وقعت من الاحكام رائى فيها هذا رايا وراى فيها اولئك رايا فحكم ابوبكر وعمر بما رايا ولم يرالعباس وعلى ذالك۔

ترجمہ : اور عمر کا یہ کہنا کہ وہ دونوں (جناب علی اور عباس) یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ابو بکر ظالم ہے، غدار ہے، خیانت کار ہے۔ عمر کا یہ قول ایک واقعہ کے حکم میں جو اختلاف ہوا ہے اس کے متعلق یہ خبر ہے کہ جناب امیرؑ اور عباس میراث نبی کے قائل تھے اور ابو بکر انکار کرتے تھے۔ ابو بکر اور عمر نے اپنے

نظریہ میں میراث نبی سے انکار کیا اور جناب امیرؑ اور عباس نے ابو بکر کو اس
انکار میں ظالم اور غدار سمجھا۔

محمود احمد رضوی کے فریب کا بھانڈا پھوٹ گیا

نوٹ :

ابن عربی اہل سنت کا چوٹی کا عالم ہے اور تسلیم کیا ہے کہ جناب امیرؑ نے ابو بکر کو ما ترکنا صدقہ کے نظریہ میں ظالم اور غدار سمجھا ہے پس معلوم ہوا کہ مذکورہ حدیث کو جب ابو بکر نے بیان کیا تو حضرت علیؑ اور عباس کو یہ حدیث یاد نہ آئی کیونکہ یہ حدیث تھی ہی نہیں اور نیز معلوم ہوا کہ محمود احمد رضوی کا یہ کہنا کہ جب ابو بکر نے حدیث کو ظاہر کیا تو سب کو یاد آ گئی، یہ علامہ مذکور کا ایک سفید جھوٹ ہے کیونکہ سب میں تو حضرت علیؑ بھی شامل ہیں اور ان کو یاد نہیں آئی اور علامہ مذکور کا یہ کہنا کہ حدیث مذکورہ کے بیان کرنے سے حضرت ابو بکر کا اعلم اور احفظ ہونا بھی ثابت ہوا۔ ہم اہل تشیع کہتے ہیں، علامہ صاحب تمہاری مسلم شریف گواہ ہے کہ حدیث مذکورہ کے بیان کرنے سے ابو بکر کا ظالم، غادر، خائن اور اثم ہونا ثابت ہوا۔ اور مبارک ہو جناب کو۔

"حدیث ما ترکنا صدقۃ" کے قابل استدلال نہ ہونے کا ایک اور روشن ثبوت ملاحظہ ہو

جس حدیث میں اختلاف ہو اس کے بیان کرنے سے خود جناب ابو بکر نے منع فرمایا تھا۔
اہل سنت کی معتبر کتاب "تذکرۃ الحفاظ" للذہبی ج ۱ ص ۳ ذکر ابو بکر :

ان الصدیق جمع الناس بعد وفات نبیهم فقال انکم تحدثون عن رسول الله (ص) احادیث تختلفون فیها والناس بعد کم اشد اختلافا فلا تحدثوا عن رسول الله (ص) شیئا فمن سالکم فقولوا بیننا وبینکم کتاب الله فاستحلوا حلاله وحرموا حرامه۔

ترجمہ : حضرت ابو بکر نے وفات نبی کے بعد لوگوں کو جمع کیا تھا اور کہا کہ تم رسول اللہؐ سے ایسی احادیث بیان کرتے ہو کہ جن کے صحیح ہونے میں تم خود اختلاف کرتے ہو اور لوگ تمہارے بعد زیادہ اختلاف کریں گے۔ پس تم رسول

> اللہ سے کوئی حدیث بیان نہ کرو اور جو شخص تم سے کوئی چیز پوچھے تو آپ اسے کہیں کہ ہمارے اور آپ کے درمیان اللہ کی کتاب ہے پس جس چیز کو قرآن حلال کہے تم اس کو حلال سمجھو اور جس کو قرآن حرام کہے اسے حرام سمجھو۔

نوٹ :

مذکورہ عبارت اس چیز کا روشن ثبوت ہے کہ جس حدیث کے صحیح ہونے میں اختلاف ہو، حضرت ابو بکر نے اس حدیث کے بیان کرنے سے منع کیا ہے۔ ہم اہل تشیع کہتے ہیں کہ حدیث ما ترکنا صدقہ کو جب ابو بکر نے بیان کیا تھا تو جناب امیرؑ نے اس حدیث کی صحت میں اس قدر اختلاف کیا کہ مسلم شریف کی روایت کی رو سے ابو بکر کو جناب امیرؑ نے جھوٹا اور غدار سمجھا تھا اور جناب عباس اور جناب فاطمہ زہراءؑ نے بھی اس حدیث کے صحیح ہونے سے انکار کیا تھا لہٰذا جب ابو بکر نے دوسروں کو مختلف فیہ حدیث کے بیان کرنے سے وفات نبی کے بعد منع کیا تھا تو خود ایسی حدیث کیوں بیان کی جو اللہ کی کتاب (قرآن) کے بھی مخالف ہے اور عترت رسول جناب علی اور جناب زہراءؑ کے فرمان کے مخالف ہے اور یہ دونوں ثقلین ہیں اور بقول شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثناعشریہ جو حدیث یا مذہب ثقلین کے مخالف ہے وہ بالکل غلط ہے۔ پس مذکورہ حدیث بھی بالکل غلط ہے۔

نوٹ ۲ :

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ جناب ابو بکر لوگوں کو حلال و حرام معلوم کرنے کے لئے قرآن پاک کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیتے تھے اور ہم اہل تشیع کہتے ہیں کہ میراث نبی کو قومی تحویل میں لینا ابو بکر کے لئے حرام تھا لہٰذا اس مسئلے میں خلیفہ نے خود قرآن کی مخالفت کیوں کی ہے؟ قرآن کی دس عدد آیات دلالت کرتی ہیں کہ ہر بیٹی خواہ وہ نبی کی بیٹی ہی کیوں نہ ہو وہ اپنے باپ کی وارث ہے لہٰذا فاطمہ زہراءؑ کو ابو بکر نے کس آیت قرآنی کی رو سے میراثِ نبی سے محروم کیا؟

جناب عثمان نے قرآن پاک کو جلایا تھا اور جناب ابو بکر نے ذخیرہء احادیث کو جلایا تھا

ثبوت ملاحظہ ہو :

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب "تذکرۃ الحفاظ" للذہبی ج ۱ ص ۵ ذکر ابو بکر۔
۲- اہل سنت کی معتبر کتاب "ریاض النضرہ" محب الدین طبری ص ۲۴۲ ج ۱ ذکر ورعہ۔

قالت عائشة جمع ابی الحدیث عن رسول اللہ (ص) وکانت خمسة مائة حدیث فبات لیلة یتقلب کثیراً قالت فغمنی فقلت اتتقلب لشکویٰ او لشی بلغک فلما اصبح قال ای بنیة هلمی الاحادیث التی عندک فجئته بها فدعا بنار فحرقها فقلت لم احترقتها قال خشیت ان اموت وهی عندی فیکون فیها احادیث عن رجل قد ائتمنته ووثقت ولم یکن کما حدثنی فاکون قد نقلت ذاک فهذا لا یصح۔

ترجمہ: جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ میرے باپ (ابو بکر) نے احادیثِ رسول کو جمع کیا اور وہ پانچ سو حدیثیں تھیں۔ پس ایک رات زیادہ بے چینی سے کروٹیں بدلتے رہے اور مجھے خطرہ معلوم ہوا۔ میں نے پوچھا: کیا کوئی بری خبر پہنچی ہے یا کسی درد کی وجہ سے کروٹیں بدل رہے ہو؟ جب صبح ہوئی تو ابو بکر نے کہا: اے بیٹی! وہ احادیث لاؤ جو آپ کے پاس ہیں۔ میں ان کو لائی اور انہوں نے آگ منگائی اور ان احادیث کو جلا دیا۔ میں نے عرض کی کہ آپ نے کیوں جلایا ہے؟ ابو بکر نے کہا: مجھے ڈر ہے کہ میں مر جاؤں اور یہ رہ جائیں اور ان میں ایسی احادیث ہوں جو میں نے ثقہ آدمی سے لی ہیں اور فی الواقع وہ احادیث اس طرح نہ ہوں جیسے اس نے مجھ سے بیان کی ہوں تو اس غلطی کا میں ذمہ دار ٹھہرا۔

وامصیبتا علی الاسلام!

نوٹ:

یہ تھے یارانِ نبی۔ کسی نے نبی کی بیٹی کا گھر جلانے کی دھمکی دی اور کسی نے قرآن پاک جلایا اور کسی نے ذخیرہ احادیث جلایا ہے۔ جب ابو بکر نے اپنی جمع کردہ احادیث کو اس لئے جلا دیا کہ ان کے صحیح ہونے کا خلیفہ کو یقین نہ تھا تو نبی کریم ﷺ کے لاوارث ہونے کی حدیث کا راوی صرف ابو بکر ہے اور نہ معلوم ان کو یہ حدیث کہاں سے ملی تھی اور بالآخر مرتے وقت اس کو بھی جلا کر گئے لہٰذا ایسی حدیث

جو جلا دینے کے قابل تھی، اس پر خلیفہ نے عمل کرتے ہوئے نبی کی میراث غصب کر کے نبی کی بیٹی کو ناراض کیوں کیا اور بی بی اس دنیا سے روتی ہوئی ابو بکر کو بد دعائیں دیتی ہوئی وفات پا گئی۔

نتیجہ ء بحث

"حدیث ما ترکنا صدقۃً" کے صحیح ہونے سے اہل بیت نے انکار کیا تھا اور اگر کسی صحابی نے ابو بکر کی سیاسی تائید اس حدیث کے سلسلہ میں کی بھی ہے تو وہ ہمارے لئے حجت نہیں ہے کیونکہ وہ روایت اہل سنت کی کتب کی ہے اور ابو بکر کی طرف داری کرنے والے سب سقیفہ بنی ساعدہ کی اسمبلی کے ممبر ہیں۔ علاوہ ازیں ان کی تائید سے حدیث مذکور مختلف فیہ ہونے سے خارج نہیں ہوتی اور ابو بکر نے خود فیصلہ کیا ہے کہ مختلف فیہ حدیث کو بیان نہ کرو لہٰذا ابو بکر کے فیصلہ کی رو سے حدیث "ما ترکنا صدقۃً" استدلال کے قابل نہیں ہے۔

رسول اللہؐ کی پیشین گوئی ابوذر کو کہ میرے بعد اُمَراء مال فئی غصب کریں گے

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "المرقاۃ شرح مشکوۃ" کتاب الامارہ والقضا الفصل الثانی ص ۲۲۴ /۷۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "کنز العمال" کتاب ص ۵۰ ج ۶۔

عن ابی ذر قال قال رسول اللہ (ص) کیف انتم و آئمۃ من بعدی یستاثرون بھذا الفئی قلت اما والذی بعثک بالحق اضع سیفی علی عاتقی ثم اضرب بہ حتی القاک قال او لا ادلک علی خیر من ذلک تصبر حتی تلقانی رواہ ابوداؤد۔

ترجمہ: ابوذر راوی ہیں کہ رسول اللہؐ نے مجھے فرمایا: تم کیا کرو گے جب کہ میرے بعد امام اس مال فئی کو (غصب کریں گے) اور اپنے لئے خاص کر لیں گے؟ ابوذر نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو نبیء برحق مبعوث فرمایا ہے، میں اپنی تلوار اٹھا کر جنگ کروں گا حتیٰ کہ (درجہ شہادت پر فائز ہو

کر) آپ سے ملوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں آپ کو اس سے بہتر راہ بتاؤں۔ آپ صبر کریں حتیٰ کہ میرے پاس پہنچیں۔

نوٹ :

ابوذر کی سچائی سے اہل سنت کو انکار نہیں ہے اور ابوذر نے بتیس ہجری زمانہ عثمان میں وفات پائی ہے۔ ابوذر کے زمانہ میں مسلمانوں نے یہ تین امام بنائے تھے ابو بکر، عمر، عثمان اور رسول اللہؐ نے ابوذر سے فرمایا تھا: تم کیا کرو گے جب میرے بعد امام مال فئی غصب کریں گے۔

ارباب انصاف !

وہ غاصب امام اگر ابوذر کے زمانہ کے بعد ہوئے ہیں تو رسول اللہؐ کا ان سے پوچھنا کہ تم کیا کرو گے؟ اس کا کوئی معنی نہیں کیونکہ جب ابوذر زندہ ہی نہ ہوں گے تو انہوں نے کرنا کیا ہے۔

دعوت انصاف !

برادران اسلام یا تو آپ بتائیں کہ وہ غاصب امام جو ابوذر کے زمانے میں تھے وہ کون کون ہیں یا ہماری گزارش قبول فرمائیں وہ وہی لوگ تھے جنہوں نے ما ترکنا صدقہ کا سہارا لیا اور مال فئی نبی کی بیٹی سے غصب کیا۔ ایسے لوگوں کے مقدمہ کو رسول اللہؐ روز قیامت پر ملتوی کرنا چاہتے تھے اسی لئے انہوں نے ابوذر کو جنگ کرنے سے منع فرمایا اور حضرت علیؑ نے بھی اسی لئے ان سے جنگ نہیں فرمائی۔

خلیفہ پر نبی کی بیٹی کا ناراض ہونا حدیث ما ترکنا صدقہ کے جھوٹے ہونے کی روشن دلیل ہے

ثبوت ملاحظہ ہو :

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح بخاری" باب فرض الخمس ص۶۹ ج۵۔
۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح بخاری" ص۱۳۹ باب غزوہ خیبر۔
۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح مسلم" ص۷۲ ج۲ باب حکم الفئی۔
۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "السنن الکبریٰ" باب الفئی ص۳۰۱ ج۶۔
۵۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ازالۃ الخلفا" مقصد دوم ج۳ ص۱۰۹ طبع کراچی۔

"بخاری" باب فرض الخمس کی عبارت ملاحظہ ہو :

فقال لها ابوبکر ان رسول اللہ(ص) قال "لانورث ما ترکنا صدقة" فغضبت فاطمة بنت رسول اللہ(ص) فهجرت ابابکر فلم تنزل مهاجرة حتیٰ توفیت۔

ترجمہ: (جب سیدہ زہراءؑ نے خلیفہ سے اپنا حق مانگا تو خلیفہ نے حدیث مذکور پیش کی پس فاطمہ بنت رسول اللہؐ ابو بکر پر ناراض ہوئیں اور تا وفات ابو بکر سے کلام نہ کیا۔

بخاری باب غزوہ خیبر کی عبارت ملاحظہ ہو:

فابی ابوبکر ان یدفع الی فاطمه منها شیئاً فوجدت فاطمة علی ابی بکر فی ذالک فهجرته فلم تکلمه حتیٰ توفیت وعاشت بعد النبی (ص) ستة اشهر فلما توفیت دفنها زوجها علی لیلا ولم یؤذن بها ابابکر وصلی علیها وکان لعلی من الناس وجه حیاة فاطمة فلما توفیت استنکر علی وجوه الناس۔

ترجمہ: (جب سیدہ زہراءؑ نے خلیفہ سے اپنا حق مانگا) تو ابو بکر نے ذرہ بھر بھی دینے سے انکار کر دیا پس بی بی ابو بکر پر ناراض ہوئیں اور تا وفات کلام نہ کیا۔ نبی کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔ جب وفات پائی تو بی بی کے شوہر حضرت علیؑ نے رات کے وقت سیدہ کو دفن کیا اور ابو بکر کو اطلاع نہ دی اور خود ہی جنازہ پڑھا۔ سیدہ کی زندگی میں ان کی وجہ سے حضرت علیؑ کا لوگوں میں وقار تھا۔ بی بی کی وفات کے بعد حضرت علیؑ نے لوگوں کا رخ بدلا ہوا دیکھا۔

"مسلم" کی عبارت ملاحظہ ہو:

فابی ابوبکر ان یدفع الی فاطمة شیئاً فوجدت فاطمة علی ابی بکر فی ذالک۔

ترجمہ: (بی بی نے خلیفہ سے اپنا حق مانگا تو خلیفہ نے حدیث سنا کر) ذرہ بھر بھی دینے سے انکار کر دیا پس فاطمہ بنت رسول اللہؐ ابو بکر پر نارض ہوئیں۔

"سنن الکبریٰ" کی عبارت ملاحظہ ہو:

قال "لانورث ما ترکنا صدقة" فغضبت فاطمة رضی اللہ عنها فهجرت ابابکر رضی اللہ عنه فلم تزل مهاجرة حتیٰ توفیت۔

ترجمہ: جب خلیفہ نے حدیث لانورث سنائی تو بی بی ابو بکر پر ناراض ہوئی اور تا وفات کلام نہ کیا۔

نوٹ :

سیدہ زہراءؑ کی شان میں رسول اللہؐ نے فرمایا:

"فاطمۃ بضعۃ منی فمن اغضبھا اغضبنی"۔ "بخاری" ج۵ ص۲۹ باب مناقب فاطمہ

ترجمہ: فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھ کو ناراض کیا۔

ارباب انصاف!

چونکہ ابو بکر نے غلط حدیث بیان کی تھی اس لئے سیدہ زہراءؑ ان پر ناراض ہوئیں اور جس پر سیدہ زہراءؑ ناراض ہوں اس پر خدا اور رسول بھی ناراض ہے اور وہ امت مسلمہ کا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

فاطمہ زہراءؑ صدیقہ اور معصومہ ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ (پ۳ آل عمران: ۳۶)

ترجمہ: اور میں نے اس لڑکی کا نام مریم رکھا اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو آپ کی پناہ میں دیتی ہوں شیطان مردود سے۔

مادرِ مریم والی دعا پیغمبر اسلام نے اپنی بیٹی کے لئے مانگی ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر المظہری" ج۲ ص۴۱ مؤلف قاضی ثناء اللہ عثمانی۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "اسعاف الراغبین" ص۸۵ ذکر الاولیاء۔

سیدہ زہراؑ کی عصمت پر اہل سنت کے چوٹی کے عالم قاضی ثناء اللہ عثمانی کی گواہی

وقلت صحیح ان رسول اللہ (ص) علیہ وسلم قال لفاطمة حین زوجھا علیاً اللھم انی اعیذھابک وذریتھا من الشیطن الرجیم وکذا قال لعلی حیئذ رواہ ابن حبان من حدیث انس ودعاء النبی اولی بالقبول من دعاء امراۃ عمران فارجو عصمتھا واولادھا من الشیطن۔

ترجمہ: یہ بات صحیح ہے کہ رسول اللہؐ نے جب اپنی بیٹی کی شادی حضرت علیؑ سے کی تھی تو اپنی بچی کے لئے یہ دعا مانگی: اے پروردگار! میں اس کو اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں، شیطان مردود سے۔ اور یہی دعا ابن حبان نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ کی خاطر بھی مانگی ہے۔ زوجہء عمران کی دعا سے رسول اللہؐ کی دعا قبولیت کا زیادہ حق رکھتی ہے پس میں امید رکھتا ہوں (بلکہ یقین کامل ہے) کہ سیدہ زہراؑ اور ان کی اولاد شر شیطان سے محفوظ ہے۔

نوٹ:

سیدہ زہراؑ اپنے باپ کی طرح معصومہ ہے اور معصوم اسی بات سے ناراض ہوتا ہے جس سے اللہ ناراض ہو۔ ابو بکر نے جب حدیث "ما ترکناہ صدقۃ" پیش کی تو معصومہ بی بی ناراض ہوئیں معلوم ہوا کہ یہ حدیث جھوٹی تھی ورنہ معصومہ ہرگز ناراض نہ ہوتیں اور بی بی کی ناراضگی کی وجہ سے جناب ابو بکر خلافت کے لائق نہیں رہے۔

جناب ابو بکر کی بیان کردہ حدیث لانورث کے غلط ہونے کا ایک اور زبردست ثبوت

بیانہ:

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ نبی خود بھی کسی کا وارث نہیں ہوتا۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب "مدارج النبوۃ" ذکر تقسیم میراث نبی ج۲ ص۴۴۵ ط نول کشور۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ازالۃ الخفاء" ج ۳ ص ۹۰ ط کراچی۔
۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "قرۃ العینین" ذکر فدک فصل دوم ص ۲۲۷ مؤلف شاہ ولی اللہ دہلوی۔
۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "آفتاب ہدایت" ذکر فدک ص ۲۴۰ مؤلف مولوی کرم دین آف بھیں۔

"مدارج" کی عبارت:

چنانکه آمده است "انا معاشرالانبیاء لانرث ولا نورث ما ترکنا صدقة"۔

"قرۃ العینین" کی عبارت:

حضرت صدیق اکبر استدلال نمود بحدیث "نحن معاشر الانبیاءلانرث ولانورث" وآں خبر متواتر است۔

"آفتاب ہدایت" کی عبارت:

آنحضرت کی صحیح حدیث موجود ہے "نحن معاشر الانبیاء لانرث ولانورث ما ترکنا صدقة"۔

ترجمہ:

تینوں عبارتوں کا مطلب یہ ہے کہ جناب سیدہ زہراءؑ کے میراث مانگنے کے بعد ابو بکر نے یہ حدیث پیش کی تھی کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ ہم گروہ انبیاء نہ تو کسی کے مالِ دنیا کے وارث ہوتے ہیں اور نہ ہی ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے۔ اور یہ حدیث (اہل سنت کے عقیدہ میں صحیح و متواتر ہے)

نوٹ:

ہر زمانے میں اہل سنت کا اسی من گھڑت حدیث پر مسئلہ میراث نبی میں گزارا ہے لیکن ان عقل مندوں نے یہ سوچنے کی کبھی زحمت نہیں کی کہ یہی حدیث ان کے جھوٹے ہونے کا روشن ثبوت ہے۔ چونکہ ان کے بڑے میاں یہ روایت کر گئے ہیں اسی لئے اب یہ لکیر کے فقیر اس پر ڈٹے ہوئے ہیں۔

نبی کسی کا وارث نہیں ہوتا یہ عقیدہ سفید جھوٹ ہے

پہلا ثبوت ملاحظہ ہو:

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب "دلائل النبوہ" ذکر رجوعہ الی مکتہ ص۱۲۱ طبع حیدر آباد دکن، مؤلف ابی نعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی۔

۲- اہل سنت کی معتبر کتاب "انسان العیون المعروف بسیرت الحلبیہ" باب وفات دارہ ج۱ ص۸۵ طبع مصر، مؤلف برہان الدین حلبی۔

"دلائل النبوہ" کی عبارت:

وورث رسول اللہ (ص) من ابیه ام ایمن وخمسة اجمال اورکب وقطیعة غنم۔

"سیرت حلبیہ" کی عبارت:

وترک ای عبداللہ خمسة اجمال وقطعة من غنم فورث ذالک رسول اللہ (ص) من ابیه۔

ترجمہ: دونوں عبارتوں کا مطلب یہ ہے کہ جناب عبداللہ والد نبی پانچ اونٹ اور ایک بھیڑوں کا ریوڑ چھوڑ کر فوت ہوئے تھے (اور نبی کریم ﷺ اس مال دنیا کے) وارث ہوئے تھے۔

نوٹ:

مذکورہ حوالہ سے ثابت ہو گیا کہ ہمارے نبی اپنے باپ کے بعد ان کے مال کے وارث ہوئے تھے اور چار یاری مذہب کے پیشوا کی یہ غلطی بھی ثابت ہو گئی جو انہوں نے روایت کی ہے کہ نبی کسی کا وارث نہیں ہوتا۔

دوسرا ثبوت:

ہمارے رسول کو ایک غلام بھی باپ کی طرف سے وراثت میں ملا تھا

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "المعارف" ذکر موالی رسول اللہؐ ص۶۴ طبع بیروت، مؤلف ابن دینوری

(قال ابو محمد) حدثنی زید ابن اخزم قال سمعت عبداللہ بن داؤد یقول شقران مما ورث رسول صلعم عن ابیہ۔

ترجمہ: راوی کہتا ہے کہ شقران نامی غلام کے ہمارے رسول باپ کی طرف سے وارث ہوئے تھے۔

نوٹ:

حوالہ مذکور سے چار یاری مذہب کا یہ رٹا باطل ہو گیا کہ نبی کسی کا وارث نہیں ہوتا۔

تیسرا ثبوت ملاحظہ ہو:

ہمارے رسول کو ایک تلوار ایک کنیز ام ایمن وراثت میں ملی تھی

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "زاد المعاد" فصل فی ذکر سلاحہ ج ۱ ص ۱۴۸ ابن قیم۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "سیرۃ حلبیہ" باب فی ذکر سلاحہ ج ۳ ص ۴۲۷۔

۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "مدارج النبوہ" باب ۱۱ در بیاں اسلحہ آنحضرت ج ۲ ص ۵۹۶۔

۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب روضۃ الاحباب طبع قدیم ص ۱۹۹۔

تمام کتب کی عبارت پیش کرنا اختصار کے منافی ہے لہٰذا "زاد المعاد" کی عبارت ملاحظہ ہو:

کان لہ تسعۃ اسیاف ماثور وھو اول سیف ملکہ ورثہ من ابیہ۔

ترجمہ: ہمارے رسول کی نو تلواریں تھیں۔ ایک کا نام ماثور تھا۔ وہ پہلی تلوار ہے جو آنجنابؐ کی ملکیت میں داخل ہوئی اور حضور اس کے اپنے باپ کی طرف سے وارث ہوئے تھے۔

چوتھا ثبوت ملاحظہ ہو:

ہمارے رسول کو ایک کنیز امّ ایمن برکہ نامی وراثت میں ملی تھی

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "البدایۃ والنہایۃ" (ابن کثیر) ج ۵ ص ۳۲۵ ذکر امائہ۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "دلائل النبوۃ" ذکر رجوعہ الی المکۃ ص ۱۲۱۔

۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "طبقات الکبریٰ" ذکر خدم رسول اللہؐ ج ۱ ص ۴۶۷ طبع بیروت۔

۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ الخمیس"، ذکر مولیاتہ ج ۲ ص ۱۰ ۔

۵۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "نسیم الریاض شرح شفاء قاضی غیاض" فصل فی توقیر اصحابہ ج ۳ ص ۴۲۰ ۔

۶۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "الاصابہ فی تمیز الصحابہ" فصل فیمن عرف بالکنیۃ من النساء ج ۴ ص ۴۱۵ ذکر ام ایمن۔

۷۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "الاستیعاب فی اسماء الاصحاب" ذکر برکۃ بنت ثعلبہ ص ۲۴۳ ج ۴۔

۸۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "المعارف" ص ۶۳ ذکر موالی رسول اللہؐ۔

تمام کتب کی عبارت پیش کرنا چونکہ اختصار کے منافی ہے لہٰذا "الاستیعاب" کی عبارت ملاحظہ ہو:

عن الواقدی قال كانت ام ایمن اسمها بركة وكانت لعبدالله ابن عبدالمطلب وصارت للنبی میراثاً۔

"المعارف" کی عبارت ملاحظہ ہو:

(ابو محمد) حدثنی زید بن اخزم الطائی قال سمعت عبداللہ بن داؤد یقول ام ایمن مما ورث رسول اللہ (ص) عن امہ و کان اسمها برکۃ فاعتقها رسول اللہ (ص)۔

"طبقات ابن سعد" کی عبارت ملاحظہ ہو:

کتب عمر ابن عبدالعزیز الی ابی بکر بن حزم ان افحص لی عن اسماء خدم رسول اللہ (ص) من الرجال والنساء و موالیہ فکتب الیہ یخبرہ ان ام ایمن واسمها برکۃ کانت لابی رسول اللہ (ص) فورثها رسول اللہ (ص)۔

نوٹ:

تمام کتب کی عبارت تقریباً یکساں ہے کہ امّ ایمن نامی کنیز رسول اللہؐ کو ماں باپ کی طرف سے وراثت میں ملی ہے۔

وامصیبتا علی الاسلام!

ارباب انصاف!

ہم نے چار یاری مذہب کی کتب معتبرہ سے یہ ثابت کردیا ہے کہ ہمارے رسول کو وراثت میں اپنے باپ کی طرف سے پانچ اونٹ ایک سو بھیڑوں کا ریوڑ، ایک تلوار اور ایک غلام ورثہ میں ملے ہیں اور ماں باپ کی طرف سے ایک کنیز ام ایمن برکہ نامی ملی ہے لیکن معاویہ خسیل اپنی

ضد پر اڑے ہوئے ہیں کہ نبی کسی کا وارث نہیں ہوتا لہٰذا مسئلہ میراث نبی میں سیدہ زہراءؑ حق بجانب ہیں۔ ابو بکر نے بی بی کو میراث نبی سے محروم کرنے میں ایسی سخت غلطی کی ہے کہ اس کی وجہ سے وہ خلافت کے لائق نہیں رہے کیونکہ بی بی ابو بکر پر ناراض ہوئی ہے اور سیدہ کی ناراضگی خدا اور رسول کی ناراضگی ہے۔

۲۔ مذکورہ حوالہ جات سے یہ ثابت ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ اپنے والدین کے وارث ہوئے ہیں لہٰذا اولاد نبی کا کیا جرم ہے کہ وہ اپنے والد کے وارث نہ ہوں۔ چونکہ حدیث لا نورث کا آدھا حصہ ہم نے کتب اہل سنت سے جھوٹا ثابت کر دیا لہٰذا دوسرا حصہ بھی قرآن اور اہل بیت کے فرمان کے مخالف ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

آیئے قرآن پر فیصلہ کیجئے

ناحق میراث کھانے والوں کی مذمت قرآن کی روشنی میں

وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا۔ (پ ۳۰ الفجر آیت ۱۹)

ترجمہ: اور میراث کا مال سمیٹ کر ہڑپ کر جاتے ہو۔

نوٹ:

مذکورہ آیت میں ہر اس شخص کی مذمت ہے جو کسی کی میراث کھائے ظلماً، خواہ وہ صحابی نبی کیوں نہ ہو۔

اعتراض:

سورہ فجر مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ آیات میراث مدنی ہیں لہٰذا میراث کے حکم لوگوں کو معلوم ہی نہ تھے۔

جواب:

میراث کے احکام شریعت ابراہیم واسماعیل میں بیان ہو چکے تھے

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر روح المعانی" پ ۳۰ الفجر ص ۱۲۷ ط مصر

ویروی انهم کانوا لایورثون النساء ولاصغار اولاد ...وهم یعلمون من شریعة اسماعیل انهم یرثون فان دفع ما قیل ان سورة مکیة وآیة المواریث مدنیة ولا یعلم الحل والحرمة الا من الشرع۔

ترجمہ : عرب کم سن بچوں اور عورتوں کو وارث نہیں بناتے تھے اور ان کا حصہ خود کھاتے تھے حالانکہ ان کو شریعت (ابراہیم) واسماعیل سے معلوم تھا کہ بچے اور عورتیں بھی وارث ہیں پس وہ اعتراض کہ سورة تو مکی اور آیات مدنی ختم ہو گیا۔

نوٹ :

اگر میراث انبیاء ان کی بھوکی امت کے لئے حلال وصدقہ تھی تو اس آیت کی مذمت سے استثناء کیا جاتا۔ چونکہ استثناء ثابت نہیں لہذا جو عام لوگوں کی ناحق میراث کھائے وہ ظالم ہے اور جو اولاد نبی کا حق مار کر میراث انبیاء ناحق کھائے وہ اظلم ہے۔

اعتراض :

جب جناب ابو بکر نے میراث غصب کی تھی تو حضرت علیؑ نے تلوار اٹھا کر اسے روکا کیوں نہیں؟ مال کی حفاظت بھی تو ضروری ہوتی ہے۔

جواب :

حدیث کی روشنی میں ناحق میراث کھانے والوں کی مذمت اور صبر کرنے والوں کی مدح

ثبوت ملاحظہ ہو :

اہل سنت کی معتبر کتاب "کنزالعمال" کتاب الفتن ص۶۹ ج۶ :

عن علی قال: قال رسول اللہ (ص) یاعلی کیف انت اذا زهد الناس فی الاخرة ورغبوا فی الدنیا واکلوا التراث اکلا لما ... قلت اترکهم وما اختاروا واختار اللہ ورسوله والدار الاخرة واصبر علی مصائب الدنیا وبلواها حتی الحق بک انشاء اللہ قال صدقت۔

ترجمہ : نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یا علی! جب لوگ دنیا میں رغبت کریں گے اور مال میراث سمیٹ کر ہڑپ کریں گے اس وقت آپ کیا کریں گے؟

میں نے عرض کی: یا رسول اللہؐ میں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دوں گا اور اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو اختیار کروں گا اور دنیا کے مصائب پر صبر کروں گا حتی کہ آپ سے جا ملوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے سچ کہا ہے۔اے خدایا! علی کو صبر کی توفیق عطا فرما۔

نوٹ :

جناب ابو بکر نے دنیا میں رغبت کی اور سیدہ زہراؑ کو میراث نبی سے محروم کیا لہٰذا خلیفہ کا یہ فعل قابل اعتراض ہے۔ اگر حضرت علیؑ نے تلوار اٹھا کر خلیفہ سے جنگ نہیں کی اور اپنے مقدمہ کو روز جزا پر ملتوی کیا ہے تو حضرت علیؑ کا یہ صبر ہے، اور اگر صاحب مال مال کی خاطر جنگ نہ کرے تو یہ اس کا صبر ہے جو کہ قابل مدح ہے۔

حدیث لانورث کے غلط ہونے کا عقل کی روشنی میں ایک اور زبردست ثبوت

اگر تمام انبیاء کے ترکہ و میراث کا یہی حکم تھا کہ وہ ان کی بھوکی امت پر صدقہ ہے، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے رسول کے علاوہ تمام انبیاء نے اس حکم کو اپنے ورثاء اور امت سے بیان کیا تھا یا نہیں؟ اگر بیان کیا ہے تو تمام مذاہب کی کتابیں خواہ آسمانی یا غیر آسمانی موجود ہیں اور کسی کتاب میں بھی اس کا ثبوت کیوں نہیں ملتا۔

ارباب انصاف!

کیا تعجب کا مقام نہیں کہ ایک حکم تمام انبیاء کے ترکہ کے لئے بقول اہل سنت ثابت ہے اور اس کا ثبوت نہ تو تورات و انجیل میں ہے اور نہ ہی زبور و قرآن میں اور نہ ہی ان کتب کے علاوہ گذشتہ امتوں کی کسی کتاب میں ہے اور اگر ہمارے نبی کے علاوہ یہ حکم تمام انبیاء میں سے کسی نے بیان نہیں کیا، صرف ہمارے رسول نے دنیا سے جاتے وقت چپکے سے ابو بکر کے کان میں کہہ دیا تھا تو پہلی صورت سے بھی زیادہ تعجب ہے کہ حکم تو آدم سے خاتم تک سب کے لئے ہو اور اسے بیان صرف آخری نبی نے چپکے سے ابو بکر کے کان میں فرما دیا۔ کیا حق تعالیٰ کو اپنی کسی کتاب میں اس حکم کے اعلان کرنے سے کسی قسم کا خطرہ تھا؟ صرف خلیفہ کے کہنے سے تمام انبیاء کو ہم لاوارث ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں

کیونکہ ایک چنا بھاڑ نہیں پھوڑ سکتا۔ حدیث لانورث کا مدلول اقوام عالم کی نگاہ میں درست نہیں ہے اور اس غلطی کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف دینا بھی جائز نہیں پس تمام خطا راوی کی ہے۔

جناب ابوبکر کا مقدمہ فدک و میراثِ نبی میں صرف اپنی ذاتی رائے سے فیصلہ کرنا ایک اور لحاظ سے بھی غلط ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

ا۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ازالۃ الخفا" مقصد دوم ج ۳ ص ۱۱۴ ط کراچی:

عن میمون بن مہران قال کان ابوبکر ... ان اعیاہ ان یجد فیہ سنۃ من رسول اللہ (ص) جمع رؤوس الناس واخیار ھم فاستشارھم فاذا اجتمع رأیھم علی امر قضی بہ رواہ الدّارمی۔

ترجمہ: اصل قصہ اس طرح ہے کہ ابوبکر کے پاس جب کوئی مقدمہ لیکر آتا تھا تو وہ قرآن پاک سے اس کو طے کرنے کی کوشش کرتے تھے اور بصورت دیگر حدیث نبوی سے طے کرنے کی کوشش کرتے تھے اور اگر قرآن وسنت سے مسئلہ حل نہیں ہوتا تھا تو اصحاب سے اس کے متعلق پوچھتے تھے۔ اگر اصحاب اس مسئلہ کے بارے کسی حدیث پر متفق ہوجاتے تھے تو اس کو اپنا لیتے تھے اور اگر ایسی حدیث جس پر سب کا اتفاق ہو نہیں ملتی تھی تو اچھے اور ممتاز لوگوں کو جمع کر کے مشورہ کرتے تھے۔ جب وہ تمام لوگ کسی رائے پر اتفاق کر لیتے تھے تو اس کے مطابق ابوبکر فیصلہ کر دیتے تھے۔

نوٹ:

خلیفہ کی عدالت کے بارے میں خوب افسانہ تیار کیا ہے۔ اگر ابوبکر اتنے بڑے پارسا تھے تو جب فاطمۃ الزہراؑ نے اپنے حق کا مطالبہ فرمایا تھا اور چونکہ یہ ایک اہم مقدمہ تھا اور خود ابوبکر اس مقدمہ میں مدعا علیہ تھا اور اصحاب سے پوچھ کر بقول اہل سنت فیصلے بھی کرتا تھا تو انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ بی بی کے دعویٰ کے بعد ابوبکر اس مقدمہ میں حضرت علیؑ اور جناب عباس رسول اللہؐ کے چچا اور اصحاب کو جمع کر کے مشورہ کرتا کہ نبی کی بیٹی جاگیر فدک اور میراث نبی کا مطالبہ کرتی ہے اور آپ کی اس مسئلہ میں

کیا رائے ہے؟ پھر جو فیصلہ طے ہوتا خواہ وہ خلیفہ کے حق میں ہوتا یا ان کے خلاف، اس میں جناب امیرؑ کی شمولیت کی وجہ سے اہل تشیع اس کو ہرگز نہ ٹھکراتے۔ عام لوگوں کے فیصلے مشورے سے کرنا اور آل نبی کے فیصلے اپنی ذاتی رائے سے کرنا اور وہ فیصلے بھی ان کے خلاف۔ اس تبدیلی میں کوئی سیاست یقیناً کارفرما ہے۔ بی بی کے مطالبہ کے فوراً بعد خلیفہ نے ایک حدیث نکالی اور فیصلہ سنا دیا کہ اے رسول کی بیٹی تو جھوٹی ہے۔ معاذ اللہ۔ نہ تو قرآن کا لحاظ کیا اور نہ ہی اصحاب کو جمع کر کے مشورہ کیا اور چار یاری مذہب کے اس نوشیرواں نے اپنی من مانی کی اور رسول کی بیٹی کو اس کے حق سے محروم کر دیا جس سے بی بی ان پر ناراض ہوئی اور بی بی کی ناراضگی خدا اور رسول کی ناراضگی ہے۔

نتیجہ بحث:

جناب زہراؑ نے ابو بکر سے اپنے باپ رسول اللہؐ کی میراث اور جاگیر فدک کا مطالبہ فرمایا تھا اور خلیفہ نے جواب میں یہ حدیث پیش کی کہ ہم انبیاء لاوارث ہوتے ہیں۔ ابو بکر کا یہ جواب چند لحاظ سے درست نہیں:

۱- یہ جواب دس عدد آیات قرآن کے مخالف ہے اور جو بات قرآن کے مخالف ہو وہ باطل ہے۔

۲- ابو بکر کا یہ جواب سنت متواتر کے خلاف ہے۔ جو بات سنتِ متواتر کے خلاف ہو وہ بھی باطل ہے۔

۳- ابو بکر کے اس مذکورہ جواب کو مولا علی نے بھی جھٹلایا ہے۔ چونکہ مولا علی ہر بات میں مع الحق اور مع القرآن ہیں لہٰذا جس بات کو حضرت علیؑ جھٹلائیں وہ جھوٹی ہے۔

۴- خلیفہ کے اس جواب کو ازواج نبی نے خصوصاً بی بی عائشہ نے بھی جھٹلایا ہے۔ عائشہ اہل سنت کے نزدیک صدیقہ ہے لہٰذا جس بات کو ان کی صدیقہ بی بی ٹھکرا دیں وہ غلط ہے۔

۵- خلیفہ کا مذکورہ جواب عقل کی روشنی میں درست نہیں ہے اور جو بات عقل کے خلاف ہو اسے کوئی عاقل تسلیم نہیں کرے گا۔

۶- ابو بکر کے مذکورہ جواب کا قرآن وسنت سے کوئی مؤیّد نہیں ہے لہٰذا ایسا جواب ہرگز درست نہیں ہے اور ہمارے لئے حجت نہیں ہے۔

۷- ابو بکر کے زمانے سے لیکر محمود احمد رضوی تک چار یاری مذہب نے مسئلہ میراث نبی اور فدک میں خلیفہ کی صفائی کی خاطر جتنے لنگڑے عذر پیش کئے ہیں اب ہم ان کے جواب پیش کریں گے۔

مسئلہ میراث میں خلیفہ کی صفائی کی خاطر ان کے بلا اُجرت وکلاء کے اکیس عدد عذر لنگ

عذر نمبرا: ملاں احتشام الدین کا سفید جھوٹ

ثبوت ملاحظہ ہو:

ملاں موصوف کی کتاب "نصیحت الشیعہ" ج ۲ ص ۴۱۲ ط ملتان

عبارت کتاب:

دعویٰ فدک کے بعد شائد حضرت عائشہ اور جناب سیدہ سے ملاقات نہ ہوئی ہوگی اس لئے کہ حضرت عائشہ پابند عدت تھیں اور جناب سیدہ مرض الموت میں مبتلا ہو گئیں۔

نوٹ:

مولانا کا مطلب یہ ہے کہ ناراضگی والی روایت کی راوی بی بی عائشہ ہے اور وہ وفات نبی کے بعد پابند عدت تھیں۔ لہذا جن قرائن سے عائشہ نے ناراضگی سمجھی ہے ان میں غلطی کی ہے۔

جواب:

ملاں موصوف نے عائشہ کو پابند عدت کرنے میں سفید جھوٹ بولا ہے۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "نور الابصار" ص ۲۲ مؤلف النوع الثامن شبلنجی:

وھو فی قبرہ یصلی فیہ باذان واقامۃ وکذالک الانبیاء ولھذا قیل لاعدۃ علی ازواجہ۔

ترجمہ : نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ اذان اور اقامت سے نماز پڑھتے ہیں اور اسی طرح تمام انبیاء بھی ہیں اور چونکہ نبی زندہ ہے ان کی ازواج پر عدت وفات نہیں ہے۔

نوٹ :

عدت وفات تو اس لئے ہے کہ چونکہ بعد میں عورت کے لئے دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہو جاتا ہے۔ ازواج رسول امت کی مائیں ہیں ان سے نکاح کرنا حرام ہے۔ علاوہ ازیں بی بی عائشہ خود راوی ہیں کہ سیدہ زہراءؑ رسول کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں اور عدت وفات چار ماہ دس دن میں ختم ہو جاتی ہے باقی ایک ماہ اور بیس دن اگر جناب سیدہ کے مرض الموت میں عائشہ تیمار داری کے لئے نہیں آئی تو اس سوتیلی ماں نے بڑی سنگدلی کا ثبوت دیا ہے اور ان کی بھاری غلطی ہے کیونکہ دونوں کے گھر کی ایک دیوار مشترک تھی کسی مشکل سفر کی بھی ضرورت نہ تھی۔

عذر نمبر ۲: ناراضگی کا واقعہ بیان کرنا بی بی عائشہ کو غلطی ہے

ثبوت ملاحظہ ہو :

اہل سنت کی معتبر کتاب "نصیحت الشیعہ" ج ۲ ص ۴۱۴:

بمقتضائے بشریت اس معاملہ میں جو غلط فہمی حضرت عائشہ سے ہوئی یہ ان کے مناقب کے خلاف نہیں۔

جواب نمبر ۱

اہل سنت کی معتبر کتاب نور الابصار ص ۱۴۱ ذکر ازواج النبی :

وروت عائشہ الفی حدیث ومائتی حدیث وعشرۃ احادیث۔

ترجمہ : بی بی عائشہ نے دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) احادیث روایت کی ہیں اگر جناب عائشہ نے ایسی بھاری غلطی کی ہے کہ جس سے ابا جان کی خلافت کو خطرہ پیدا ہو گیا تو ان کی ۲۲۱۰ مروی احادیث پر عمل کیوں کرتے ہو۔

جواب نمبر ۲:

عائشہ نے اپنی غلطی کی تردید کیوں نہیں کی

اہل سنت کی معتبر "کتاب نور الابصار" ص ۴۱:

وتوفیت سنة ثمان وخمسین وصلی ابوهریرة علیها۔

ترجمہ : بی بی عائشہ نے اٹھاون (۵۸) ہجری میں وفات پائی ہے اور ابوہریرہ نے ان کا جنازہ پڑھا ہے۔

نوٹ :

واقعہ ناراضگی گیارہ ہجری کا ہے اور بی بی عائشہ اس کے بعد ۴۷ سال زندہ رہی اس عرصہ دراز میں بی بی کو اپنی غلطی کا احساس کیوں نہ ہوا؟ تردید کیوں نہ کی؟ کسی اور نے اس غلطی کی طرف متوجہ کیوں نہ کیا؟

جواب نمبر ۳:

کیا آدھے دین کی معلّمہ بھی غلطی کرتی ہے؟

اہل سنت کی معتبر کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" ص ۲۱۹ حدیث دوازدہم:

نیز در حدیث صحیح وارد است خذوا شطر دینکم عن هذه الحمیرا۔

ترجمہ : حدیث صحیح میں آیا ہے۔ حضور نے عائشہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: آدھا دین اس سرخ رنگ والی سے لو۔

نوٹ :

اگر عائشہ روایات میں غلط بیانی کرتی تھیں تو ایسی غیر ذمہ دار عورت سے آدھا دین لینے کا حکم رسول اللہؐ نے کیوں دیا۔

جواب نمبر ۴

ابو بکر سخت دُھوپ میں معافی کی خاطر کیوں کھڑا رہا؟

اہل سنت کی معتبر کتاب "مدارج النبوۃ" ج ۲ ص ۴۴۶ ذکر میراث النبی :

از اوزاعی آورده اند که گفت بیرون آمد ابوبکر بردر فاطمه

در روز گرم و گفت میروم از ینجا تا راضی نه گردد -

ترجمہ : سخت گرمی کے ایک دن ابو بکر جناب فاطمہ الزہراءؑ کے دروازے پر آئے اور کہا کہ میں آج ہر گز واپس نہ جاؤں گا تاوقتیکہ سیدہ زہراءؑ مجھ پر راضی نہ ہو۔

نوٹ :

خود ابو بکر کو پتہ چل گیا تھا کہ نبی کی بیٹی مجھ سے ناراض ہے۔ اگر اس ناراضگی کو عائشہ نے بیان کیا ہے تو صدیقہ بی بی کی کوئی غلطی نہیں۔ مدارج کی یہ روایت انکار ناراضگی کے تمام عذر اور بہانوں کو دھو دیتی ہے۔

ایک سوال

جب حضرت ابو بکر نے معافی مانگی تو جناب سیدہ نے معاف کیوں نہ فرمایا؟

جواب

چونکہ ابو بکر نے جناب زہراءؑ سے جاگیر فدک اور میراث نبی کو غصب کیا تھا اور ان دونوں جرموں سے توبہ کے بغیر اسے معاف نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس نے نہ میراث دی نہ ہی فدک واپس دیا اس لئے فاطمہ زہراءؑ نے اس کو معاف بھی نہ فرمایا۔ غاصب جب تک حق واپس نہ دے اس کو معاف کرنا واجب نہیں۔

عذر نمبر ۳: مولوی محمد نافع کا باطل قیاس سکوتھا اقرارھا

ثبوت ملاحظہ ہو:

ملاں موصوف اپنی کتاب رحماء بینھم ج ا ص ۷ ۳ میں فرماتے ہیں: جب حضرت علیؑ سے بی بی کے نکاح کی اجازت لی گئی تو بی بی خاموش ہو گئیں۔

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا فاطمہ کی خاموشی اس کی رضامندی کی دلیل ہے۔

پھر مولانا لکھتے ہیں کہ دعویٰ میراث کے بعد " لم تتکلم حتی ماتت" کا معنیٰ یہ ہے کہ بی بی خاموش ہو گئیں۔ان کی خاموشی ان کی رضامندی کی دلیل ہے۔

جواب:

ا۔ ملاں موصوف کے اس باطل قیاس سے روح نعمان برزخ میں تڑپ رہی ہو گی۔ مولانا کی مذکورہ تحقیق قیاس مع الفارق ہے جو کہ مسلماً باطل ہے کسی مظلوم کا ظالم اور غاصب سے اپنا حق مانگنا اور نہ ملنے کے بعد مظلوم کا بے بس ہو کر خاموش ہو جانا اس کی رضامندی کی دلیل نہیں ہے۔

۲۔اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح قوشجی" مبحث امامت ص ۴۰۷:

> انه بعث الی بیت امیر المومنین لما امتنع من البیعة فاضرم فیه النار وفیه فاطمة وجماعة من بنی هاشم واخرجوا علیاً وضربوا فاطمة علیها السلام فالقت جنینا واجیب الخ۔
>
> **ترجمہ:** محقق طوسی نے ابو بکر کی برائیوں میں یہ بھی شمار کیا ہے کہ جب امیر المومنین علی ابن ابی طالب نے ان کی بیعت سے انکار کیا تھا تو خلیفہ نے کچھ لوگ حضرت علیؑ کے گھر بھیجے اور انہوں نے بیت علی کو آگ لگانے کی کوشش کی حالانکہ اس گھر میں ایک جماعت بنی ہاشم اور فاطمہ زہراءؑ بھی موجود تھیں۔ ان لوگوں نے جناب امیرؑ کو گھر سے نکالا اور جناب فاطمہ زہراءؑ کو مارا جس سے ان کے شکم مبارک میں بچہ شہید ہوا۔

نوٹ :

شارح قوشجی نے بیعت نہ کرنے کا جواب ذکر کیا ہے لیکن بی بی کے شکم میں بچے کے شہید ہونے کا کوئی جواب نہیں دیا اور محقق طوسی کے اس اعتراض کے بعد خاموشی اختیار کی ہے بقول ملا نافع اگر خاموشی ہر جگہ اقرار ہے تو اہل سنت کے چوٹی کے عالم شارح قوشجی نے اس ظلم کا اقرار کرلیا ہے کہ صحابہ نے نبی کی بیٹی کو مارا جس سے ان کے شکم مبارک میں بچہ شہید ہوا۔

اگر اطمینان نہیں ہوا تو اور سنیں

ابو بکر نے فدک غصب کیا۔ سیدہ کو عمر نے دھمکیاں دیں سو بی بی کے شکم کا بچہ شہید ہو کر گرا اور سیدہ رنج و غم میں دنیا سے وفات پا گئیں۔

ثبوت ملاحظہ ہو :

اہل سنت کی معتبر کتاب "روائح المصطفیٰ" مؤلف مولوی صدر دین حنفی مطبوع مطبع احمدی کانپور ص۳۶۔۳۷۔ منقول از بلاغ المبین ص۲۵۵ ج۲۰۔

بعد از وفات پیغمبر واقعات بسیار گزشته مثل معامله فدک وسقط شدن حمل او وتهدید نمودن عمر خطاب بنی هاشم را که در خانه زهراء اجتماع نموده بودند وناله وشیون نمودن حضرت زهراء پیش انصار طولی دارد وذکر نه کردن اولیٰ تر است - وصیت نمودن حضرت زهراء هیچ کس بر جنازه او حاضر نشود دلیل صریح است بر آں که حضرت زهراء آزرده وملول از دنیا رفت - اکنون تاویل هرچه خواهند کنند .... ومرثیه برای پیغمبر انشا نموده یک بیت از اول آں قصیده این است-

صبت علیّ مصائب لو انہا　　صبت علی الایام صرن لیا لیا

بی بی کے شکم میں بچہ کی شہادت کو مولوی صدر دین حنفی نے تسلیم کرلیا ہے

ترجمہ عبارت کتاب:

رسول اللہؐ کی وفات کے بعد بہت سے واقعات گزرے ہیں مثلاً معاملہ فدک، بچے کا گرنا، بنو ہاشم کو عمر کی دھمکی، انصار سے جناب زہراءؑ کی فریاد۔ یہ واقعات طویل ہیں۔ ان کا ذکر نہ کرنا بہتر ہے۔ جناب زہراءؑ کا وصیت کرنا کہ ان میں سے کوئی بھی میرے جنازے میں حاضر نہ ہو یہ روشن دلیل ہے اس بات کی کہ حضرت زہراءؑ رنج و غم میں اس دنیا سے وفات پا گئیں۔ اب جو چاہیں تاویل کریں .... اور مرثیہ پیغمبر کے لئے انشاء کیا اور اس کا ایک بیت یہ ہے۔

صبت علیّ مصائب لو انہا　　صبت علی الایام صرن لیا لیا

ترجمہ بیت:

میرے اوپر وہ مصائب گرے اگر دنوں پر گرتے تو دن سیاہ راتوں میں بدل جاتے۔

نوٹ :

مولانا صدرالدین حنفی نے جس درد سے نبی کی بیٹی کی مظلومیت کو بیان کیا ہے اس سے زیادہ کوئی اور کیا بیان کرے گا؟ حنفی عالم نے تسلیم کیا ہے کہ اُمت کے ظلم سے بی بی کے شکم میں بچہ شہید ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اگر اور یقین میں زیادتی چاہتے ہو تو مزید سنیئے

ابراہیم بن یسار النظام ملت مسلمہ کا چوٹی کا عالم تسلیم کرتا ہے کہ امت کے ظلم سے سیدہ کے شکم میں بچہ شہید ہوا ہے۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "الملل والنحل" مؤلف امام ابی الفتح محمد بن عبدالکریم الشہرستانی المتوفی ۵۴۸ھ مطبوعہ مجازی قاہرہ ج۱ ص۷۷:

فقال ان عمر ضرب بطن فاطمة علیها السلام یوم البیعة حتی القت المحسن من بطنها وکان یصح احرقوا الدار بمن فیها وما کان فی الدار غیر علی وفاطمة والحسن والحسین۔

ترجمہ: نظام کہتا ہے کہ روز بیعت نبی کی بیٹی فاطمہ زہراءؑ کے شکم پر عمر نے مارا حتیٰ کہ سیدہ کا بچہ شہید ہو کر گرا اور نیز عمر چیخ رہے تھے کہ اس گھر کو بمع ان لوگوں کے جو اس میں ہیں جلا دو اور گھر میں سوائے علی و فاطمہ اور حسن و حسین کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔

نوٹ :

چونکہ صاحب کتاب اشاعرہ سے معلوم ہوتا ہے اور نظام معتزلہ سے ہے اسی لئے حوالہ مذکور تحریر کرتے وقت صاحب کتاب کو سخت تکلیف ہوئی ہے اور اسے خراب کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ ہمارے نزدیک بقول اہل سنت سگ زرد برادر شغال ہے۔ اشاعرہ اور معتزلہ بھائی بھائی ہیں کیونکہ ابو بکر، عمر اور عثمان کی خلافت پر دونوں کا اتفاق ہے۔

اہل سنت کے چوٹی کے عالم مُلّاں معین کاشفی بھی سیدہ کے پسر محسن کی شہادت کو تسلیم کرتا ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "معارج النبوة" رکن چہارم واقعات دوم ہجری ص۴۲ ذکر تزویج و اولاد سیّدہ:

وبتول راحق تعالیٰ چند فرزند از امیرالمومنین ارزاقی داشت نخست حسن وحسین وزینب وام کلثوم ورقیه ومحسن که سقط شد وبدان مرض فاطمه از جهان رحلت نمود۔

ترجمہ : جناب بتول کو امیر المومنین علی ابن ابی طالب سے رب تعالیٰ نے یہ بچے عطا فرمائے تھے۔ حسن و حسین ،زینب واُمّ کلثوم ورقیہ و محسن اور جو کہ (امت کے ظلم سے) شہید ہو کر گرے اور اسی مرض اور تکلیف سے فاطمہ زہراءؑ نے دنیا سے وفات پائی ہے۔

نوٹ :

نرم زبان میں چار یاری مذہب کے یہ عالم بھی شہادت محسن کو تسلیم کرتے ہیں اور کتب شیعہ میں یہ امر مسلم ہے کہ روز بیعت عمر ابن خطاب نے جناب زہراءؑ کو اس طرح مارا کہ بی بی کے شکم میں بچہ شہید ہو گیا لیکن ہم اصول مناظرہ کی خلاف ورزی نہیں کرتے اور ان کا حوالہ نہیں دیتے۔ ہم نے اہل سنت کی تین عدد کتب سے بمعہ مکمل حوالہ شہادت محسن کو ثابت کیا ہے۔

اعتراض :

مولا علی شیر خدا تھے۔ اسم اعظم کا علم بھی رکھتے تھے لہٰذا جناب سیدہ فاطمہ زہراءؑ پر اتنا ظلم ہوا کہ جس کی وجہ سے ان کا بچہ ان کے شکم اقدس میں شہید ہوا تو مولا علی خاموش کیوں رہے شیر خدا نے تلوار کیوں نہ اٹھائی؟ کسی کی زوجہ پر اگر اتنا ظلم ہو تو وہ برداشت نہیں کر سکتا لہٰذا بنت نبی زوجہ علی سیدہ زہراءؑ پر اتنا ظلم ہوا، شاہ مرداں نے کیسے برداشت کیا؟

جواب :

زینب کا بچہ بھی ان کے شکم میں کفار کے ظلم سے فوت ہوا تھا رسول اللہؐ نے زینب کی خاطر انتقامی کارروائی کیوں نہ فرمائی

ثبوت ملاحظہ ہو :

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "سیرت ابن ہشام" ذکر مااصاب زینب من قریش ص ۶۵۳ ج ۲

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "الاستیعاب فی اسماء الاصحاب باب الزیٰ ص ۳۰۵ ج ۴

۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ الخمیس" ذکر ہجرت زینب ص ۲۷۳ ج ۱

"سیرۃ ابن ہشام" کی عبارت :

فروعها هبار بالرمح وهی فی هودجها وکانت المرأة حاملا فیها یزعمون فلما ریعت طرحت ذا بطنها۔

"الاستیعاب" کی عبارت:

فسقطت علی صخرة فاسقطت واهرقت الدماء فلم یزل بها مرضا حتی ماتت ثمان من الهجرة۔

"تاریخ الخمیس" کی عبارت:

فخرجوا اثرها فادرکها هبار بن الاسد فجعل یطعن بغیرها برمحه حتی صرعها فالقت ما فی بطنها وأهریقت دما۔

ترجمہ: مذکورہ عبارتیں چونکہ ملتی جلتی ہیں اس لئے سب کا ترجمہ اکٹھا پیش کرتے ہیں۔ جب زینب ربیبہ رسول اللہؐ نے ہجرت کی تو ان کو واپس لے جانے کی خاطر کچھ کفار ان کے پیچھے روانہ ہوئے۔ سب سے پہلے ہبار ابن اسود آ پہنچا۔ بی بی ہودج (کجاوہ) میں سوار تھی۔ اس کافر نے زینب کے اونٹ کو نیزہ مارا جس سے اونٹ ڈرا اور زینب ایک پتھر پر گر پڑی۔ شکم میں جو بچہ تھا فوت ہو گیا اور اسی صدمہ سے خون زیادہ ضائع ہوا اور زینب بیمار ہو گئی اور اسی تکلیف سے آٹھ ہجری میں وفات پائی۔ تاریخ خمیس میں ہے کہ کفار زینب کو واپس مکہ لے گئے اور معاویہ کی ماں ہند زینب کو ان طعنوں کے تیر مارتی تھی کہ یہ مصیبت تم پر تمہارے باپ کی وجہ سے آئی۔

نوٹ:

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ مذکورہ زینب جو ایک کافر ابوالعاص کی زوجہ تھی وہ رسول اللہؐ کی صلبی بیٹی تھی اور جب اس نے مکہ سے ہجرت کا ارادہ کیا تھا تو اس کے کافر شوہر نے اس کو روک لیا تھا۔ بالآخر جب ہجرت کی تو مذکورہ واقعہ پیش آیا تھا اور ان کے باپ رسول اللہؐ اس وقت مدینے میں فوج بھی رکھتے تھے۔ ابو بکر، عمر، عثمان جیسے نامور بہادر بھی اپنے پاس رکھتے تھے اور اسم اعظم کا علم اور چاند کو چیرنے کی طاقت بھی رکھتے تھے۔

ارباب انصاف!

ان ملوانوں کے عقیدہ میں زینب نبی کی صلبی بیٹی ہے اور ان کا باپ مالک تخت وتاج ہے اور فوج اصحاب کے علاوہ ابو بکر، عمر، عثمان جیسے پہلوان بھی اس کے پاس موجود ہیں اور ان کی بیٹی پر مذکورہ ظلم ہوا ہے اور انہوں نے بیٹی کی کوئی مدد نہیں کی اور نہ ہی ابو بکر، عمر، عثمان جیسے پہلوانوں نے اپنی خدمات پیش کیں کہ ہم لشکر لیکر مکّہ جاتے ہیں اور زینب کو کفار کی قید سے چھڑا کر لے آتے ہیں۔

قارئین!

آپ بھی ذرا غور فرمائیں کہ نبی کریم ﷺ کیوں خاموش رہے؟ اگر رسول نے دین کی خاطر صبر فرمایا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ہمارے مولا علی نے بھی دین کی خاطر صبر فرمایا۔ اور اگر نبی کی مظلومہ بیٹی کی مدد نہ کرنے سے خدا اور رسول کی شان میں کوئی فرق نہیں آیا تو اسی طرح اپنی مظلومہ زوجہ کی خاطر تلوار اٹھانے سے مولا علی کی شان پر بھی کوئی حرف نہیں آیا۔

چوتھا عذر: بی بی راضی ہو گئی تھی

کتاب "محجاج السالکین" اور شاہ عبدالعزیز کے جھوٹ کا پہاڑ

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" ذکر فدک ص۲۷۹ مطبع سہیل اکیڈمی

واماّ امامیہ پس صاحب "محجاج السالکین" وغیرہ از علمای ایشان روایت کردہ اند: ۔۔۔ فرضیت بذالک واخذت العھد علیه وکان ابوبکر یعطیھم منھا قوتھم۔

ترجمہ: مذہب امامیہ کے علماء سے صاحب "محجاج السالکین" اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ (ابو بکر کی معذرت کے بعد) بی بی ابو بکر سے راضی ہو گئی۔ سیدہ نے اس سے عہد لیا اور وہ انہیں خرچ دیتا تھا۔

جواب :

لاحول ولاقوۃ الا باللہ : بقول "شوائط البرکات" شرم کجا اور تعصّب کا ورم کجا۔ ناظرین ! بے شرمی اور بے حیائی کے تمام باڑر اہلِ سُنت کا مناظر شاہ العزیز پار کر گیا ہے۔ بغض اہلِ بیت نے اس دہلوی کذاب کو اس مقام پر پہنچایا کہ دیانت وانصاف کی اس نے ناک کاٹ دی۔

اہل سنت کو چیلنج

اہل سنت کو چیلنج کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی کتاب اہل تشیع کی "محجاج السالکین" نامی جس میں یہ روایت موجود ہو کائنات میں جس جگہ بھی پائی جاتی ہے اس کو پیش کریں اور منہ مانگا انعام لیں۔ اگر کتاب نہیں پیش کر سکتے تو ہمارے ساتھ مباہلہ کرلیں جھوٹے پر خدا کی لعنت۔

مذکورہ بہتان کا آغاز کیسے ہوا

"محجاج السالکین" کی نسبت سب سے پہلے شیعوں کی طرف سے نصر اللہ کابلی نے دی۔ پھر اس جھوٹے کی پیروی مّلاں حذاقت خاں نے کی۔ اس جھوٹے کی پیروی مّلاں حیدر علی نے کی اور پھر محمود آلوسی صاحب "تفسیر روح المعانی" اور قطب شاہ صاحب "شوائط البرکات" اور شاہ عبدالعزیز اور رشید احمد گنگوہی اس جھوٹ کی ڈفلی بجاتے رہے اور نادان لوگ اس پر رقص کرتے رہے۔

ابوبکر پر نبی کی دختر جناب زہراءؑ علیہاالسلام ناراض ہونے کے بعد تاوفات راضی نہیں ہوئیں

ثبوت ملاحظہ ہو :

اہل سنت کے چوٹی کے عالم شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی گواہی کہ

سیدہ زہراءؑ ابوبکر سے تاوقت وفات راضی نہیں ہوئیں

اہل سنت کی معتبر کتاب "اشعۃ اللمعات شرح مشکواۃ" مطبع نول کشور ج ۳ ص ۴۵۳ :

مشکل ترین قضایا قضیہءِ فاطمه الزهراء است زیرا که اگر بگویم که او جاهل بود این سنتی یعنی حدیثی که ابوبکر نقل

کرده بعید است از فاطمه واگر الزام کنیم که شاید اتفاق نیفتاد او را بسماع این حدیث از آنحضرت مشکل می شود که بعد از استماع ا ز ابی بکر وشهادت سائر صحابه برآں چرا قبول نکرد و در غضب آمد واگر غضب او پیش از سماع حدیث بود چرا برنگشت از غضب تا این که امتداد او کشید وتازنده بود مهاجرت کرد ابوبکر را-

ترجمہ : تمام مقدمات میں سے مشکل ترین مقدمہ فاطمہ الزہراؑ کا ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ ابوبکر کی بیان کردہ حدیث سے جناب فاطمہ الزہراؑ (ناواقف) جاہل تھی تو یہ بعید ہے اور اگر یہ کہوں کہ حدیث لانورث کو سننے کا بی بی کو اتفاق نہیں ہوا تو بھی مشکل ہے کیونکہ حدیث مذکورہ کو ابوبکر سے سُننے کے بعد اور صحابہ کی گواہی کے بعد حدیث کو قبول کیوں نہ فرمایا اور ناراض کیوں ہوئیں اور اگر حدیث کے سُننے سے پہلے ناراض ہوئی تھیں تو حدیث سُننے کے بعد ناراضگی کو چھوڑا کیوں نہیں اور ناراضگی نے اتنا طول پکڑا کہ جب تک زندہ رہیں ابوبکر سے ناراضگی کے باعث کلام نہ کیا۔

نوٹ :

شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا یہ کلام شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور دوسرے ملوانوں کے جھوٹے ہونے کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ شاہ عبدالعزیز نے "محجاج السالکین" کی اہل تشیع کی طرف جھوٹی نسبت دی ہے اور ملّاں محمد نافع کی یہ تاویل کہ شرح میثم کا نام مصباح السالکین ہے اور "تحفہ اثناعشریہ" میں ناقلین کے تصرف قلمی کی وجہ سے محجاج السالکین لکھا گیا ہے، یہ بھی بالکل سفید جھوٹ ہے۔ ورنہ اگر آپ کو غلطی کا یقین ہے تو آپ اس غلطی کو درست کیوں نہیں کرتے۔

پانچواں عذر: شاہ عبدالعزیز کی غلط تحقیق کہ جناب ابو بکر نے اپنے یقین پر عمل کیا ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

"تحفہ اثناعشریہ" ص۲۷۵ طعن ۱۲:

ونیز خبر پیغمبر در حق کسی که بلا واسطه از آنجناب شنیده باشد مفید علم یقینی است، بلاشبه وعمل بسماع خود واجب است خواه از دیگری بشنود یا نشنود۔

ترجمہ: حدیث پیغمبرؐ کو جس نے حضور سے خود سُنا ہے، اس کے حق میں مفید یقین ہے اور اس شخص کے لیے اس حدیث پر عمل کرنا واجب ہے خواہ کسی دوسرے سے اسے نہ بھی سنے۔

نوٹ:

مقصد دہلوی کا یہ ہے کہ چونکہ ابو بکر نے حدیث لانورث نبی کریمﷺ سے خود سنی تھی لہٰذا ان کے لئے یہ حدیث مفید یقین تھی اور خلیفہ کے لئے اس حدیث پر عمل کرنا واجب تھا۔

جواب:

اہلِ سنت کے امام اعظم مالک اور احمد کا فتویٰ ہے کہ قاضی اپنے یقین پر عمل نہیں کر سکتا

ثبوت ملاحظہ:

اہل سنت کی معتبر کتاب "عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری" ج۱۱ ص۲۸۸ الظنون والتہمة باب من رأی للقاضی ان یحکم بعلمه فی امر الناس اذا لم یخف۔

وقال ابو حنیفه ما علمه قبل القضاء من حقوق الناس لا یحکم فیه بعلمه ۔۔۔۔ وقال شریح والشعبی وما لک فی المشهور عنه واحمد واسحق وابو عبید لا یقضی بعلمه اصلاً۔

ترجمہ: امام اعظم کہتا ہے کہ قاضی کو مجلس قضا (کچہری) سے پہلے جو یقین حاصل ہو لوگوں کے حقوق کے متعلق تو وہ قاضی اس قسم کے اپنے ذاتی یقین پر

عمل نہیں کر سکتا اور شریح والشعبی اور مالک واحمد اور اسحاق وابو عبید کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ قاضی اپنے ذاتی یقین پر کسی صورت میں بھی عمل نہیں کر سکتا۔

نوٹ :

آدمی اگر ڈھیٹ نہ ہو تو اس حوالے کے بعد اس بات کو کہ خلیفہ نے اپنے یقین پر عمل کیا تھا، ملاؤں کو پیش کرنے سے شرم کرنی چاہیے۔ ابو بکر اس وقت بقول اہل سنت خود ہی قاضی تھا اور قاضی کے لئے ان کے تین اماموں کا فتویٰ ہے کہ اپنے یقین پر عمل نہیں کر سکتا لہٰذا خلیفہ کے لئے اپنے یقین پر عمل کرنا جائز نہ تھا۔

جو یقین قرآن اور اہل بیت کے فرمان کے مخالف ہو وہ باطل ہے

ثبوت ملاحظہ ہو :

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "فتاوی عزیزی" ص۲۵۱ طبع سعید کمپنی۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" ص۱۳۰ طبع سہیل اکیڈمی۔

"فتاویٰ عزیزی" اردو کی عبارت :

"انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بهما لن تضلوا بعدی احدهما اعظم من الآخر کتاب الله وعترتی اهلبیتی۔"

ترجمہ : یعنی تحقیق کہ میں تم لوگوں میں دو چیزیں گراں چھوڑتا ہوں کہ اگر تم لوگ ان دونوں کا لحاظ رکھو گے تو ہرگز تم میرے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ ان دونوں میں سے ایک دوسرے سے افضل ہے۔ وہ دو چیزیں ایک تو اللہ کا کلام ہے اور دوسری میری اہل بیت ہے، تو معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ نے فرائض ربی اور احکام شرعی کا دار و مدار ان دو چیزوں پر رکھا ہے۔ جو مذہب امور شرعیہ میں ان دونوں چیزوں کے خلاف ہے، عقیدۃً اور عملاً باطل اور غیر معتبر ہے اور جو ان دو عظیم الشان چیزوں سے انکار کرے وہ دین سے خارج ہو جاتا ہے۔ اب تحقیق کی جاتی ہے کہ ان دونوں فرقوں سے یعنی شیعہ اور سُنّی سے

کس کو ان دونوں چیزوں کا لحاظ ہے اور کون ان کی توہین کرتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ شیعہ اور سُنّی کا اتفاق ہے۔ یہ حدیث مذکورہ ثابت ہے۔

نوٹ :

شاہ صاحب نے فیصلہ خود ہی کر دیا۔

ملاحظہ ہو:

ابو بکر کا یہ یقین کہ نبی کا کوئی وارث نہیں، آیات میراث کے عموم کے مخالف ہے اور مسلم شریف میں کاذباً آثماً غادراً خائناً والی حدیث گواہ ہے کہ اہل بیت ابو بکر کو اس کے یقین میں جھوٹا سمجھتے تھے۔ لہٰذا شاہ عبدالعزیز کا اپنا فیصلہ ہے کہ جو مذہب قرآن اور اہل بیت کے مخالف ہے وہ باطل ہے پس ابو بکر کا دعویٰ یقین بھی باطل ہے۔

شاہ عبدالعزیز کی مکّاری

یہ دہلوی عیار ایک طرف تو کہتا ہے کہ ہم قرآن اور اہل بیت کو مانتے ہیں اور جب اہل بیت فرماتے ہیں کہ جاگیر فدک اور میراث رسول اللہؐ اور خمس ہمارا حق ہے اور ابو بکر نے یہ چیزیں ہم سے غصب کر کے ہم پر ظلم کیا ہے تو یہ دہلوی مکار ثقلین کی مخالفت کرتے ہوئے ابو بکر کی طرف داری کرتا ہے کہ اس نے اپنے یقین پر عمل کیا تھا۔

اس قماش کے ملوانوں سے بچ کر رہنا

كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً يُرْضُونَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَىٰ قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ۔ (پ۱۰ع۸التوبہ،آیت۸)

دعویٰ یقین بلا ثبوت اس کا قبول ہے جو شر شیطان سے محفوظ ہو اور جناب ابو بکر ایسے نہیں تھے

ثبوت ملاحظہ:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ الرسل والملوک المعروف طبری" ج۴ ص۱۸۴۶ (ذکر بیعت ابی بکر)۔

۲- اہل سنت کی معتبر کتاب "کنز العمال" کتاب الخلافت مع الامارہ ج ۳ ص ۱۲۶۔
۳- اہل سنت کی معتبر کتاب "صفوۃ الصفوۃ" ذکر خطبہ ابی بکر ج ا ص ۹۹۔
۴- اہل سنت کی معتبر کتاب "ریاض النضرۃ" ذکر استقالہ من بیعت ابی بکر ج ا ص ۳۰۹۔
۵- اہل سنت کی معتبر کتاب "صواعق محرقہ" فصل اول ص ۷۔
۶- اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ الخلفاء" ذکر بیعت ابی بکر ص ۷۱۔
۷- اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح ابن ابی الحدید" ذکر مطاعن ابی بکر ج ۴ ص ۲۳۱۔
۸- اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح قوشجی" ذکر مطاعن ابی بکر ص ۴۰۶۔
۹- اہل سنت کی معتبر کتاب "الامامت والسیاست" ذکر خطبہ ابی بکر ج ا ص ۱۶۔
۱۰- اہل سنت کی معتبر کتاب "منہاج السنت" آخر کتاب منقول از تشید المطاعن ص ۳۰۵۔

"تاریخ طبری" ج ۴ ص ۱۸۴۶ کی عبارت ملاحظہ ہو:

الاوان لی شیطاناً یعترینی فاذا اتانی فاجتنبونی لا او ثرفی اشعارکم وابشارکم۔

ترجمہ: تحقیق میرے لیے شیطان ہے جو مجھے عارض ہوتا ہے۔ جب وہ میرے پاس آئے تو تم مجھ سے بچو تاکہ میں تمہارے بالوں اور کھالوں میں سرایت نہ کروں۔

نوٹ:

ہم نے چار یاری مذہب کی دس عدد کتب معتبرہ سے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ جناب ابو بکر شر شیطان سے محفوظ نہ تھے لہٰذا خلیفہ کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کہ انہوں نے حدیث لانورث خود سنی تھی، اس جگہ دوسرا احتمال بھی ہے کہ خلیفہ نے اس دعویٰ میں کہ میں نے حدیث خود سنی ہے، شیطان کی وجہ سے غلطی کی ہو اور نیز خلیفہ کو اہل بیت رسالت نے بھی جھٹلایا ہے لہٰذا ان کے یقین کی کوئی قیمت نہیں اور اگر انہوں نے اپنے یقین پر عمل کرتے ہوئے بنت رسول پر ظلم کیا ہے تو دوسرے آدمی کی نظر میں وہ ظلم سے بری نہیں ہو سکتے۔ یہ ظلم بھی ایسا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ خلافت کے لائق نہیں رہتے۔

اہل سنت کے امام اعظم کا ایک اہم انکشاف۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ بغداد" صرف النون ذکر النعمان ابن ثابت ابو حنیفہ صاحب المذہب ج ۱۳ ص ۳۷۳:

قال سمعت ابا اسحاق الفزادی یقول سمعت ابا حنیفة یقول ایمان ابی بکر الصدیق وایمان ابلیس واحد۔

ترجمہ: ابو اسحاق کہتا ہے کہ میں نے ابو حنیفہ سے سنا ہے کہ امام اعظم نے فرمایا کہ ایمان ابی بکر صدیق اور ایمان ابلیس ایک ہے۔

بقول نعمان جناب ابی بکر اور ابلیس کے ایمان میں کوئی فرق نہیں لہٰذا ابلیس تو جھوٹ بھی بھول سکتا ہے اسی طرح خلیفہ سے بھی غلطی ہو سکتی ہے، اسی لئے تو اہل بیت رسالت نے بھی مسلم شریف گواہ ہے کہ ابو بکر کو جھٹلایا ہے۔ خلیفہ کا دعویٰ سماع حدیث کرنا اور اس دعویٰ میں غلطی کرنا دونوں احتمال برابر ہیں لہٰذا: اذ جاء الاحتمال بطل الاستدلال

جب دلیل میں احتمال خلاف آجائے تو دلیل باطل ہے پس شاہ عبدالعزیز کی مذکورہ دلیل باطل ہے۔

خلیفہ کے ایمان کی کمزوری

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب "ادب المفرد" امام بخاری۔ باب فضیلت دعا ص ۳۳۴ طبع کراچی۔

۲- اہل سنت کی معتبر کتاب "کنز العمال" کتاب الثالث من حرف همزه فی الاخلاق ج ۲ ص ۱۶۹۔

۳- اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر در منثور" تفسیر آیت قل هل یستوی الاعمیٰ والبصیر ج ۴ ص ۵۴۔

۴- اہل سنت کی معتبر کتاب "حیوۃ الحیوان" ذکر النمل ج ۲ ص ۳۷۶۔

۵- اہل سنت کی معتبر کتاب "ازالۃ الخفاء" ج ۳ ص ۸۹۔

"تفسیر در منثور" کی عبارت ملاحظہ ہو:

ابوبکر عن النبی صلعم قال الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل قال ابوبکر یا رسول اللہ (ص) وھل الشرک الا ما عبد من دون اللہ او مادعی مع اللہ قال ثکلتک امک الشرک فیکم اخفیٰ من دبیب النمل۔

ترجمہ: حضرت ابو بکر راوی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: شرک تم میں چیونٹی کی چال سے زیادہ پوشیدہ ہے۔ ابو بکر نے عرض کی: یارسول اللہؐ! کیا شرک تو یہی نہیں کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت کی جائے اور اسے پکارا جائے۔ جناب نے فرمایا: ابو بکر تیری ماں تیرے غم میں روئے۔ شرک تم میں چیونٹی کی چال سے زیادہ پوشیدہ ہے۔

تفسیر ابن کثیر اردو میں مجرمانہ خیانت

مذکورہ تفسیر میں بھی خلیفہ کی مذکورہ ایمانی کمزوری تحریر ہے لیکن مترجم اُردو روایت کو یوں ہضم کر گیا ہے جیسے خلیفہ باغ فدک ہضم کر گئے۔

ارباب انصاف!

ہم نے کتب معتبرہ اہل سنت سے یہ ثابت کر دیا کہ جناب ابو بکر شر شیطان سے محفوظ نہ تھے اور ایمانی کمزوری کا یہ عالم تھا کہ شرک ان میں چیونٹی کی چال چلتا تھا اور امام اعظم نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ جناب ابلیس اور ابو بکر کے ایمان میں کوئی فرق نہیں۔ اب اگر ایسا شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں نے سنا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں اور اس حدیث کے بیان کرنے میں قرآن بھی ان کو جھٹلائے، اہل بیت رسالت بھی ان کی مخالفت کرے تو ایسے شخص کا دعویٰ ہرگز قابل قبول نہیں اور اس کی اپنی بیان کردہ حدیث پر جس سے دوسروں کی حق تلفی ہوتی ہو اس کے لئے ہرگز عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

چھٹا عذر: مولوی احتشام الدّین کی عجیب چال کہ ابو بکر کو معزول کیوں نہ کیا گیا

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "نصیحت الشیعہ" ج ۲ ص ۴۰۹:

پھر ابو بکر پر کیا طعن ہے؟ کیا ان کو حدیث پر عمل کرنا واجب نہ تھا؟ ابو بکر کا فیصلہ حق نہ ہوتا تو تمام صحابہ مخالفت نہ کرتے؟ بلکہ ابی بکر کو خلافت سے معزول کر دیتے۔

جواب:

جناب ابو بکر کی عمر کو نصیحت کہ اصحاب محمدؐ پر اعتبار نہ کرنا

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب ''ازالۃ الخفا'' ماثر ابی بکر ج ۳ ص ۱۲۴ طبع کراچی۔

وان اول ما احذرک یا عمر نفسک وان لکل نفس شھوۃ فاذا اعطیتھا لماوت فی غیرھا واحذرک ھولاء النفر من اصحاب محمد الّذین قد انتضخت اجوانھم وطمحت ابصارھم واحب کل امرء منھم لنفسہ وان لھم لحیرۃ عند زلۃ واحذرک منھم فایاک۔

اصحاب کے پیٹ پھول گئے

ترجمہ: (جناب ابو بکر نے حضرت عمر سے ایک نصیحت میں کہا) کہ پہلی چیز جس سے میں آپ کو ڈراتا ہوں، وہ تیرا نفس ہے۔ ہر نفس میں خواہش ہے جب تو اسے پورا کرے گا تو نفس اور خواہش کرے گا اور میں آپ کو ڈراتا ہوں اسی گروہ سے جو اصحاب محمد سے ہیں۔ جن کے پیٹ پھُول گئے ہیں اور آنکھیں بلند ہیں اور ان میں سے ہر آدمی (خلافت کو) اپنے لئے چاہتا ہے اور ان کے لئے حیرت ہے وقت لغزش۔

نوٹ:

انہی اصحاب نے جناب ابو بکر کو خلیفہ بنایا تھا اور اس محنت کے صلے میں ان کو دنیا میں یہ اجر ملا کہ خود ابو بکر نے ان کا گلہ کیا۔ جناب عمر کو نصیحت کی کہ یہ اصحاب محمد دنیا کے لالچی ہیں۔ ان سے بچ کر رہنا۔

ہم کہتے ہیں کہ بقول ابو بکر یہ اصحاب لالچی تھے اور دنیا کی خاطر اُنہوں نے دختر رسول کی طرف داری نہیں کی۔ ابو بکر کو معزول نہیں کیا لیکن اپنے عزائم میں ناکام رہے۔ خسر الدّنیا والآخرۃ۔

ہر صحابی خلافت کی کرسی اپنے لئے چاہتا تھا

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "الامامۃ والسیاسۃ" ذکر مرض ابی بکر ج ا ص ۱۷۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "اسد الغابہ" ج ۴ ص ۷۹ اذکر عمر۔

انی ولیت امرکم ولست خیرکم فی نفسی وکلکم ورم انفہ ارادۃ ان یکون ھذا الامر لہ۔

ترجمہ: میں تمہارے امر کا والی بنایا گیا ہوں اور میں فی نفس تم سے بہتر نہیں ہوں اور تم میں سے ہر آدمی غضب ناک ہے، کیونکہ وہ اس خلافت کو اپنے لئے چاہتا ہے۔

نوٹ:

جن کی نیّت یہ تھی کہ خلافت ہمیں ملے وہ تو اہل بیت کی اقتصادی کمزوری پر خوش تھے کیونکہ جب خلافت کے حقیقی حقدار بے بس ہو جائیں گے تو پھر ہر شخص کو امید ہو سکتی ہے کہ شاید کبھی میری باری بھی آجائے۔ پس اسی لئے اہل بیت نبوت کی خاطر انقلاب لانے کے لئے کوئی شخص تیار نہ ہوا۔

جن میں صفت قوم لُوط پائی جائے وہ اولیاء اللہ کی خاطر قُربانی نہیں دیتے

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "کنز العمال" کتاب الفتن ج ۶ ص ۵۶۔

عن حذیفۃ لا یکون فی بنی اسرائیل شیء الا کان فیکم مثلہ فقال رجل یکون فینا مثل قوم لوط قال نعم۔

ترجمہ: حذیفہ راوی ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ جو کچھ بنی اسرائیل میں ہوا ہے وہ تم میں بھی ہوگا۔ ایک مرد نے عرض کی: کیا ہم میں مثل قوم لوط بھی ہوں گے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں۔

نوٹ:

علۃ المشائخ بہت پرانی ہے؟ العاقل تکفی الاشارۃ والغافل لا تنفعہ الف عبارۃ۔

اگر ایسے لوگوں نے اہل بیت نبوت کا ساتھ نہیں دیا تو ان کا کیا گلہ کیا جائے۔

ساتواں عذر: شاہ عبدالعزیز کا غلط استدلال کہ حذیفہ کی بات مانو

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" ذکر طعن میراث ص ۲۷۴

این خبر در کتب بروایة حذیفه بن الیمان صحیح وثابت است و در حق حذیفه ملا عبدالله مشهدی در ''اظهار الحق'' حدیث پیغمبر آورده که ما حدث کم به حذیفه فصدقوه-

ترجمہ: (حدیث لانورث کہ جس کا راوی ابو بکر ہے) یہ خبر کتب اہل سنت میں بروایت حذیفہ بن الیمان بھی آئی ہے اور حذیفہ کے حق میں ملاں عبداللہ مشہدی نے کتاب اظہار الحق میں یہ حدیث پیغمبر لکھی ہے کہ جو حدیث حذیفہ بیان کرے اس کی تصدیق کرو۔

جواب:

یہ عبارت لکھتے وقت شاہ صاحب کو شرم بھی نہیں آئی۔ جب اہل سنت کی کتب میں جھوٹی روایات حضرت علیؑ کے سر تھوپی گئی ہیں وہ اہل تشیع کے لئے حجت نہیں تو حذیفہ کی روایت جو کتب اہل سنت میں ہو اس کو شیعہ کب مانتے ہیں۔

اور ملاں عبداللہ مشہدی کا مطلب یہ ہے کہ جو روایت حذیفہ بیان کرے اور اس میں قبول روایت کے تمام شرائط موجود ہوں تو اسے قبول کیا جائے۔

اگر حذیفہ ہی کی بات کو ماننا ہے تو ہم چار یاری مذہب کا شوق پورا کرتے ہیں

نبی کا فرمان بروایت حذیفہ: میرے بعد ایسے امام ہوں گے جن کی شکل انسانی اور دل شیطانی ہوں گے

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح مسلم شریف" باب الامر بالزوم ج۲ص۱۲۰ الجماعۃ عند ظہور الفتن۔
۲- اہل سنت کی معتبر کتاب "مشکواۃ شریف" کتاب الفتن الفصل الائل ج۲ص۱۲۶۔
۳- اہل سنت کی معتبر کتاب "کنزالعمال" کتاب الفتن ج۶ص۵۴۔

(عن حذیفہ) قال یکون بعدی آئمۃ لا یھتدون بھدای لا یستنون لسنتی وسیقوم فیھم رجال قلوبھم قلوب الشیاطین فی جثمان انس قال قلت کیف اضع یا رسول اللہ (ص) ان ادرکت ذلک قال تسمع وتطیع للامیر وان ضرب ظھرک۔

ترجمہ : حذیفہ راوی ہیں ۔ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد ایسے امام ہوں گے جو میری ہدایت اور سنت پر عمل نہیں کریں گے اور ان میں ایسے مرد بھی ہوں گے جن کی شکل انسانی اور دل شیطانی ہوں گے ۔ حذیفہ نے عرض کی: اگر میں ان کا زمانہ پالوں تو کیا کروں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اطاعت اور صبر کرنا، اگرچہ وہ تیری پیٹھ پر ماریں اور تیرا مال غصب کریں۔

نوٹ :

حذیفہ نے نبی کے بعد صرف ابی بکر، عمر اور عثمان کا زمانہ پایا ہے

نبی کریم ﷺ کا حذیفہ کو یہ کہنا کہ میرے بعد ایسے امام ہوں گے جو میری سنت پر عمل نہیں کریں گے، وہ کون ہیں؟ اگر وہ امام حذیفہ کے بعد ہوئے ہیں تو نبی کریم ﷺ کا حذیفہ کو صبر کا حکم دینا کیا معنی رکھتا ہے؟ کیونکہ جب حذیفہ زندہ ہی نہیں ہوں گے تو ان کو مار کیسے پڑے گی اور وہ صبر کیسے کریں گے۔ اس روایت نے سارے جھگڑے ختم کردیئے ہیں۔

العاقل تکفیہ الاشارۃ۔

آٹھواں عذر: ملاں احتشام الدین کا غلط استدلال

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "نصیحۃ الشیعہ" ج ۲ ص ۷ ۴۴:

عبارت کتاب:

اس وقت ابو بکر پر عجیب مشکل تھی۔ جناب سیدہ کے خلاف مراد جواب دینا بھی دشوار تھا اور اگر اس تمام جائیداد پر وارثوں کو قبضہ دیدیں تو ضروریات سلطنت کا انتظام کہاں سے ہو۔ عرب کی اتنی بڑی سلطنت اور بجز اس جائداد کے اور کوئی خزانہ یا سرمایہ نہ تھا۔۔۔ سلطنت کے مہمانوں کی ضیافت، غیر ملکی سفیروں کی مدارت، ملازموں کی تنخواہ، محتاجوں کی اعانت وغیرہ۔

جواب نمبرا:

ملاں مراد آبادی نے بڑے پتے کی بات کی ہے کیونکہ جناب ابی قحافہ عبداللہ بن جدعان کے دستر خوان پر سے مکھیاں اُڑانے کی ملازمت پر مامور تھا اور آنجناب کے صاحبزادے پیٹھ پر کپڑے رکھ کر گلی کوچوں میں پھیری لگایا کرتے تھے۔ غضب کیا اصحاب نے ایسے بھوکوں کو خلافت دے دی جو آئے گئے کو روٹی بھی نہیں دے سکتے تھے۔

جواب نمبر ۲:

ملاں موصوف نے خلیفہ کی صفائی کے لئے عُذر مذکور پیش کر کے قانون اسلامی و نظام مصطفیٰ کا جنازہ نکال دیا ہے کیونکہ نظام سلطنت چلانے کے لئے لوگوں کی جاگیروں کو قومی تحویل میں لینا یہ سوشلزم ہے، جو کہ کفر ہے۔ ملاں کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں میں پہلا سوشلسٹ حضرت ابا بکر تھے۔

نواں عذر: انبیاء زندہ ہیں اور زندہ کی میراث نہیں

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "مدارج النبوۃ" ذکر تقسیم میراث ج ۲ ص ۷ ۴۴۔
۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "رسالہ باغ فدک" ص ۱۲۔
۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ہدایۃ الشیعہ" ص ۴۴ مؤلف رشید احمد گنگوہی۔

"مدارج" کی عبارت:

وبعضی از محققین علماء گفته اند که بنیاد ومدار عدم میراث از انبیاء علیهم السلام حیات ایشان است خصوصاً سیدالرسل --- ومیراث اموات را میباشد نه احیا را -

ترجمہ : بعض محققین نے کہا ہے کہ نفی میراث انبیاء کی بنیاد ان کی زندگی ہے خصوصاً سید الرسل اور میراث مردوں کی ہوتی ہے نہ کہ زندوں کی۔

نوٹ :

مقصد ملاؤں کا یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ قبر میں زندہ ہیں اور زندہ کی میراث نہیں ہوتی اسی لئے ابی بکر نے نبی کی دختر کو آنجناب کی میراث سے محروم کیا۔

جواب:

مذکورہ دلیل سے روح ارسطو برزخ میں تڑپ رہی ہوگی۔ دلیل مذکور علم منطق کے قاعدہ سے غلط ہے کیونکہ شکل اول کا نتیجہ تب درست ہے جب حد اوسط مکرر ہو۔ صغریٰ وکبریٰ میں اس کا ایک ہی معنی ہو۔ لیکن مذکورہ دلیل میں حد اوسط مکرر نہیں۔ کیونکہ زندگی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک دنیاوی اور دوسری برزخی۔ حد اوسط صغریٰ میں کہ قبر میں نبی زندہ ہیں، زندگی سے مراد برزخی ہے اور حد اوسط کبریٰ میں کہ زندہ کی میراث نہیں ہوتی، زندگی سے مراد دنیاوی ہے۔ ایسی غلط دلیلوں کو محققین کی طرف نسبت دینا محققین کی توہین کرنا ہے۔

جواب نمبر ۲ :

اگر قبر میں نبی زندہ ہے اور زندگی کے معنی میں بھی کوئی فرق نہیں تو آنجناب کو غسل وکفن دینا اور آنجناب کو دفن کرنے کا کیا مطلب ہے۔ اگر کسی زندہ عام آدمی کو دفن کر دیا جائے تو بہت بڑا جرم ہے تو پھر اگر زندہ نبی کو دفن کر دیا جائے تو اس سے بھی بہت بڑا یہ جرم ہوگا۔

جواب نمبر ۳ :

نبی کریم ﷺ اگر مدینہ میں زندہ ہیں تو مدینے میں آنجناب کے خلیفہ کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ پس ابی بکر ، عمر، عثمان ۔ جو مدینہ میں نبی کے خلیفہ بن کر خلافت کرتے رہے وہ خلافت بالکل درست نہیں۔

دسواں عذر: چونکہ نبی کریم ﷺ کو علم تھا کہ ابوبکر میرے بعد خلیفہ ہونگے اس لئے حدیث لانورث انہی کو بتائی

جواب:

یہ دلیل بالکل بوگس ہے۔

ثبوت ملاحظہ ہو :

کسی چیز کے واقع ہونے کا علم اور بات ہے اور کسی چیز کے واقع ہونے پر خوش اور راضی ہونا اور بات ہے۔

مثال نمبر ا :

کسی حکیم یا ڈاکٹر کو اپنے تجربہ سے اپنے مریض بیٹے یا بیوی کے متعلق یہ علم ہو جائے کہ وہ کل مر جائیں گے، اس کا یہ معنی نہیں کہ وہ بیٹے یا بیوی کی موت پر خوش اور راضی ہی ہے۔

مثال نمبر ۲ :

اللہ کو علم تھا کہ یہ جنّ میرے بندوں کو گمراہ کر دے گا لیکن اللہ کو اس کے گمراہ کرنے پر کوئی خوشی و رضامندی نہیں، اسی طرح نبی کو علم تھا کہ ابوبکر میرے بعد خلیفہ بنے گا۔ لیکن نبی کریم ﷺ اس کی خلافت پر خوش اور راضی نہ تھے۔

نبی کریم ﷺ کا ابوبکر و عمر کی خلافت پر راضی نہ ہونا

ثبوت ملاحظہ ہو :

اہل سنت کی معتبر کتاب "فتاویٰ عبدالحیّ" طبع کراچی ص ۱۴۲ سعیدی :

وما اظن اجلی الا قد اقترب قلت یا رسول اللہ (ص) الا تستخلف ابابکر فاعرض عنی فرایت انہ لم یوافقہ قلت یا رسول اللہ (ص) الا تستخلف عمر فاعرض عنی فرأیت انہ لم یوافقہ قلت یا رسول اللہ (ص) الا تستخلف علیاً قال فلک والذی لا الٰہ غیرہ لو با یعتموہ واطعتموہ ادخلکم الجنۃ۔

ترجمہ : (حضور نے ایک موقع پر عبداللہ بن مسعود سے فرمایا تھا) کہ میری وفات قریب آ گئی ہے (عبداللہ) نے کہا: میں نے عرض کی: یارسول اللہؐ! آپ ابو بکر کو خلیفہ کیوں نہیں بناتے؟ (جناب کو یہ بات ناگوار گزری) اور مجھ سے منہ پھیر لیا۔ میں سمجھ گیا کہ ابو بکر کی خلافت حضور کو ناپسند ہے۔ پھر میں نے عرض کی کہ آپ عمر کو خلیفہ کیوں نہیں بناتے؟ پس حضور نے مجھ سے منہ پھیر لیا۔ میں سمجھ گیا کہ خلافت عمر بھی حضور کو ناپسند ہے۔ پھر میں نے عرض کی: آپ علی ابن ابی طالب کو خلیفہ کیوں نہیں بناتے؟ حضور نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود حق نہیں، اگر تم علی کی بیعت کرو گے اور علی کی اطاعت کرو گے تو وہ تم کو جنت میں داخل کرے گا۔

نوٹ :

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو بکر سے یہ کبھی نہیں فرمایا تھا کہ تو میرے بعد خلیفہ ہوگا ورنہ یہ بات روز سقیفہ پسر قحافہ پیش کرتا۔

لہٰذا جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو بکر سے یہ نہ کہا کہ تو میرے بعد خلیفہ ہے اسی طرح نہ ابو بکر کی خلافت پر حضور خوش تھے اور نہ ہی ان کو حدیث لا نورث بتائی۔

پس جس طرح ابو بکر کی خلافت صحیح نہیں اسی طرح حدیث لا نورث بھی صحیح نہیں۔

گیارہواں عذر: ہمارے نبی کی میراث کا نہ ہونا یہ ان کی خصوصیت ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر کبیر" آیت یرثنی ویرث من آل یعقوب ج ۵ ص ۵۲۱

وامّا قوله علیه السلام انا معشر الانبیاء لانورث ما ترکناه صدقة فهذا لایمنع ان یکون خاصاً به۔

ترجمہ: حدیث انا معشر الانبیاء کا مطلب یہ ہے کہ لاوارث ہونا ہمارے نبی کا خاصا ہے۔

جواب:

مذکورہ عذر، دعویٰ بلا دلیل ہے

کیونکہ ہمارے پیغمبر کی خصوصیات کو رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمایا ہے۔ اگر لاوارث ہونا بھی ہمارے رسول کی خصوصیت تھی تو اسے حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں کیوں نہیں بیان فرمایا؟

چند خصوصیات پیغمبر ملاحظہ ہوں

يا أَيهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِي وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ (الحجرات: ۲)

ترجمہ: اے ایمان دارو! بولنے میں تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کیا کرو اور جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے زور زور سے بولا کرتے ہو، ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو۔

۲۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيينَ۔ (پ۲۲ احزاب: ۴۰)

ترجمہ: محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور نبیوں کی مہر ختم کرنے والے ہیں۔

۳۔ يا أَيهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ (پ۱ سورہ بقرہ، ۱۰۴)

ترجمہ: اے ایمان دارو! تم رسول اللہؐ کو متوجہ کرنا چاہتے ہو تو راعنا (ہماری رعایت کرو) نہ کہا کرو بلکہ "ہم پر نظر توجہ فرما" کہا کرو۔ اور جی لگا کر سنتے رہو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

۴۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔ (پ۲۶س الحجرات، آیت۱)

ترجمہ: اے ایمان دارو! خدا اور اس کے رسول کے سامنے کسی بات میں آگے نہ بڑھ جایا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو بے شک خدا بڑا سننے والا واقف کار ہے۔

۵۔ إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ۔ (پ۲۶س الحجرات، آیت۴)

ترجمہ: اے رسول! جو لوگ تم کو حجروں سے باہر آواز دیتے ہیں، ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔

۶۔ النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَ أَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ۔ (پ۲۱س احزاب، آیت۶)

ترجمہ: نبی تو مومنین سے خود ان کی جانوں سے بھی بڑھ کر حق رکھتے ہیں کیونکہ وہ گویا امت کے مہربان باپ ہیں اور ان کی بیویاں گویا ان کی مائیں ہیں۔

نوٹ:

جس طرح مذکورہ آیات میں ہمارے رسول کی خصوصیات مذکورہ ہیں اسی طرح اگر ہمارا رسول لاوارث تھا اور یہ ان کی خصوصیت تھی تو حق تعالیٰ اس خصوصیت کا بھی کسی آیت میں اعلان فرما دیتا۔

عذر نمبر ۱۲: انبیاء کو بے وارث رکھا گیا تاکہ ان کے اقربا مال کے لالچ میں ان کی موت کی تمنا نہ کریں

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "روضۃ الاحباب" ص ۷۰۴ خاتمہ کتاب:

وحکمت در آنکه از انبیاء علیهم السلام میراث نماندہ آنست که اقارب آں طائفه ناجیه تمنائی موت ایشان نکند بجهت وراثت مال ایشان وآں سبب هلاک اقارب گردد -

ترجمہ : انبیاء کو لاوارث رکھنے میں حکمت یہ ہے تا کہ ان کے وارث وراثت مال کی آرزو میں ان کی موت کی تمنا نہ کریں کیونکہ یہ آرزو انبیاء کے رشتہ داروں کے لئے باعثِ ہلاکت ہو گی۔

جواب : ان بعض الظن اثم

ا: ان ملوانوں کی آلِ رسول کے ساتھ بدگمانی کی حد ہو گئی۔ ایک عام انسان بھی اپنے والدین کی موت کی تمنا نہیں کرتا چہ جائیکہ آل رسول، جن کی شان میں آیت تطہیر ہے۔ اور فاطمہ الزہراؑ سے تو محال ہے کہ وہ اپنے مجسمہ رحمت باپ کی موت کی تمنا کریں۔

جواب نمبر ۲ :

اگر رب تعالیٰ نے انبیاء کو لاوارث رکھ کر چند دن موت سے بچایا ہے تو ابو بکر، عمر، عثمان کے وجود کی بھی اہل سنت کو سخت ضرورت تھی لہٰذا مذکورہ حیلے کو بھی رب تعالیٰ اصحاب ثلاثہ پر ضرور آزماتا تا کہ ان کی اولاد بھی مال کے لالچ میں ان کی موت کی تمنا نہ کریں۔

جواب نمبر ۳:

حدیث اس طرح بھی کتب اہل سنت میں ہے: لانوث ولا نورث۔ کہ ہم انبیاء نہ کسی کے وارث بنتے ہیں اور نہ کسی کو وارث بناتے ہیں۔

لہٰذا رب تعالیٰ نے اولاد انبیاء کو تو انبیاء کی وراثت سے اس لئے محروم رکھا کہ وہ ان کی موت کی تمنا نہ کریں لیکن کیا حق تعالیٰ کو انبیاء پر بھی اعتبار نہیں تھا۔ کیا انبیاء بھی اپنے والدین کی وراثت سے اسی لئے محروم ہوئے کہ وہ ان کی موت کی تمنا نہ کریں۔

ارباب انصاف !

مذکورہ بارہویں عذر کا خلاصہ یہ ہے کہ چار یاری مذہب کو انبیاء واولاد انبیاء سے بدگمانی ہے۔

جواب نمبر ۴ :

یہ غلط سوچ اولاد نبی میں نہیں تھی بلکہ اولاد اصحاب میں تھی کیونکہ عثمان غنی قتل ہو رہے ہیں اور ان کی غیور اولاد ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھی ہے تاکہ بوڑھے باپ سے چھٹکارا حاصل ہو اور جنابِ غنی کی دولت کے انبار آپس میں بانٹیں۔

اگر مرض باقی ہے تو ایک خوراک اور بھی لیجئے۔ حضرت طلحہ کی تمنا کہ موتِ نبی کے بعد میں عائشہ سے شادی کروں گا

ثبات ملاحظہ ہو :

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب " تفسیر در منثور " مؤلف جلال الدین سیوطی ص ۲۱۴ ج ۵۔
۲- اہل سنت کی معتبر کتاب " تفسیر فتح القدیر " شوکانی ج ۴ ص ۲۹۰ الاحزاب۔
۳- اہل سنت کی معتبر کتاب " تفسیر کبیر " فخر الرازی ص ۵۸۸ ج ۶۔
۴- اہل سنت کی معتبر کتاب " تفسیر مظہری " ثناالله پانی پتی ص ۴۰۷ ج ۷۔
۵- اہل سنت کی معتبر کتاب "لباب النقول فی اسباب النزول" سیوطی ص ۱۸۲۔
۶- اہل سنت کی معتبر کتاب " تفسیر ابن کثیر " ج ۶ ص ۵۰۶ ط مصر الاحزاب۔
۷- اہل سنت کی معتبر کتاب " تفسیر خازن " ص ۲۲۵ ج ۵۔

" در منثور " کی عبارت :

وما کان لکم ان توذوا رسول الله (ص) ... انزلت فی طلحة بن عبید الله لانه قال اذا توفی رسول الله (ص) صلعم تزوجت عائشه رضی الله عنهما۔

ترجمہ : تمہارے لئے جائز نہیں نبی کو اذیت دینا۔ راوی کہتا ہے کہ یہ آیت طلحہ کی شان میں نازل ہوئی کیونکہ اس نے کہا تھا میں نبی کی موت کے بعد حضرت عائشہ سے شادی کروں گا۔

" تفسیر مظہری " کی عبارت :

ان طلحة بن عبید الله قال أیحجبنا محمد عن بنات عمنا ویتزوج نساء نا من بعدنا لان حدث حدث لنتزوجن نساه من بعده۔

ترجمہ : طلحہ نے کہا: کیا محمد ہمیں ہمارے چچا کی بیٹیوں سے روک سکتا ہے اور وہ ہمارے بعد ہماری عورتوں سے شادی کرتا ہے ۔ ان کی موت کے بعد ہم بھی اس کی بیویوں سے شادی کریں گے ۔

پس یہ آیت نازل ہوئی کہ تم نبی کی بیویوں سے شادی نہیں کر سکتے ۔

نوٹ :

طلحہ صحابی عشرہ مبشرہ سے ہے اور جناب عائشہ محبوبہ رسول ہیں چار یاری مذہب تیرے انصاف کے بھی بلے بلے ۔ جو محبوبہ رسول سے حضور کی موت کے بعد شادی کی تمنا کرے اس کو جنت کی بشارت ۔

وامصیبتا علی الاسلام!

یہ نیّت کا کھوٹا صحابی جس نے تمام ازواج کو چھوڑ کر صرف حبیبہ ءِ رسول جناب عائشہ کو منتخب کیا ہوا تھا اس کو تو اہل سنت نے عشرہ مبشرہ میں داخل کر دیا حالانکہ اس کی مذکورہ بات سے نبی کو اذیّت پہنچی ہے اور آل رسول سے یہ بے انصافی اور بدگمانی کہ ان کو میراث نبی سے اس لئے محروم رکھا گیا ہے تا کہ وہ حضور کی موت کی تمنا نہ کریں ۔

یزید بن معاویہ خارجی اور ناصبیوں کا چھٹا امام اپنی ماں زوجہ ءِ نبی عائشہ بنتِ ابی بکر سے نکاح کی خاطر پر تول رہا ہے ۔

ثبوت ملاحظہ ہو :

اہل سنت کی معتبر کتاب "مدارج النبوۃ" باب پنجم وصل در خصائص نبی ص ۱۲۶ /۱ مطبوعہ نولکشور :

در روضۂ الاحباب گفته است که گویند طلحه بن عبید الله گفت چون پیغمبر از دنیا برود من عائشه را بخواهم پس نازل شد این آیۂ ودر بعضی کتب گفته اند که یزید شقی طمع کرد در عائشه صدیقه پس خواندند بروی این آیت وممنوع شد ازان-

ترجمہ (ملخص): طلحہ بن عبیداللہ نے یہ خواہش کی تھی کہ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد میں بی بی عائشہ سے شادی کروں گا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ ازواج نبی تمہاری مائیں ہیں اور بعض کتابوں میں ہے کہ یزید بدبخت نے یہ بدخواہش کی تھی کہ وہ عائشہ سے شادی کرے پس اس کو مذکورہ آیت ازواجہ امہاتھم سنائی گئی تو وہ پھر اس ناپاک ارادے سے باز آیا۔

نوٹ :

ملوانو! آپ کا امام غزالی، ابن قیم، ابن تیمیہ، ابن کثیر، ابن عربی، ابن حزم یہ سب تمہارے مذہب کے چوٹی کے عالم شمار ہوتے ہیں اور یزید پلید علیہ اللعن والعذاب کے بلا اجرت وکیل ہیں اور اس قدر بے غیرت تھے کہ جس زندیق و بے شرم نے اپنی ماں سے نکاح کا ارادہ کیا تھا اس کو اہل اسلام کا چھٹا امام اور خلیفہ ثابت کرتے ہیں۔ خارجی اور ناصبیوں کو ایسا بے شرم امام اور خلیفہ مبارک ہو۔ ہم تو ایسے پلید پر لعنت کرتے ہیں۔

عذر نمبر ۱۳:

نبی کو بے وارث اس لئے رکھا گیا تا کہ لوگ اس سے نفرت نہ کریں اور یہ بدگمانی نہ کریں کہ دنیا میں رغبت رکھتا تھا لہٰذا ہمارے جیسا ہے۔ (منقول از "روضۃ الاحباب" ص ۲۰۴)

جواب: یہ عذر بھی بالکل بوگس ہے

۱: کیونکہ اگر لوگوں کی بدگمانی کے ڈر سے مخصوص احکام میں نبی کو جکڑنا مقصود تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عورتیں بھی حرام ہوتیں تا کہ لوگ یہ بدگمانی نہ کریں کہ حضور زیادہ تر عورتوں میں رغبت رکھتے تھے۔ ہمارے لئے چار کی اجازت اور اپنے لئے اٹھارہ تک بلکہ اس حکمت کے پیش نظر معاذ اللہ نبی کو جتی ستی لنگوٹ بند فقیر ہونا چاہیے تھا۔

۲: اگر نبی کو بے وارث رکھ کر لوگوں کی نفرت سے بچایا گیا ہے تو جناب ابو بکر، عمر اور عثمان کو بھی بے وارث رکھا جاتا تا کہ مولانا رومی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملتا۔

چوں صحابہ حب دنیا داشتند

۳: اگر طلبِ دنیا باعثِ نفرت ہوتا تو جناب یوسف کافر بادشاہ سے وزارت مال طلب نہ کرتے اور سلیمان نبی بھی خدا سے دنیا کی بادشاہت طلب نہ فرماتے۔ عذر مذکور کی صحت پر قرآن وسنت سے کوئی دلیل موجود نہیں۔

عذر نمبر ۱۴:

نبی کریم ﷺ کو اس لئے بے وارث رکھا گیا تا کہ لوگ فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں اور مال دنیا جمع نہ کریں۔
اس خیال سے کہ جب نبی نے ورثہ کے لیے مال جمع کیا ہے تو ہمارے لئے مال دنیا زہر تو نہیں۔
منقول از "روضۃ الاحباب" ص ۴۰۷:
عذر مذکور میں سوچ بالکل غلط ہے۔

جواب: حدودِ شریعہ میں رہ کر جائز طریقے سے اپنے یا ورثاء کے لئے مال دنیا جمع کرنے کی مذمت پر قرآن وسنت سے کوئی دلیل موجود نہیں۔

۲: اس سوچ سے یقیناً روح اصحاب برزخ میں شرمارہی ہوگی۔ عذر مذکور نے سیرتِ اصحاب کا جنازہ نکال دیا ہے کیونکہ اگر نبی کریم ﷺ کو اس لئے بے وارث رکھا گیا ہے تا کہ لوگ فتنہ میں مبتلا نہ ہوں تو اس حکمت کے پیش نظر اصحاب کو تارک الدنیا زاہد ہونا چاہیے تھا لیکن اصحاب کی دنیا سے نفرت کا تھوڑا سا حال ملاحظہ ہو:

جناب ابو بکر کے داماد طلحہ صحابی نے تین سو اونٹ کا بھار وُرثا کے لئے سونا چھوڑا تھا

ثبوت ملاحظہ ہو:
اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ الخمیس" ذکر من توفی فی خلافۃ علی ص ۲۸۹ ج ۲:
قال ابن الجوزی خلف طلحہ ثلثمائۃ حمل ذھبا فتزوج ام کلثوم بنت ابی بکر۔
ترجمہ: ابن الجوزی کہتا ہے۔ طلحہ نے اپنے بعد تین سو اونٹ کا بھار سونا چھوڑا اور یہ ام کلثوم بنت ابی بکر کا شوہر تھا۔

ابو بکر کے داماد طلحہ کی روزانہ آمدنی

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "مروج الذہب" ذکر ثروت طلحہ ص ۳۴۲ ج ۲:

وکان غلمہ من العراق کل یوم الف دینار۔

ترجمہ: طلحہ کے عراقی غلہ کی آمدنی ہر روز کی ایک ہزار دینار تھی۔

ابو بکر کے داماد زبیر کی دولت

اہل سنت کی معتبر کتاب "مروج الذہب" ذکر ثروت الزبیر ص ۳۴۲ ج ۲:

وبلغ مال الزبیر بعد وفاتہ خمسین الف دینار وخلف زبیر الف فرس، و الف عبد وامۃ وخططاً۔

ترجمہ: زبیر کی دولت اس کی وفات کے بعد پچاس ہزار دینار تھی اور زبیر ورثا کے لئے ایک ہزار گھوڑا، ایک ہزار غلام، ایک ہزار کنیز چھوڑ گئے تھے۔ یہ چیزیں زمین اور مکانات کے علاوہ ہیں۔

صحابی عبدالرحمٰن بن عوف کی دولت

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "المعارف لابن قتیبہ" ذکر اخبار عبدالرحمٰن ص ۱۰۴:

قال ابو الیقضان توفی فی خلافۃ عثمان وقسم میراثہ علی ستۃ عشر سھما فبلغ نصیب کل امراۃ لہ ثمانین الف درھم۔

ترجمہ: ابو یقضان کہتا ہے عبدالرحمٰن نے عثمان کے زمانہ خلافت میں وفات پائی اور اس کی میراث سولہ حصوں میں تقسیم ہوئی اور اس کی ہر بیوی کا حصہ اسی ہزار درہم تھا۔

عبدالرحمٰن صحابی کو کثرت مال سے ہلاکت کا ڈر تھا

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "الاستیعاب فی معرفۃالاصحاب" ذکر عبدالرحمٰن بن عوف ص ۳۹۰ ج ۲:

فقال یا اُمہ قد خشیت ان یھلکنی کثرۃ مالی انا اکثر قریش کلھم مالا۔

ترجمہ : (ام سلمہ فرماتی ہیں کہ عبدالرحمان ابن عوف میرے پاس آیا) اور کہا کہ اے اماں! مجھے ڈر ہے کہ میری کثرت مال مجھے ہلاک نہ کرے۔ میں قریش میں سے سب سے بڑا سرمایہ دار ہوں۔

زید ابن ثابت صحابی کی سرمایہ داری

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "مروج الذہب" ذکر عثمان ص ۳۴۲ ج ۲

وقد ذکر سعید بن المسیب ان زید بن ثابت حین مات خلف من الذھب والفضۃ ما کان یکسر بالفؤوس۔

ترجمہ : سعید ابن مسیب کہتا ہے: جب زید ابن ثابت مرا تو اتنا سونا اور چاندی چھوڑ گیا کہ جس کو ورثا نے ہتھوڑوں سے توڑ کر بانٹا۔

حضرت عثمان کی سرمایہ داری

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "مروج الذہب" ذکر عثمان ص ۳۴۱ ج ۲:

ان عثمان یوم قتل کان لہ عند خازنہ من المال خمسون وماتہ الف دینار والف الف درھم۔

ترجمہ : جب حضرت عثمان قتل ہوئے تو ان کے خزانچی (کیشیئر) کے پاس ایک لاکھ پچاس ہزار دینار اور دس لاکھ درہم نقد تھے اور باقی جاگیریں اس کے علاوہ تھیں۔

حضرت عُمر کی سرمایہ داری

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح ابن ابی الحدید" ص ۲۳۴ ج ۳ خطبہ للہ بلاد فلاں:
ان عمر کان لہ نخل بالحجاز غلتہ سنۃ کان اربعون الفاً۔
ترجمہ: جناب عمر کا حجاز میں ایک نخلستان (کھجوروں کا باغ) تھا جس کی سالانہ آمدنی چالیس ہزار دینار تھی۔

نوٹ:

دینار بیس درہم کا ہوتا ہے۔ اور بیت المال سے پانچ ہزار درہم ماہوار تنخواہ بھی لیتے تھے۔ جب فوت ہوئے تو بیت المال کا اسی ہزار درہم ان کے ذمہ تھا۔

بی بی عائشہ بھی لکھ پتی تھیں

ثبوت ملاحظہ ہو:
اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح البخاری" ص ۱۶۱ ج ۳ کتاب الہبہ باب ہبۃ الواحد للجماعۃ:
وقالت اسماء للقسم بن محمد وابن ابی عتیق ورثت عن عائشۃ بالغابۃ وقد أعطانی بہ معاویۃ مائۃ الف فھو لکما۔
ترجمہ: اسماء نے قاسم اور ابن ابی عتیق سے کہا کہ ایک جاگیر مقام غابہ میں مجھ کو بہن عائشہ کے ترکہ سے وراثت میں ملی ہے اور معاویہ مجھ کو اس کے عوض ایک لاکھ دیتا تھا اور وہ جاگیر تمہارے لئے ہے۔

اصحاب کی دو قسمیں

مِنۡکُمۡ مَنۡ یُرِیۡدُ الدُّنۡیَا وَمِنۡکُمۡ مَنۡ یُرِیۡدُ الۡاٰخِرَۃَ۔ (پ ۴ آل عمران آیت ۱۵۲)
آیت کا مطلب یہ ہے کہ کچھ تم میں سے اصحاب دنیا ہیں اور کچھ اصحاب آخرت۔

نوٹ:

جن غریب اور مسکینوں کا ذکر ہم نے کیا ہے، ارباب انصاف خود ہی فیصلہ کرلیں کہ وہ اصحاب دنیا تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس لئے بے وارث رکھا تا کہ اصحاب مال دنیا جمع نہ کریں۔ حکمت مذکور کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔

نبی کا فرمان کہ میں اصحاب کو موت کے بعد منہ نہ لگاؤں گا

ثبوت ملاحظہ ہو :

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "الاستیعاب فی اسماء الاصحاب" ص۳۹۰ ، ج۳ ذکر عبدالرحمان بن عوف۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "کنز العمال" کتاب الفتن ص۶۷ ج۶۔

عن ام سلمة قالت قال النبی ان من اصحابی لا أراه ولا یرانی بعد أن اموات ابداً۔

ترجمہ : ام سلمہ فرماتی ہیں۔ نبی کریمﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے اصحاب میں سے کچھ ایسے ہیں جن کو میں اپنی وفات کے بعد نہیں دیکھوں گا اور وہ مجھ کو بھی کبھی نہیں دیکھیں گے۔

نوٹ :

یہ وہی اصحاب ہوں گے جنہوں نے نبی کی بیٹی پر ظلم کیا ہے اور نبی کریمﷺ کی میراث سے انکار کر کے جناب سیدہ کو ناراض کیا ہے لہٰذا ان پر خدا اور رسول ناراض ہیں اسی لئے روز قیامت بھی نبی ان کو منہ نہ لگائیں گے۔

۲۔ مذکورہ عذر کہ نبی کریمﷺ اس لئے بے وارث رکھے گئے تا کہ لوگ مال دنیا جمع نہ کریں، بالکل بوگس ہے کیونکہ اگر یہ حکمت ملحوظ ہوتی تو اصحاب نبی ضرور اس کا لحاظ کرتے لیکن جو تین سو اونٹ کا بار سونا میراث میں چھوڑ گئے وہ بھی اصحاب تھے اور جو ایک ہزار گھوڑے، ایک ہزار غلام، ایک ہزار کنیز میراث میں چھوڑ گئے وہ بھی اصحاب تھے۔ جن کی میراث سولہ حصوں پر تقسیم ہوئی اور ان کی ہر بیوی کو اسی ہزار درہم ملا، وہ بھی اصحاب تھے۔ جن کے ترکہ میں سونا ہتھوڑوں سے توڑا گیا وہ بھی اصحاب ہی تھے۔ جن کے خزانچی کے پاس ان کی موت کے بعد دس لاکھ درہم نقد تھے وہ بھی اصحاب تھے اور جو لکھ پتی تھی ام المومنین اصحاب کی ماں تھی۔

ارباب انصاف!

اگر نبی کو لاوارث اس لئے رکھا گیا تھا کہ لوگ دنیا کا مال جمع نہ کریں تو اصحاب نے کیا خوب دنیا کو جام زہر سمجھا۔ پس مذکورہ عذر ایک من گھڑت ڈھکوسلہ ہے۔ قرآن وسنت سے اس کی صحت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

عذر نمبر ۱۵: نبی اور ولی پر زکواۃ نہیں تو ان کی وراثت کہاں سے ہوئی

ثبوت ملاحظہ ہو:

"مناظرہ جھوک دایہ مناظر دوست محمد قریشی" ص ۱۳۱ ط ملتان

لیس فی مال النبی والولی زکواۃ (اصول کافی ج ۲ ص ۳۵۸)

ترجمہ: (نبی اور ولی کے مال میں زکوۃ نہیں ہے۔)

جب زکواۃ نہیں تو ورثہ کیسا

"رسالہ باغ فدک" ص ۹

کوئی واقعہ شہادت نہیں دیتا کہ رسول اللہؐ نے اپنی بائیس سالہ زندگی میں زکواۃ ادا فرمائی ہو۔

جواب:

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں

۱۔ جناب ابو بکر، عمر، عثمان، عائشہ، عبدالرحمٰن بن عوف، طلحہ، زبیر وزید بن ثابت نے بھی اگر کبھی رسول اللہؐ کے زمانے میں یا اس کے بعد زکواۃ دی ہو تو ثبوت پیش کرو اور اگر یہ بھی زکواۃ نہیں دیتے تھے تو لاکھوں بلکہ کروڑوں کی مالیت کی جاگیریں ان کی موت کے بعد ان کے ورثاء کو ان کے ترکہ سے کیسے ہاتھ آئیں؟

۲۔ ہماری بحث زمین فدک کے بارے میں ہے اور زمین پر زکواۃ نہیں ورنہ ہر مالک چند سال کے بعد اپنی زمین سے ہاتھ دھو بیٹھے اور ساری زمین زکاتیے ملوانے لے جائیں۔

اگر قریشی کو اولیاء اللہ کے زکواۃ دینے سے انکار ہے تو آیئے قرآن پر فیصلہ کریں

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ۔ (پ۶ المائدہ، آیت ۵۵)

ترجمہ: آپ کے ولی اللہ اور اس کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکواۃ دیتے ہیں۔

نوٹ :
اس آیت کا مصداق امام الاولیاء حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

امام الاولیاء احضرت علی کے زکواۃ دینے کا ثبوت

ثبوت ملاحظہ کریں :

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب " تفسیر الدر المنثور " ج ۲ ص ۲۹۳ ط مصر۔
۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب " تفسیر غرائب القرآن " پ ۲ المائدہ ص ۱۱۶۔
۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب " تفسیر کبیر " ص ۴۱۹ ط مصر۔
۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب " تفسیر خازن " ج ۲ ص ۵۵ ط مصر۔
۵۔ اہل سنت کی معتبر کتاب " تفسیر معالم التنزیل بر حاشیہ خازن " ج ۲ ص ۵۵۔
۶۔ اہل سنت کی معتبر کتاب " فتح القدیر " ج ۲ ص ۵۰ ط مصر۔
۷۔ اہل سنت کی معتبر کتاب " تفسیر المظہری " ج ۳ ص ۱۴۰ المائدہ ط مصر۔
۸۔ اہل سنت کی معتبر کتاب " تفسیر روح المعانی " ج ۶ ص ۱۶۷ المائدہ ط مصر۔
۹۔ اہل سنت کی معتبر کتاب " تفسیر کشاف " ج ۲ ص ۳۴۲ ط مصر۔
۱۰۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "نور الابصار" مؤلف شلبجی ص ۷۷ فصل مناقب علی بن ابی طالب۔
۱۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تذکرہ خواص الامہ " ص ۱۱۰ الباب الثانی ذکر فضائل علی۔
۱۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب " ریاض النضرہ " ج ۳ ص ۳۶۵ فضائل علی ابن ابی طالب۔
۱۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب " کنز العمال " ج ۶ ص ۳۹۱ کتاب الفضائل من قسم الافعال۔
۱۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "الفصول المہمہ "ص باب مناقب علی۔
۱۵۔ اہل سنت کی معتبر کتاب " تفسیر المنار " ج ۶ ص ۲۴۲ المائدہ۔
۱۶۔ اہل سنت کی معتبر کتاب " لباب النقول " مؤلف سیوطی ص ۹۰ المائدہ۔
۱۷۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "اسباب النزول " ص ۱۴۸ المائدہ ط مصر۔

نوٹ :

اختصار کے مد نظر تمام کتب کی عبارت پیش کرنا مشکل ہے لہٰذا صرف "تفسیر غرائب القرآن" کی عبارت ملاحظہ ہو:

روی عن ابی ذر انہ قال: صلیت مع رسول اللہ (ص) یوماً صلاۃ الظھر فسال سائل فی المسجد فلم یعطہ احد فرفع السائل یدہ الی السماء وقال اللھم اشھد انی سالت فی مسجد الرسول فما اعطانی احد شیئاً وعلی علیہ السلام کان راکعاً فاؤما الیہ بخنصرہ الیمنیٰ وکان فیھا خاتم فاقبل السائل حتیٰ اخذ الخاتم فرآہ النبی (ص) فقال اللھم ان اخی موسیٰ سالک فقال رب اشرح لی صدری الی قولہ واشرکہ فی امری فانزلت قرآنا ناطقا سنشد عضدک باخیک ونجعل لکما سلطانا اللھم وانا محمد نبیک وصفیک فاشرح لی صدری ویسرلی امر واجعل لی وزیرا من اھلی علیا اشدد بہ أزری فقال ابوذر فواللہ ما اتم رسول اللہ (ص) ھذہ الکلمۃ حتیٰ نزل جبریل فقال یا محمد اقرا: انما ولیکم اللہ الایۃ۔

ترجمہ : ابی ذر فرماتے ہیں کہ ایک دن نماز ظہر میں نے رسول اللہؐ کے ساتھ پڑھی پس ایک سائل نے مسجد میں سوال کیا اور اسے کسی نے کچھ نہ دیا۔ سائل نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیا اور اللہ کے حضور عرض کی: اے خدایا! تو گواہ رہے میں نے مسجد رسول میں سوال کیا ہے۔ مجھے کسی نے کچھ نہیں دیا اور حضرت علیؑ اس وقت رکوع میں تھے۔ پس جناب نے دائیں ہاتھ کی انگلی سے اشارہ کیا اور اس میں انگوٹھی تھی۔ پس سائل آیا اور انگوٹھی لے گیا۔ پس نبی کریم ﷺ نے دیکھا اور اللہ کے حضور میں عرض کی: اے خدایا! میرے بھائی موسیٰ نے تجھ سے سوال کیا تھا کہ خدایا میرا سینہ کھول دے۔ میرے امر کو آسان کر (اور میرا وزیر بنا میرے اہل سے میرے بھائی ہارون کو اور اس سے میری کمر کو مضبوط کر اور میرے کار تبلیغ میں اسے شریک کر)۔ پس تو نے ان کی دعا کی قبولیت کی گواہی قرآن میں دی کہ "ہم

تیرے بازو کو تیرے بھائی سے مضبوط کریں گے۔" اے خدایا! میں محمد تیرا نبی ہوں۔ میری یہ دعا ہے کہ میرے سینے کو کھول دے۔ میرے امر کو آسان کر اور میرے لیے بنا میرے اہل سے وزیر علی بن ابی طالب کو اور اس کے ساتھ میری کمر مضبوط کر۔ ابوذر فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! رسول کے یہ کلمے دعا کے تمام نہیں ہوئے تھے کہ جبریل نازل ہوئے اور عرض کی: یا محمد! انما ولیکم اللہ ورسولہ الخ

نوٹ :

خدا نے تو ولی اللہ کے زکواۃ دینے کی گواہی دی ہے اور یہ ملوانے نبی کے زکواۃ دینے سے بھی منکر ہیں۔ سبحان اللہ! رسول اللہؐ اور اہل بیت زکواۃ دیتے تھے۔ صرف سمجھنے کا پھیر ہے۔ وجوب زکوٰۃ کی کچھ شرطیں ہیں اور خاندان رسالت ان شرطوں کا انتظار نہیں کرتا تھا اور وجوب آنے سے پہلے زکواۃ دے دیتے تھے اور یہ شرعاً جائز ہے بلکہ اولیٰ ہے کیونکہ جب خاندان رسالت کے پاس کوئی مال آتا تھا تو محتاجوں میں بانٹ دیتے تھے لہٰذا یہ بحث کرنا کہ کون سا مال زکواۃ کی نیت سے دیا اور کون سا عطیہ کی نیت سے، بالکل بے معنی ہے۔

اہل بیت النبوۃ کی سخاوت پر قرآن کی گواہی

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا۔ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا۔ (پ۲۹ سورہ دہر، آیت ۹تا۱۰)

ترجمہ : اور دیتے ہیں طعام بوجود اپنی ضرورت کے اور احتیاج کے مسکین یتیم اور اسیر کو۔ ہم آپ کو کھلاتے ہیں صرف اللہ کی خاطر اور نہیں چاہتے ہم تم سے کوئی بدلہ یا شکر۔

اس آیت کا مصداق خاندان رسالت ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تذکرہ خواص الُامّۃ" ذکر ایثار ھم بالطعام باب ۱۱ص ۱۷۸۔
۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "نور الابصار" ص ۱۱۴ ذکر نزول ھل اتی۔
"نور الابصار" کی عبارت ملاحظہ ہو:
هبط جبريل عليه السلام وقال يا محمد خذ ضيافة اهل بيتك قال وما أخذ يا جبريل قال ﴿ويطعمون الطعام على حبه الى قوله وكان سعيكم مشكورا﴾۔
نوٹ :
اختصار کی خاطر پورا شان نزول ہم نہیں تحریر کر سکتے۔ اہل بیت رسالت نے ایک اہم سخاوت کی جس کے بعد جبریل نازل ہوئے۔ عرض کی: اے محمد! اپنے اہل بیت کی ضیافت کی جزا لے اور وہ یہ سورۃ ھل أتی ہے۔

عذر نمبر ۱۶: رشید احمد گنگوہی اور قطب شاہ کی گستاخی

ثبوت ملاحظہ ہو:
اہل سنت کی معتبر کتاب "ہدایۃ الشیعہ" ص ۴۶ ذکر فدک:
(سیدہ فاطمہ الزہراؑ کو مذکورہ حدیث کا علم نہ ہونا عیب نہیں) سو جب حضرت علیؑ عالم ما کان وما یکون کو بعض مسئلے معلوم نہ تھے تو حضرت فاطمۃ الزہرا کو بھی معلوم نہ ہو تو کیا حرج ہے اور نہج البلاغہ میں کہ حضرت امیرؑ فرمایا کرتے تھے لا تكفوا عن مقالة بحق او مشورة بعدل فانی لست فی نفسی بفوق ان اخطئ ولا امن ذلک من فعلی۔ سو جب خود حضرت علیؑ خطا سے مامون نہیں۔ حضرت فاطمۃ الزہراؑ سے بھی اگر خطا (طلب فدک میں) ہو گئی تو کیا تعجب ہے۔

جواب:
۱۔ ہزار افسوس ہے ان ملوانوں کی دیانت اور مجرمانہ خیانت پر۔ مولا علی کے کلام میں ان دونوں کذابوں نے جو قطع بُرید کی ہے اس کی وجہ سے بے اختیار لعنة الله على الكاذبين کی تلاوت کرنی پڑتی ہے اور یہ ڈفلی دہلوی کذاب نے "تحفہ اثنا عشریہ" میں فصل ہشتم میں بجائی ہے اور باقی لکیر کے فقیر اس کے پیچھے ہیں۔

۲۔ ہم قارئین کے سامنے پورا کلام پیش کرتے ہیں اور جس جگہ سے انہوں نے کلام کو کاٹ کر اپنی بد دیانتی کا ثبوت دیا ہے آپ کو متوجہ کر کے دعوت انصاف دیتے ہیں
ثبوت ملاحظہ ہو:

۳۔ "نہج البلاغہ" ج۲ ص۲۰۱ ط بیروت من خطبہ لہ علیہ السلام (خطبہ ۲۱۶)

فلا تکلّمونی بما تکلم بہ الجبابرة، ولا تتحفظوا منی بما یتحفظ بہ عند اهل البادرة، ولا تخالطونی بالمصانعة، ولا تظنوا بی استثقالاً فی حق قیل لی ولا التماس اعظام لنفسی فانہ من استثقل الحق ان یقال لہ او العدل ان یعرض علیہ کان العمل بھما اثقل علیہ۔ فلا تکفوا عن مقالة بحق او مشورة بعدل فانی لست فی نفسی بفوق ان اخطی ولا آمن ذلک من فعلی الا ان یکفی اللّٰہ من نفسی ما ھو املک بہ منی۔

ترجمہ: (جناب امیرؑ علیہ السلام نے میدان صفین میں خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں حاکم اور رعایا کے حقوق بیان کئے۔ ایک شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے خوشامد کے انداز میں جناب کی بڑھا چڑھا کر تعریف کی تو اس پر حضور نے ارشاد فرمایا) تم مجھ سے اس طرح کلام نہ کرو (جس طرح خوشامد کے انداز میں سرکش حکّام سے بات کی جاتی ہے) اور تم مجھ سے اپنے نفس کی حفاظت اس طرح نہ کرو جیسے غصے میں آنے والے بادشاہوں سے حفاظت کیا کرتے ہیں اور چاپلوسی سے میرے ساتھ میل جول نہ رکھو۔ میرے متعلق یہ گمان نہ کرو کہ میرے سامنے اگر حق بات کہی جائے گی تو مجھے ناگوار گزرے گی۔ مجھے اپنے نفس کی بزرگی کی آرزو نہیں۔ جو شخص اپنے سامنے حق بات کے کہہ جانے اور عدل کے پیش کئے جانے کو بھی ناگوار سمجھتا ہے تو اس کے لئے حق وانصاف پر عمل کرنا بھی زیادہ ناگوار ہو گا۔ تم حق بات سنانے اور کہنے میں اور منصفانہ مشورہ دینے میں نہ رکو۔ میں فی نفسی تو خطا سے بالا نہیں ہوں اور نہ میں بذات خود ایسا ہوں کہ میرا فعل خطا سے مبرّا ہو مگر جبکہ اللہ تعالیٰ کفایت کرے اور باز رکھے اس چیز کو جس کا وہ مجھ سے بڑھ کر مالک ہے۔

نوٹ :

فلا تکفوا عن مقالۃ بحق۔

ترجمہ : حق بات کہنے سے نہ رکو۔

ارباب انصاف !

حق بات کی خبر دینا اور چیز ہے اور کسی کو غلطی سے بچانے کے لئے حق بات سمجھانا اور بات ہے۔

مولا علی علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ اگر میری رعایا سے کسی نے ناانصافی کی ہو یا کسی عامل نے زیادتی کی ہو اور آپ کے علم میں ہو تو آپ بے خوف اور خطر اس کو میرے سامنے بیان کرو کیونکہ جس طرح سرکش بادشاہ اپنے وزراء کے خلاف کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور شکایت کرنے والے کو برا سمجھتے ہیں۔ میں ایسا نہیں ہوں گویا مولا علی نے اس کلام کے ذریعے اپنی رعایا کو اپنے ماتحت حکام کے خلاف بات چیت کرنے کی پوری پوری آزادی دی ہے۔

أو مشورۃٍ بعدلٍ

ترجمہ : منصفانہ مشورہ پیش کرنے سے نہ رکو

جواب :

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ۔ (پ ۴ سورہ آل عمران، آیت ۱۵۹)

ترجمہ : اللہ کی رحمت سے تم سا نرم دل سرداران کو ملا۔ اگر تم بدمزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ تمہارے گرد سے تتر بتر ہوگئے ہوتے۔ ان سے در گزر کرو۔ ان کے لئے مغفرت طلب کرو اور کام کاج میں اس سے مشورہ بھی لیا کرو۔ اور جب آپ کسی کام کا پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ رکھیں۔

طلب مشورہ میں حکمت کیا ہے؟

اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر کبیر" ص ۸۲ ج ۳:

وشاورھم فی الامر لا لتستفید منھم رأیا وعلماً لکن لکی تعلم مقادیر عقولھم وافھامھم ومقادیر حبھم لک واخلاصھم فی طاعتک فحینئذ یتمیز عندک الفاضل من المفضول فبین لھم علی قدر منازلھم۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کو طلب مشورہ کا حکم اس لئے نہیں ہوا تاکہ وہ امت سے کسی رائے یا علم کا فیض حاصل کریں بلکہ اس لئے حکم ہوا تاکہ لوگوں کی عقلوں میں فرق ظاہر ہو اور لوگوں کے خلوص اور محبت میں فرق ظاہر ہو اور فاضل اور مفضول (مومن اور منافق) میں تمیز ہو۔

نوٹ:

رعایا سے مشورہ دینے کی آزادی چھین لینا، اس میں رعایا کی دل شکنی ہے اسی لئے رسول اللہؐ کو حکم ہوا کہ کام کاج میں لوگوں سے مشورہ طلب کرلیا کرو کیونکہ اس میں ایک تو لوگوں کی دلجوئی ہے اور دوسری حکمت یہ ہے کہ عاقل اور احمق، سچے دوست اور چاپلوس مومن اور منافق میں تمیز حاصل ہوتی ہے۔

ارباب انصاف!

طلب مشورہ سے نہ پیغمبرؐ کی عصمت پر حرف آیا ہے اور نہ ہی جناب امیرؑ کی عصمت پر حرف آتا ہے۔

فانی لست فی نفسی بفوق ان اخطی ولا آمن ذلک من فعلی الا ان یکفی اللہ من نفسی ما ھو املک بہ منی۔

ترجمہ: میں فی نفسی تو خطا سے بالا نہیں ہوں اور نہ میں بذات خود ایسا ہوں کہ میرا فعل خطا سے مبرا ہو مگر اس وقت جبکہ اللہ تعالیٰ میرے نفس سے وہ چیز باز رکھے جس کا وہ مجھ سے بڑھ کر مالک ہے۔

نوٹ:

علوم عربیہ کا قانون ہے کہ جس کلام میں کوئی استثنا ہو تو کلام کا معنی اس کو ساتھ ملا کر کیا جائے ورنہ معنی غلط ہو جائے گا۔ جناب مولا علی کے کلام میں الا ان یکفی من نفسی، یہ ایک استثنا تھا اور بے شرم ملوانوں نے اسے علیحدہ کر کے عبارت پیش کی اور معنی کیا جس سے معنی غلط ہو گیا۔

اہل سنت کے ایک چوٹی کے عالم کی گواہی کہ مذکورہ کلام سے جناب امیرؑ کی عصمت پر کوئی حرف نہیں آتا

ثبوت ملاحظہ ہو :

"شرح نہج البلاغۃ" لاستاذ الامام الشیخ محمد عبدہ مفتی الدیار المصریہ ج۲ ص ۲۰۲۔۲۰۱ حاشیہ نمبر ۴ :

یقول لا آمن الخطا فی افعالی الا اذا کان یسر اللہ لنفسی فعلاً ھو اشد ملکا لہ منی فقد کفانی اللہ ذلک الفعل فاکون علی امن من الخطا فیہ۔

ترجمہ : امام نے فرمایا: میں (فی نفسی) اپنے افعال میں خطا سے محفوظ نہیں ہوں مگر جبکہ اللہ توفیق عطا فرمائے میرے نفس کو فعل میں خطا سے محفوظ ہونے کی۔ وہ نفس زیادہ ملک ہے اللہ کا مجھ سے پس اللہ نے مجھ کو فعل میں خطا سے محفوظ ہونے کی توفیق دی ہے پس میں فعل میں خطا سے امن میں ہوں۔

نوٹ :

مصر کے مفتی اعظم نے کلام مذکور کے معنی میں شاہ عبدالعزیز کو جھٹلایا ہے اور حق بھی یہی ہے کیونکہ مولا علی کی عصمت مسلم ہے اور جو جناب علی کو گناہگار کہے وہ جھوٹا ہے۔

آیئے قرآن پر فیصلہ کریں

وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ (پ۱۳ یوسف، آیت ۵۳)

ترجمہ : میں اپنے نفس کو (ترک اولیٰ سے) بری نہیں کرتا کیونکہ تحقیق نفس برابر برائی کی طرف ابھارتا ہی رہتا ہے مگر جس پر میرا پروردگار رحم فرمائے۔

نوٹ :

یہ آیت جناب یوسف کے کلام کی حکایت ہے اور اس میں الا ما رحم ربی اسی طرح استثنا ہے جیسے جناب امیرؑ کے کلام میں الا ان یکفی اللہ ہے اور جس طرح آیت میں استثنا کو علیحدہ کر دیں تو معنی غلط ہو جاتا ہے، اسی طرح جناب امیرؑ کے کلام میں بھی اگر استثنا کو علیحدہ کر دیں تو معنی غلط ہو جاتا ہے۔

امام الاولیا حضرت علیؑ کی عصمت کا روشن ثبوت

اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ بغداد" ج ۱۴ص ۳۲۱ ذکر یوسف بن محمد:

عن ام سلمة سمعت رسول اللہ (ص) قال علی مع الحق والحق مع علی ولن یفترقا حتی یردا علیَّ الحوض یوم القیامة۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ حق علی کے ساتھ ہے اور علی حق کے ساتھ ہے حتیٰ کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں گے۔

نوٹ:

حدیث مذکور کو نو عدد کتب معتبرہ اہل سنت سے بمع حوالہ جات ہم ذکر کر چکے ہیں اور یہ حدیث صاف دلالت کرتی ہے کہ حضرت علیؑ معصوم ہیں ورنہ جو کبھی خطا بھی کرتا ہو۔اس کو نبی کریم ﷺ کا یہ کہنا کہ وہ ہمیشہ حق کے ساتھ ہے درست نہیں لہٰذا جو شخص نبی کریم ﷺ کو معصوم مانتا ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ جناب امیرؑ کو بھی معصوم مانے۔

شاہ عبدالعزیز کی ہرزہ سرائی

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" ص ۱۹۸ط سہیل اکیڈمی:

هر سگی عو عو کند در کوچه خود شیر غران است

ترجمہ: ہر کتا جو بھونکتا ہے وہ اپنے کوچے میں گرجتا ہوا شیر ہے۔

نوٹ:

اس کہاوت کو دہلوی مکار نے اہل تشیع پر فٹ کیا ہے تحفہ ملاحظہ کریں۔

جواب:

یہ کہاوت خود دہلوی کذاب پر فٹ آتی ہے کیونکہ امام الاولیاء امیر المومنین علی ابن ابی طالب کو خطا کار ثابت کرنے کے لئے دہلوی کذاب جیسا جو کتا بھی بھونکا ہے وہ اگرچہ اپنی گلی میں شیر ہے لیکن

حیدر کرار کے ادنٰی غلاموں نے جب اس کی غلط تحقیق کے پر خچے اُڑا کر اسے للکارا ہے تو وہی شیر لومڑ کی طرح دم دبا کر بھاگا ہے۔

عذر نمبر ۱۷ :

ثبوت ملاحظہ ہو :

"معرکتہ الآرا مناظرہ جھوک دابہ" ص ۲۶ مناظر دوست محمد قریشی :

ولا تمدن عینیک....الخ

اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت کی نگاہ کو آپ کے دامن کو دنیا کے لالچ سے پاک کر دیا ہے اور آنجناب کے لئے ان کے مال کی طرف نگاہ تک اٹھانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ جب آپ کی یہ کیفیت ہے تو کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ سیدہ خاتون جو سید الانبیاء کی صاحبزادی جو حسنین مکرمین کی ماں ہو، حیدر کرار کی بیوی ہو، وہ طمع اور دنیاوی لالچ کے ماتحت یتیموں اور مسکینوں کے مال کو حاصل کرنے کے لئے کچہریوں میں مقدمے لڑتی پھرے۔ یہ حقیر صفتیں تو باقی لوگوں کے لئے ہیں۔ یہ گھرانہ تو خدا کی قسم! ان عیوب سے پاک ہے۔

جواب :

جناب زہراءؑ علیہا السلام کا حق چھپانے کے لئے اس ملوانے پر عیاری اور مکاری کی حد ہو گئی۔ ہم قارئین کے سامنے اس کی شاطرانہ چالوں کے پیچ ڈھیلے کرتے ہیں۔

۲۔ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيۡنَيۡكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعۡنَا بِهِۦٓ أَزۡوَٰجٗا مِّنۡهُمۡ زَهۡرَةَ ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا لِنَفۡتِنَهُمۡ فِيهِۚ وَرِزۡقُ رَبِّكَ خَيۡرٞ وَأَبۡقَىٰ۔ (س طہ آیت ۱۳۱ پ ۱۶)

ترجمہ : اور ہرگز ان چیزوں کی طرف آپ آنکھ اٹھا کر نہ دیکھئے جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لئے متمع کر رکھا ہے کہ وہ (محض) دنیوی زندگی کی رونق ہے اور رزق پروردگار تیرے کا بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے۔

مترجم۔ اشرف علی تھانوی۔ ۱۹۲۷/ط دہلی

اس آیت سے مراد کیا ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر کبیر" ج۶ص۸۴

ولقد شددالمتقون فی وجوب غض البصر عن ابنية الظلمة وعددالفسقة فی اللباس والمركوب وغير ذلک لانهم اتخذوا هذه الاشياءلعيون النظارة۔

ترجمہ: پرہیزگار لوگ اس بات پر زور دیتے تھے کہ فساق وفجار ظلمہ اور کفار کی زیادہ تعداد عالی شان محلات اعلیٰ لباس اور اعلیٰ سواریاں (اور دیگر آرائش وزیبائش) کی طرف واجب ہے کہ نہ دیکھا جائے کیونکہ وہ کفار یہ چیزیں دکھانے کے لئے اور خداپرستوں کا دل لبھانے کے لئے تیار کرتے ہیں۔

نوٹ:

دشمنان خدا کی ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر مسلمان کے گمراہ ہونے کا سخت خطرہ ہے کیونکہ ان کفار کے سرمایہ اور دولت کو دیکھنے سے وہی خیال پیدا ہوتا ہے جو موسیٰ کی قوم کے دلوں میں پیدا ہوا تھا۔

فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ۔ (قصص پ۲۰،آیت۷۹)

ترجمہ: پھر ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ وہ آرائش اور شان سے اپنی برادری کے سامنے نکلا۔ جو لوگ اس کی برادری میں دنیا کے طالب تھے گو وہ مومن ہوں کہنے لگے: کیا خوب ہوتا کہ ہم کو بھی ساز و سامان ملا ہوتا جیسا قارون کو ملا ہے۔ واقعی وہ بڑا صاحب نصیب ہے۔

نوٹ:

قریشی صاحب نے جس آیت کو پیش کیا ہے اس میں درحقیقت امت کے لئے نصیحت ہے کہ قارون صفت لوگوں کی جاگیروں کو اور ان کی دنیاوی ٹھاٹھ کو دیکھ کر بدنیت نہ ہونا کہ یہ کون سا انصاف ہے کہ کلمہ ہم پڑھیں اور ٹھاٹھ سے کافر رہیں لیکن اگر کوئی ظالم کسی مظلوم کا حق چھین لے اور

مظلوم اپنا حق مانگے تو اس طلب مال کی مذمت پر اس آیت کی دلالت نہ تو مطابقی ہے اور نہ ہی تضمنی ہے اور نہ ہی دلالت التزامی ہے۔ ابو بکر نے ظلم کرتے ہوئے خاتون جنت سے جاگیر فدک اور میراث رسول اللہؐ چھینی تھی لہٰذا بی بی نے مظلوم کی حیثیت سے اپنا حق مانگا تھا اور یہ طلب نہ طمع ہے اور نہ لالچ ورنہ اگر تمام ملوانوں کا گھر کوئی لوٹ لے اور مولوی صاحبان کسی حاکم سے فریاد کریں تو کیا ہم ان کو لالچی کہیں گے؟

۳۔ قریشی نے جس خوش گفتاری سے خاتون جنتؑ کے حق کو چھپانے کی ناکام کوشش کی ہے اس میں ایک صاف جھوٹ بولا ہے کیونکہ خاتون جنتؑ نے کسی یتیم مسکین کے مال پر دعویٰ نہیں فرمایا تھا بلکہ اپنے باپ کی عطا کردہ جاگیر فدک اور والد کی میراث کا دعویٰ فرمایا تھا۔ قریشی نے کچہری کا طعنہ دیا ہے ۔ ہم کہتے ہیں وہ ابن زیاد اور یزید کی کچہری نہیں تھی بلکہ مسجد رسول تھی اور بی بی کے گھر کا دروازہ صحن مسجد میں کھلتا تھا اور پردہ کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔

عذر نمبر ۱۸ :

ثبوت ملاحظہ :

"معرکتہ الآرا مناظرہ جھوک دایہ" ص ۲۶ مناظر دوست محمد قریشی :

دوسرا استدلال :

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ۔ (آل عمران : ۱۴)

اس آیت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مال کی محبت لوگوں کے لئے مزین دی گئی ہے۔ رہا حضور علیہ السلام کا گھرانہ، تو وہ مبرّا ہے۔

جواب نمبر ۱:

چار یاری مذہب کے مولانا! تیری تحقیق کے بلّے بلّے۔

مذکورہ غلط استدلال سے تمام مفسرین کی ارواح عالم برزخ میں لاحول ولا قوۃ پڑھ رہی ہوں گی اور قارئین بھی مولانا کی روح کے لئے ایک الٹا فاتحہ ضرور پڑھیں۔

جواب نمبر۲ :

زُيِنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَياةِ الدُّنْيا وَاللّٰهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ۔

(پ ۳ سورہ آل عمران، آیت ۱۴)

ترجمہ : زینت دی گئی ہے واسطے لوگوں کے محبت خواہشوں کی عورتوں سے اور بیٹوں سے اور خزانے اکٹھے کئے ہوئے سونے سے اور چاندی سے اور گھوڑے نشان کئے ہوئے اور چار پائے اور کھیتی سے۔ یہ فائدہ ہے زندگانی دنیا کا اور اللہ نزدیک اس کے ہے اچھی جگہ پھر جانے کی۔

ترجمہ۔ شاہ رفیع الدین

نوٹ:

۱۔ اس آیت میں حق تعالیٰ نے سات عدد ایسی چیزیں ذکر فرمائی ہیں کہ انسان ان سے محبت کرتا ہے اور یہ چیزیں دنیاوی زندگی کا زیور ہیں اور ان چیزوں سے محبت کرنے پر انبیاء کے لئے حرمت کی کوئی دلیل نہیں بلکہ انبیاء کی کثرتِ ازواج اس کے جواز کا بین ثبوت ہے اور نیز سلیمان نبی کا گھوڑوں سے محبت کرنا اور بادشاہی کے لئے دعا مانگنا جواز کا مؤید ہے اور دیگر انبیاء اللہ کا کھیتی باڑی کرنا اور مال پالنا بھی اس کا مؤید ہے۔

۲۔ مذکورہ ساتھ عدد چیزوں سے انتفاع کے تین طریقے ہیں۔

ثبوت ملاحظہ ہو :

"تفسیر کبیر" ج ۲ ص ۴۱۱ مطبوعہ مصر:

للاستمتاع بمتاع الدنيا وجوه منها ان ينفرد به من خصه الله تعالىٰ بهذه النّعم فيكون مذموما ومنها ان يترك الانتفاع به مع الحاجت اليه فيكون ايضاً مذموما ومنها ان ينتفع به على وجه يتوصل به الى مصالح الاخرة وذلک هو الممدوح۔

ترجمہ: ان چیزوں سے انتفاع کے تین طریقے ہیں:
۱۔ حق تعالیٰ نے ان نعمات سے جس کو نوازا ہے وہ انہی کے حصول کو کمال سمجھے۔ رضائے حق اور آخرت کی طرف توجہ نہ دے۔ اس شخص کے لئے اس طرح کا انتفاع مذموم ہے۔
۲۔ جس شخص کو ان سات نعمات میں سے کسی ایک سے انتفاع کی ضرورت ہو اور وہ ان سے نفع حاصل کرنا چھوڑ دے یہ بھی بری بات ہے۔
۳۔ کوئی شخص ان سات نعمات میں سے اس طرح فائدہ حاصل کرے کہ ان کو رضائے حق اور نعمات اخرویہ تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھے تو یہ اچھی بات ہے۔

نوٹ:

جناب ابو بکر نے جاگیر فدک اور میراث رسول اللہؐ کو غصب کر لیا اور دختر نبی صاحب اولاد تھی۔ اولاد کے لئے ہر شخص کو مال دنیا کی ضرورت ہے لہٰذا جناب زہراؑ باوجود فدک اور میراث رسول کی ضرورت کے اسے چھوڑ دیتی اور خلیفہ سے اپنا حق طلب نہ کرتیں تو یہ فعل بقولِ فخر الدین رازی مذموم تھا اور ہر فعل مذموم سے خاندان رسالت مبرّا ہے۔

آیئے قرآن پر فیصلہ کریں

۱۔ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ۔ (پ۸ س اعراف، آیت ۳۲)

ترجمہ: کہہ دو کس نے حرام کیے ہیں زینت کے (ساز وسامان) جو اللہ نے بندوں کے لئے پیدا کئے۔

۲۔ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ۔ (س اعراف، آیت ۳۳)

ترجمہ: کہہ دے کہ میرے رب نے تو صرف حرام کی ہیں بے حیائیاں جو ظاہر ہیں ان میں سے اور جو چھپی ہیں اور گناہ اور سرکشی ساتھ ناحق کے۔

نوٹ :

آیت نمبرا، روشن ثبوت ہے اس بات کا کہ اسباب زینت انبیاء ہوں یا غیر کسی کے لئے حرام نہیں البتہ وہ امور جن کی حرمت پر دلیل یقینی موجود ہے مثلاً ریشم کا لباس اور سونے کا زیور مردوں کے لئے حرام ہے اور ان میں بحث ہی نہیں۔

اگر قرآن کا فیصلہ نامنظور ہے تو آیئے ہم کتب اہل سنت سے آپ کی تسلی کرواتے ہیں

عائشہ محبوبہ رسول اللہؐ

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب ''مسند ابی حنیفہ ''ص ۱۸۷ کتاب الفضائل:

عن عائشۃ قالت کنت احبھن الیہ نفساً وتزوجنی بکراً۔

ترجمہ : بی بی عائشہ نے فرمایا ہے کہ میں رسول اللہؐ کو سب ازواج سے زیادہ پیاری تھی اور حضور نے جب مجھ سے شادی کی تو میں کنواری تھی۔

نبی کریم ﷺ کی حالت نماز میں عائشہ سے ہاتھ پائی

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب ''صحیح البخاری ''کتاب الصلواۃ ج ۲ ص ۶۴ ط مصر

عن عائشہ قالت کنت أمدّ رجلی فی قبلۃ النبی صلعم ویصلی فاذا سجد غمزنی فرفعتھا فاذا اقام مددتھا۔

ترجمہ : بی بی عائشہ فرماتی ہیں کہ حضورؐ جب نماز پڑھتے تھے تو میں جناب کی طرف قبلہ میں پاؤں پھیلا دیتی تھی۔ حضور جب سجدے میں آتے تو میرے پاؤں کو گداز کرتے تھے تو میں پاؤں سمیٹ لیتی تھی اور جب حضور سر اٹھاتے تھے تو میں دوبارہ پاؤں پھیلا دیتی تھی۔

نوٹ

چار یاری مذہب! تیری صحیح بخاری کے بلّے بلّے۔ نبی ﷺ نماز بھی پڑھ رہے ہیں اور بیوی سے بھی ہاتھا پائی کر رہے ہیں۔ اگر نبی عورت کی محبت سے مبرّا ہیں تو حالت نماز میں عائشہ کے ناز و نخرے حضورؐ کیوں برداشت کرتے تھے؟

حضور کریم روزہ کی حالت میں بی بی عائشہ کو چومتے تھے

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح بخاری" ج ۳ ص ۳۰ کتاب الصوم:

عن عائشه قالت ان کان رسول الله (ص) لیقبل بعض ازواجه وهو صائم ثم ضحکت۔

ترجمہ: اماں عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ روزے کی حالت میں اپنی بعض بیویوں کو چومتے تھے۔ اس خبر کے بعد عائشہ ہنس پڑی۔

نوٹ:

ہنسنے کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ حضور عائشہ ہی کو چومتے تھے۔

بی بی عائشہ سے نبی کی محبت کے انداز نرالے

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "زاد المعاد" مؤلف شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن قیم الجوزیہ ط مصر ج ا ص ۵۵ ذکر سیرت النبی مع ازواج النبی۔

نوٹ:

مذکورہ کتاب کی عبارت کو ہم ایک ایک جملہ کر کے پیش کریں گے۔

نمبرا۔ بی بی عائشہ کی گڑیاں

وکان یسرب الی عائشه بنات الانصار یلعبن معها۔

ترجمہ : رسول اللہؐ انصار کی لڑکیاں بی بی عائشہ کے پاس کھیلنے کی خاطر بھیجتے تھے۔

نوٹ:

کتاب وسنت کے ٹھیکیدار بھی محلّہ کی لڑکیاں اپنی بیویوں کے پاس جمع کیا کریں تاکہ وہ گڑیاں کھیلیں کیونکہ اس سے سنت نبوی زندہ رہے گی۔

نمبر ۲۔ بی بی عائشہ اور رسول اللہؐ کا ایک جگہ منہ

وکانت اذا شربت من الاناء اخذہ فوضع فمہ فی موضع فمھا وشرب۔

ترجمہ : بی بی عائشہ جس برتن میں جس جگہ منہ رکھ کر پانی پیتی تھی رسول اللہؐ بھی اسی جگہ منہ رکھ کر پانی پیتے تھے۔

نوٹ :

کتاب وسنت کے متوالو تم بھی ایسا کیا کرو ورنہ اس سنت رسول اللہؐ پر کون عمل کرے گا۔

نمبر ۳۔ بی بی عائشہ اور رسول اللہؐ کا ایک ہڈی چونڈنا

وکان اذا تعرقت عرق وھو العظم الذی علیہ لحم اخذہ فوضع فمہ علی موضع فمھا۔

ترجمہ : جس ہڈی کو جس جگہ بی بی عائشہ منہ رکھ کر چونڈتی تھی رسول اللہؐ اسی ہڈی کو لیکر اسی جگہ چونڈتے تھے۔

نوٹ :

سنت نبی کو زندہ رکھنے والو! آپ بھی ایسا کیا کریں کہ جس ہڈی کو آپ کی زوجہ مبارکہ چونڈے آپ بھی وہیں منہ رکھ کر لطف اندوز ہوں بلکہ اس ہڈی کو پیس لیں اور نسوار بنا کر منہ میں رکھیں اس سے آپ کا ہاضمہ درست رہے گا۔

نمبر ۴۔ عائشہ کی گود میں تلاوت قرآن

ویقرأ القرآن وراسہ فی حجرھا۔

ترجمہ : بی بی عائشہ کی گود میں سر رکھ کر نبی کریم ﷺ قرآن کی تلاوت فرماتے تھے۔

نوٹ :

علماء کرام ! آپ بھی ایسا کیا کریں۔ مسجد میں تلاوت قرآن کا کیا لطف بلکہ جماعت سے فارغ ہو کر گھر جائیں اور منّے کی امّاں کو جگائیں اس کی رانوں کو رحل بنائیں اور ان کے درمیان دو فٹ داڑھی والا سر رکھیں اور ﴿زین للناس حب الشہوات من النساء﴾ کی عربی لہجہ میں تلاوت شروع کر دیں۔

نمبر ۵۔ بی بی عائشہ نے دھوتی بدلی اور نبیؐ سے مباشرت کی

وربما کانت حائضا وکان یامرها وهی حائض فتتزر ثم یباشرها۔

ترجمہ : بی بی صاحبہ اپنی مخصوص تاریخوں میں ہوتی تھی اور بحکم نبی دھوتی تبدیل کر کے نبی سے مباشرت کرتی تھی۔

نوٹ :

چار یاری مذہب بلے بلے ۔ کیا شان رسول بیان کی ! جس کی کئی بیویاں ہوں وہ صاف ستھری ازواج کو چھوڑ کر حیض والی سے مباشرت کرتا ہے۔ احیائے سنت کے ٹھیکیدارو تم بھی ایسا کیا کرو۔

نمبر ۶۔ بی بی عائشہ سے روزہ کی حالت میں بوس و کنار

وکان یقبلها وهو صائم۔

ترجمہ : نبی کریم ﷺ روزہ کی حالت میں بی بی عائشہ کو چومتے تھے۔

نوٹ :

علماء کرام ! تم بھی ایسا کیا کرو۔ کیونکہ روزے کی حالت میں بیوی کو چومنے سے سنت نبوی بھی زندہ ہو گی اور بھوک پیاس بھی نہ لگے گی اور لب بھی خشک نہیں ہونگے۔

نمبر ۷۔ بی بی عائشہ کو لعب کی اجازت

وکان من لطفه وحسن خلقه مع اهله انه یمکنها من اللعب۔

ترجمہ : نبی کا یہ حسنِ خلق تھا اپنے اہل سے کہ ان کو لعب کی بھی اجازت دیتے تھے۔

نوٹ :

ہم اس عبارت کی تشریح سے معذرت چاہتے ہیں۔

نمبر ۸۔ بی بی عائشہ کو رسول اللہؐ حبشہ کا کھیل دکھاتے تھے

ویریھا الحبشۃ وھم یلعبون فی مسجدہ وھی متکئۃ علی منکبیہ تنظر۔

ترجمہ : بی بی عائشہ کو رسول اللہؐ حبشہ کا کھیل دکھاتے تھے۔ کھیل مسجد میں ہوتا تھا اور عائشہ نبی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑی ہوتی تھی۔

نوٹ :

علماء کرام تم بھی ایسا کیا کرو۔ بیگمات کو محمد علی کلے کا دنگل دکھائیں کیونکہ احیا سنت نبوی بھی ہو گا اور بیگم صاحبہ بھی دلیر ہوں گی اور پھر ہاتھا پائی میں لطف آئے گا۔

نمبر ۹۔ بی بی عائشہ اور رسول اللہؐ کا دوڑ میں مقابلہ

وسابقھا فی السفر علی الاقدام مرتین۔

ترجمہ : بی بی عائشہ نے سفر میں رسول اللہؐ سے دو مرتبہ دوڑنے میں مقابلہ کیا۔

نوٹ :

مشکوۃ باب عشرۃ النساء میں ہے کہ پہلا مقابلہ اماں جی جیت گئیں اور دوسرے میں چونکہ کچھ موٹی ہو گئی تھیں اس لئے ہار گئیں۔ علماء اکرام آپ ایسا کیا کرو۔ بیگمات کے ساتھ دوڑ میں مقابلہ کرنے سے ایک تو احیاء سنت نبوی ہو گا اور دوسرا تمہاری توندیں یعنی پیٹ کچھ ہلکے ہوں گے۔

نمبر ۱۰۔ بی بی عائشہ کا مقابلہ نبی سے کہ دروازے سے پہلے کون نکلتا ہے

وتدافعا فی خروجھا من المنزل مرۃ۔

ترجمہ : بی بی عائشہ کا رسول اللہؐ سے یوں بھی مقابلہ ہوا کہ گھر کے دروازہ سے پہلے کون نکلتا ہے۔

نوٹ :

علماء کرام اس سنّت پر آپ بھی عمل فرمائیں لیکن خیال رکھنا کہ اگر زوجین دروازے میں پھنس گئے تو پھر کیا ہوگا۔

"تلک عشرۃ کاملۃ"

ارباب انصاف !

ہم نے دس عدد فضائل بی بی عائشہ کے تحریر کیے ہیں۔ اور آپ ان فضائل کی روشنی میں غور فرمائیں کہ نبی کریم ﷺ کے بی بی عائشہ سے محبت کے کیا انداز تھے۔ اس قسم کی محبت کے مظاہرے بیوی سے کرنے والے کو اگر عورت کی محبت سے مبرا سمجھا جائے تو پھر بیچاری عورتوں کی قسمت۔ ان کا قدر دان عالم میں کوئی بھی نہیں۔

نتیجہ بحث

۱۔ ﴿زین للناس حب الشھوات عن النساء﴾ حق تعالٰی فرماتا ہے کہ چند مرغوب چیزوں کی محبت لوگوں کے لئے زینت دی گئی ہے اور ان میں عورت سر فہرست ہے اور مولوی دوست محمد قریشی نے کہا ہے کہ ان مرغوب چیزوں سے محبت عام لوگوں کا کام ہے اور نبی کریم ﷺ ان کی محبت سے مبرّا ہیں۔

ارباب انصاف ! جو حوالہ جات ہم نے ذکر کئے ہیں اور بقول اہل سنت نبی کریم ﷺ سے بی بی عائشہ کی محبت کے مظاہرے بیان کئے ہیں اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آنجناب کو جناب عائشہ سے والہانہ محبت تھی۔

۲۔ حق یہ ہے کہ ان مذکورہ سات عدد اشیاء سے اگر محبت کی جائے اور وہ محبت گناہ میں مبتلا نہ کرے تو شرعاً ایسی محبت قابل مذمت نہیں اس لئے کہ انبیاء کی عورتیں اور اولاد بھی تھی اور وہ ان سے محبت بھی کرتے تھے۔ مال غنیمت سے ان کے لئے سونے چاندی کے حصّے بھی تھے۔ مال مویشی اور گھوڑے بھی رکھتے تھے اور کھیتی باڑی بھی ہوتی تھی۔

۳۔ مسئلہ یہ تھا کہ ابو بکر نے نبی ﷺ کی بیٹی سے جاگیر فدک چھین لی اور میراث نبی ﷺ پر قبضہ کر لیا اور انبیاء کے لاوارث ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ آیت زین للناس کی ابو بکر کے دعویٰ کی صحت پر نہ تو دلالت مطابقی ہے اور نہ دلالت تضمنی ہے اور نہ ہی دلالت التزامی ہے۔

لہٰذا خلیفہ کا یہ دعویٰ کہ نبی لاوارث ہیں، صحیح نہیں ہے اور قریشی صاحب کی بے ڈھنگی چال نے ہمیں مجبور کیا ہے اور ہم نے مائی صاحبہ کے وہ فضائل بیان کر دیے جن کا سننا اہل سنت کے لئے ناگوار ہے۔

اعتراض:

اہل تشیع رسول اللہؐ کی ازواج کی توہین کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی بیویاں امت کی مائیں ہیں اور جو اپنی ماں کی ہتک کرے وہ کون ہوتا ہے؟

جواب:

معاویہ اینڈ سنز لمٹیڈ کے جنرل منیجر عکرمہ صحابی نے نبی کی زوجہ (اپنی ماں) سے نکاح کیا تھا۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ازالۃ الخفاء" مقصد دوم ج ۳ ص ۱۳۹ ط کراچی۔
۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ" ج ۷ ص ۲۴۰ ذکر قتیلہ بنت قیس۔
۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "الاستیعاب" ج ۴ ص ذکر قتیلہ بنت قیس۔
۴۔ "تفسیر ابن کثیر" ج ۳ ص ۵۰۶۔

"ازالۃ الخفاء" کی عبارت:

قتیلہ بنت قیس تزوجھا رسول اللہ (ص) ومات عنھا قبل ان یدخل بھا فتزوجھا عکرمۃ بن ابی جھل بحضر موت فبلغ ابا بکر فقال لقد سمعت ان احرق علیھما بیتیھما۔

ترجمہ: قتیلہ بنت قیس سے رسول اللہؐ نے نکاح کیا تھا اور اس سے ہمبستری سے پہلے رسول اللہؐ وفات پاگئے۔ پھر اسی قتیلہ سے شہر حضر موت میں عکرمہ صحابی نے نکاح کر لیا۔ جب ابو بکر کو اس نکاح کی خبر ہوئی (چونکہ صحابہ کی بدنامی تھی) کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ ان دونوں کو ان کے گھر میں آگ لگا دوں۔

نوٹ :

چار یاری مذہب بلّے بلّے۔ اگر بیچارے اہل تشیع کسی ایسی بات کو جو نبی کریم ﷺ کی بیویوں کے متعلق ہے اور جو تمہاری کتب معتبرہ میں موجود ہے عوام کے سامنے پیش کر دیں تو آپ کے فتوں کی توپ کا دہانہ کھل جاتا ہے اور جو جی میں آتا ہے کہہ ڈالتے ہو۔ خدارا کچھ تو انصاف کرو۔ زبانی صحیح باتیں کرنے والا زیادہ مجرم ہے یا جس نے ماں سے نکاح کیا ہو وہ زیادہ مجرم ہے ؟ اس عکرمہ کے بارے میں اسد الغابہ ج ۴ ص ۷۰ میں لکھا ہے کہ وکان من صالحی المسلمین کہ یہ صحابی عکرمہ نیک مسلمانوں میں سے تھا۔

کیا بات ہے ! طلحہ صحابی نے بی بی عائشہ سے نکاح کی آرزو کی تو اس کو آپ نے عشرہ مبشرہ میں داخل کر کے جنت کا ٹکٹ دے دیا۔

یزید لع پلید نے جو صحابی زادہ ہے، بی بی عائشہ سے نکاح کی آرزو کی تو اس کو خارجی اور ناصبی ملوانوں نے اہل اسلام کا چھٹا خلیفہ بنا دیا۔ اور عکرمہ صحابی نے بیوہ رسول اللہؐ سے شادی رچالی تو اس کو آپ نے نیک اور پارسا ہونے کا ٹکٹ دے دیا۔

گویا آپ کے مذہب میں جنت، خلافت اور نیکی و پارسائی بہت سستی ہے۔

چیلنج

ملوانے اہل تشیع پر بہتان باندھتے ہیں کہ ان کے مذہب میں محارم سے نکاح جائز ہے لیکن یہ ان کا سفید جھوٹ ہے۔ آج تک ملت تثلیث ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود کوئی مثال نہیں پیش کر سکی کہ فلاں شیعہ نے ماں یا بہن سے نکاح کیا ہو اور ہم نے تین عدد کتب معتبرہ اہل سنت سے چار یاری مذہب کے معتبر سُنی، صحابی، بخاری، مسلم کے راوی کے متعلق ثابت کیا ہے کہ اس نے ماں سے نکاح کیا تھا اور اہلِ سنت کے مناظر اعظم شاہ ولی اللہ کی گواہی بھی پیش کر دی ہے۔ مُبارک ہو۔

عذر نمبر ۱۹: اتنی بڑی جاگیر نبیؐ نے بیٹی کو بخش دی

ثبوت ملاحظہ ہو :

اہل سنت کی معتبر کتاب "آفتاب ہدایت" ص ۲۵۳ مؤلف مولوی کرم دین

کیا یہ ممکن تھا کہ اتنی بڑی جاگیر جس کی آمدنی بقول شیعہ ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ سالانہ بیان کی جاتی ہے، پیغمبر خدا نے فاطمہ کو سپرد کردی اور مسلمانوں کی ضروریات کا لحاظ نہ کیا۔ نو مسلم تو فاقوں سے پیٹ کی تواضع کریں اور رسول کا ابرِ کرم اپنی صاحبزادی کے سوا کسی پر نہ برسے۔

جواب :

قارئین ! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مولوی کرم دین کی تحریر سے کس طرح بغضِ آل محمد کی بو آرہی ہے اور آپ اسی مولانا کی روح کے لئے الٹا فاتحہ ضرور پڑھیں کیونکہ بھوکے ننگے صحابہ کا ہمدرد ہے۔

ارباب انصاف !

۱۔ حضرت ابو بکر نے اپنے داماد زبیر کو ایک بہت بڑی جاگیر عنایت کی اور فاقہ کش مسلمانوں پر کوئی ترس نہ آیا (کنزالعمال کا حوالہ مذکور ہوچکا ہے)۔

۲۔ جناب ابو بکر نے عائشہ کو ایک بہت بڑی جاگیر عطا کی اور بھوکے مسلمانوں پر کوئی رحم نہ کیا۔ (بخاری شریف سے حوالہ مذکور ہوچکا ہے)۔

۳۔ حضرت عمر نے اپنی پارٹی کے لوگوں کو بڑی بڑی جاگیروں سے نوازا اور ضرورت مند مسلمانوں کے فقر و فاقہ کا کوئی لحاظ نہ کیا (کتاب الاموال)۔

۴۔ جناب عثمان نے جاگیر فدک مروان بن الحکم کو بخش دی اور اہل صفہ کا کوئی لحاظ نہ کیا۔

وامصیبتا علی الاسلام!

اصحاب ثلاثہ کی مذکورہ دھاندلیوں پر علمائے اہل سنت پردے ڈالتے اور تاویلیں کرتے ہیں کیونکہ اسماء اور عائشہ بنتا ابی بکر پر خلفا کی نوازشات سے ان ملوانوں کے کلیجے ٹھنڈے ہوتے ہیں اور فاطمہ بنت رسول اللہؐ پر بحکم خدا اگر کوئی نوازش کی گئی ہے تو سن کر ان ملوانوں کا کلیجہ شق ہوتا ہے۔ اسی کا نام ہے بغضِ آلِ رسولؐ جس کو انہوں نے لمبی لمبی داڑھیوں کی آڑ میں چھپایا ہوا ہے۔

عذر نمبر ۲۰: نبی پاک نے حسنین کو ورثہ نہیں دیا۔ لہٰذا نبی پاکؐ لاوارث تھے

ثبوت ملاحظہ ہو :

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "نصیحۃ الشیعہ" ج ۴ ص ۴۴۶۔
۲۔ "معرکۃ الارا" ۲۶ مناظرہ جھوک دایہ مناظر دوست محمد قریشی۔

عبارت "مناظرہ جھوک دایہ":

لیجئے یہ میرے ہاتھ میں "مناقب فاخرہ للعترۃ الطاہرہ" ہے۔ اس کے ص ۱۷۹ میں ہے:

وفی روایات الخاصۃ ان فاطمۃ اتت بھما الی النبی صلعم فی مرضہ التی توفی فیہ فقالت یا رسول اللہ (ص) ھذا ان ابنان لی فورثھما فقال اما للحسن فلہ ھیبتی ولحسین فلہ شجاعتی۔

طرز استدلال: حضور پاک کی وفات کا وقت قریب ہے کہ سیدہ اپنے دو پیارے بچوں حسن وحسین کو لیکر دربار نبوی میں آتی ہے اور عرض کرتی ہے: یارسول اللہؐ! ان کو ورثہ دیجئے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے پہلے نہیں دیا تھا تو آپ نے فرمایا: میرے حسن کے لئے میری ہیبت اور میرے حسین کے لئے میری شجاعت ہے۔ اگر رسول اللہؐ کے مال میں ورثہ ہوتا تو حضور ضرور دیتے۔ معلوم ہوا کہ حضور کے مال سے وراثت نہیں ہے۔

جواب:

۱۔ مذکورہ حدیث کو کتب شیعہ میں جب علمائے اہل سنت نے دیکھا تو خوشی سے پھول گئے کہ بس اب ہم نے شیعوں کو تحقیق کی چکی میں پیس ڈالا ہے حالانکہ مذکورہ حدیث سے نبی کریم ﷺ کی میراث مال کی نفی پر استدلال کر کے علمائے اہل سنت نے علم وانصاف کا جنازہ نکال دیا ہے اور اس بے تکے قیاس سے روح نعمان بھی لاحول پڑھ رہی ہوگی۔

۲۔ صلبی اولاد موجود ہو تو پوتے اور نواسے وارث نہیں ہوتے

اگر صلبی اولاد موجود ہو تو پوتے اور نواسے وارث نہیں ہوتے۔ چونکہ جناب زہراءؑ رسول اللہؐ کی صلبی بیٹی تھی لہٰذا صلبی بیٹی کی موجودگی میں حسنین شریفین حضور کے مال کے وارث نہیں ہو سکتے تھے اسی لئے نبی پاک نے حسنین کو مال کا وارث نہیں بنایا کمالات نبوت کا وارث بنایا ہے۔

۳۔ مسلم قانون ہے کہ اثبات الشی نفی ما عداہ نہیں کرتا

لہٰذا حسنین کے لئے کمالات نبوت کا اثبات نبی کریم ﷺ کے میراث مال کی نفی نہیں کرتا۔ مال کی وارث تو جناب زہراءؑ تھیں اور مذکورہ حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو اس امر پر دلالت کرے کہ چونکہ نبی کریم ﷺ کی میراث مال نہیں ہے اسی لئے فاطمہ زہراءؑ نبی کی وارث نہیں ہے۔

۴۔ دلیل دعویٰ کے مطابق ہونی چاہیے

اہل سنت کا دعویٰ ہے کہ نبی کریمؐ کی میراث مال نہیں ہے اور مذکورہ حدیث کی دلالت اس امر پر ہے کہ نبی کی ہیبت اور شجاعت کے وارث حسنین ہیں لہٰذا مذکورہ حدیث کی دلالت دعویٰ اہل سنت پر نہ تو دلالت مطابقی ہے اور نہ دلالت تضمنی ہے اور نہ دلالتِ التزامی ہے۔ بعبارۃٍ اخریٰ نہ ہی مفہوم دلالت کرتا ہے اور نہ ہی منطوق۔

۵۔ اگر قرینہ مجاز موجود ہو تو لفظ کو معنی حقیقی پر حمل نہیں کیا جاتا

چونکہ صلبی بیٹی کی موجودگی میں نواسہ مال کا وارث نہیں ہوتا، اس قرینہ عقلیہ کی موجودگی میں لفظ "فورثھما" کو معنی حقیقی میراث مال پر حمل نہیں کیا جائے گا بلکہ محل کلام کے مناسب معنی مجازی مراد لیں گے مثلاً اعطاء وغیرہ۔

۶۔ اگر مقصود رسول اللہؐ کا یہ تھا کہ میرے مال کا کوئی وارث نہیں ہے تو جب بی بی حسنین کو لائی تھیں تو حضور بیٹی کو پہلے یہی کہتے کہ بیٹی میرے مال کا تو کوئی وارث نہیں ہے میں حسنین کو کیسے وارث بناؤں؟

عذر نمبر ۲۱ : نبی درہم و دینار کا کسی کو وارث نہیں بناتے

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" ص ۲۷۵ طبع ۱۲ط سہیل اکیڈمی:

> این روایت در کتب صحیحہ شیعہ از امام معصوم ہم موجود است (روی محمد بن یعقوب الرازی فی الکافی عن ابی البختری عن ابی عبداللہ جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام قال ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذلک ان الانبیاء لم یورثو ... درھما ولا دیناراً وانما ورثوا احادیث من

احادیثهم فمن اخذ بشیء منها فقد اخذ بحظ وافر وکلمه انما باعتراف شیعه مفید حصر ست چنانچه در آیت ﴿انما ولیکم اللہ﴾ گذشت پس معلوم شد که غیر از علم و احادیث ہیچ چیز میراث بکسی نداده اند (فثبت المدعی بروایة معصوم)

ترجمه: یہ روایت کتب صحیح شیعہ میں امام معصوم سے مروی ہے۔ محمد ابن یعقوب رازی نے کافی میں ابی البختری سے روایت کی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اس لئے کہ انبیاء کسی کو درہم و دینار کا وارث نہیں بناتے۔ انبیاء اپنے کلام سے چند سخن کا وارث بناتے ہیں پس جس نے ان احادیث سے کچھ لیا اس نے کامل حصہ پایا۔ اور کلمہ انما باعتراف شیعہ حصر کا فائدہ دیتا ہے جیسا کہ آیت انما ولیکم اللہ کے بیان میں گزرا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ انبیاء علم کے علاوہ کوئی چیز کسی کو میراث میں دیتے۔ پس ہمارا مدعا معصوم کی روایت سے ثابت ہوا۔

جواب:

۱۔ مذکورہ حدیث کو کتب اہل تشیع میں جب علمائے اہل سنت نے دیکھا تو ان کو عید جیسی خوشی ہوئی اور سوچا کہ بی بی عائشہ کے ابا کی خلافت بچانے کا کچھ تو سہارا مل گیا ہے۔ بیچارے ملوانے مذکورہ خلافت کو حق ثابت کرنے کے لئے بڑا اجہاد کرتے ہیں اور ان محنتوں کا صلہ ان کو ارباب سقیفہ کی سرکار سے ضرور ملے گا لیکن ان علماء کو اس بات کی طرف متوجہ رہنا چاہیے کہ ؎

لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

جناب ابو بکر سے لیکر محمود احمد رضوی تک ان کا گزارہ صرف حدیث لا نورث پر ہی ہے اور باقی جو کچھ کہتے ہیں وہ تو وہی بات ہے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔

۲۔ حدیث مذکور کتاب "کافی شریف" میں باب صفت العلم وفضلہ وفضل العلماء ج ا ص ۱۳۲ میں موجود ہے۔ ہم دہلوی مکار کی طرح جھوٹ نہیں بولتے جیسا کہ اس نے "تحفہ" کے طعن نمبر ۱۳ میں سفید جھوٹ بولا ہے کہ ہبہ فدک کے بارے حضرت علیؑ جناب حسنین اور ام ایمن کی گواہی دینے کا

ذکر کتب اہل سنت میں اصلاً موجود نہیں ہے۔ خیر، کوئی بات نہیں جھوٹ بول کر خلافت ابو بکر کو ثابت کرنا ان کو مبارک رہے۔

۳۔ اب ہم اصل جواب کو شروع کرتے ہیں اور صاحبِ "تحفہ" کے اعتراض کو خود ان کے کلام ہی سے باطل کرتے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز کا اقرار کہ جس حدیث کی صحت کی کوئی محدث تصدیق نہ کرے وہ حدیث حجت نہیں

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" ص ۲۱۴ باب ذکر احادیث فی فضل علی۔ حدیث ہشتم من اراد ان ینظر الیٰ آدم فی علمہ۔

وقاعده مقرره اهل سنت است كه حديثى را كه بعضى از آئمه فنِ حديث در كتابى روايت كنند وصحت مافى الكتاب را التزام نكرده باشند مثل بخارى ومسلم وبقيه اصحاب صحاح وبصحت آں حديث بالخصوص صاحب آں كتاب يا غير او از محدثين ثقات تصريح نكرده باشند قابل احتجاج نيست۔

ترجمہ: علمائے اہل سنت کے ہاں یہ قانون مسلم ہے کہ حدیث کے بعض امام جس حدیث کو کتاب میں روایت کریں اور امام بخاری و مسلم کی طرح یہ عہد بھی نہ کیا ہو کہ ہم صرف اس حدیث کو ذکر کریں گے جو حدیث ہمارے نزدیک صحیح ہو گی اور اس حدیث کے متعلق خود صاحب کتاب یا کوئی محدثین ثقاۃ میں سے یہ تشریح اور بیان نہ دے کہ یہ حدیث صحیح ہے تو ایسی حدیث اس قابل نہیں جس کو حجت اور دلیل بنایا جائے۔

نوٹ :

صاحب تحفہ کے اقرار کو ہم نے اس کے کلام سے ثابت کر دیا۔ اب ہم اسی اقرار کی روشنی میں ان کے اعتراض کو غلط ثابت کرتے ہیں۔

کافی شریف کی ہر حدیث کو اہل تشیع صحیح نہیں مانتے

ثبوت ملاحظہ ہو :

اہل تشیع کی کتاب "معجم رجال الحدیث" ج ۱ ص ۱۰۴ طبع الآداب نجف اشرف مصنف مجتہد اعظم سید ابوالقاسم خوئی مدظلہ

ومما یؤکد ما ذکرناہ من ان جمیع روایات الکافی لیست بصحیحۃ ان الشیخ الصدوق قدس سرہ لم یکن یعتقد صحۃ جمیع مافی الکافی وکذلک شیخہ محمد بن الحسن بن الولید۔

ترجمہ : اور ہم نے جو کہا ہے کہ کافی کی تمام روایات صحیح نہیں ہیں اس کی یہ امر بھی تاکید کرتا ہے کہ شیخ صدوقؒ اور ان کے شیخ محمد بن حسن بھی کافی کی تمام روایات کو صحیح نہیں سمجھتے تھے کیونکہ کافی میں بعض روایات ضعیف بھی ہیں۔

نوٹ :

۱۔ اہل تشیع قرآن پاک کے ہر جملہ اور ہر آیت کو من حیث الصدور صحیح سمجھتے ہیں۔ قرآن پاک کے علاوہ ہر کتاب کی ہر بات کو تب صحیح مانتے ہیں کہ جب وہ سند اور متن کے لحاظ سے درست ہو اور قرآن کے بھی موافق ہو۔

۲۔ اہل سنت کا فرض ہے کہ پہلے تو شیخ کلینیؒ کا یہ دعویٰ معتبر طریق سے ثابت کریں کہ انہوں نے عہد کیا تھا کہ میں کافی میں صرف وہ احادیث درج کروں گا جو میرے نزدیک صحیح ہوں۔ علاوہ ازیں اگر حدیث مذکور کا وہی معنی کیا جائے جو اہل سنت مراد لیتے ہیں تو یہ قرآن پاک کے مخالف ہے کیونکہ انبیاء کی میراث مال قصہ سلیمان سے قرآن پاک کی روشنی میں ثابت ہے۔ شیعہ سنی کا اتفاق ہے کہ جو بات قرآن کے مخالف ہو اُسے ٹھکرا دیا جائے پس صاحب تحفہ کی پیش کردہ وہ حدیث اس قابل نہیں کہ ہمارے خلاف اس کو دلیل بنایا جائے۔

صاحب تحفہ کی پیش کردہ روایت علماء فن حدیث کے نزدیک ضعیف ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل تشیع کی کتاب "مراۃ العقول" ج۱ص۳۲ باب صفت العلم مولف علامہ محمد باقر مجلسی

الحدیث الثانی ضعیف قولہ العلماء ورثۃ الانبیاء۔

ترجمہ: باب صفت العلم کی حدیث نمبر ۲ سند کے لحاظ سے ضعیف ہے

نوٹ:

علامہ مجلسیؒ نے "شرح اصول کافی" میں صاحبِ "تحفہ" کی پیش کردہ روایت کے ضعیف ہونے پر نص فرمائی۔ اہل سنت اپنے مناظر اعظم کے اقرار کے موجب روایت مذکورہ کو ہمارے خلاف پُل نہیں بنا سکتے لیکن بیچارے کریں کیا؟ جب کچھ نہ ملے تو ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔

علامہ محمود احمد رضوی مدیر "رضوان" کا سفید جھوٹ

ثبوت ملاحظہ ہو:

"رسالہ باغ فدک" ص۱۶:

> شیعی علماء کی یہ عادت ہے کہ جواب نہ بن پڑے تو یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ تو سنی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے ابوالبختری نامی دو ہیں۔ ایک ابوالبختری وہب ابن وہب یہ شیعہ ہیں۔ دوسرا ابوالبختری سعید ابن فیروز ہے، جو سنی ہے۔ مصنف نے شیعہ ہی سے روایت کی ہے۔

نوٹ:

علامہ محمود احمد کا مقصد یہ ہے کہ روایت العلماء ورثۃ الانبیاء ....الخ کو اہل شیعہ اس لیے ضعیف لکھتے ہیں کہ اس کا راوی وہب ابن وہب سنی ہے۔ علامہ یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ وہ شیعہ تھا۔ اس دعوے میں علامہ صاحب جھوٹے ہیں۔

جواب:

مولانا محمود احمد رضوی ایک سیاسی لیڈر تو ہیں لیکن میدان مناظرہ میں تحقیقی چیز پیش کرنا کچھ اور بات ہے۔ ابن وہب کو شیعہ کہنا علامہ کا بالکل سفید جھوٹ ہے۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

ابوالبختری وہب ابن وہب اہل تشیع کی نظر میں

اہل تشیع کی کتاب "تنقیح المقال" ج ۳ ص ۲۸۱ حرف الواو (مؤلف علامہ مامقانی):

وهب ابن وهب بن عبدالله ابوالبختری القرشی المدنی قال الشیخ فی الفهرست وهب ابن وهب ابوالبختری ضعیف وهو عامی المذهب قال ابو محمد الفضل ابن شاذان کان ابوالبختری من اکذب البریة۔

ترجمہ: شیخ نے فہرست میں فرمایا ہے کہ ابوالبختری وہب ابن وہب ضعیف ہے اور اہل سنت کے مذہب پر ہے۔ اور ابن شاذان نے فرمایا ہے کہ ابوالبختری تمام لوگوں سے زیادہ جھوٹا تھا۔

ابوالبختری وہب ابن وہب اہل سنت کی نگاہ میں

ثبوت ملاحظہ:

اہل سنت کی معتبر کتاب "لسان المیزان" ج ۶ ص ۲۳۱ حرف الواو ابن حجر عسقلانی وھب ابن وھب بن کثیر بن عبداللہ ابوالبختری القرشی المدنی۔

قال احمد ابن حنبل ایضاً هو اکذب الناس۔ وقال النسائی فی تمیز لیس بثقة ولا یکتب حدیثه کذّاب خبیث۔

ترجمہ: احمد بن حنبل نے بھی کہا ہے کہ (ابوالبختری) سب لوگوں سے زیادہ جھوٹا ہے اور نسائی نے کہا ہے: (ابن وہب) ثقہ نہیں۔ اس کی حدیث کو نہ لکھا جائے وہ جھوٹا اور خبیث ہے۔

نوٹ:

ا۔ صاحب تحفہ کی پیش کردہ روایت کا راوی وہب ابن وہب ابوالبختری سنی ہے اور جھوٹا اور خبیث ہے۔

۲۔ ہم نے اس کا حال کتب طرفین سے پیش کر دیا ہے۔ اہل تشیع نے صاف طور تحریر کر دیا ہے کہ یہ مذہباً سنی ہے اور جھوٹا ہے اور اہل سنت نے بھی اس کا جھوٹا اور خبیث ہونا مان لیا ہے۔ صاحب لسان المیزان نے اس کے مذہب سے خاموشی اختیار کی ہے لیکن یہ خاموشی کافی نہیں بلکہ چار یاری مذہب پر فرض ہے کہ وہ ثابت کریں کہ ان کے کسی بزرگ نے اس کے سنی ہونے سے انکار کیا ہو۔

العلماء ورثۃ الانبیاء کے متن پر ایک نظر

اس چیز سے کسی کو انکار نہیں ہے کہ علماء انبیاء کے حقیقی بیٹے نہیں ہیں اور انبیاء اُن کے حقیقی باپ نہیں اور علم حقیقی مال وترکہ نہیں لہٰذا جس طرح علماء انبیاء کے مجازی بیٹے ہیں اور انبیاء ان کے مجازی باپ ہیں اسی طرح علم بھی مجازی مال ہے۔ پس بنائے کلام چونکہ مجاز پر تھی اس لئے لفظ ورثہ کو بھی اس مقام پر مجازاً استعمال کیا گیا ہے اور مقصود یہ ہے کہ علماء کو انبیاء کے علم سے کچھ ملتا ہے اور بخاری شریف میں جو لفظ میراث آیا ہے اور جس کا جناب زہراؑ نے سوال فرمایا تھا۔ وہ علم نہیں بلکہ مال ہے۔

جو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کا بعض چیزوں میں حصہ مقرر فرمایا تھا اس کے متعلق سوال تھا اور ابو بکر کی بیان کردہ حدیث لانورث میں بھی مراد علم نہیں لہٰذا کافی شریف کی وہ حدیث جس نے علماء کے لئے انبیاء کے علم کی میراث مجازی ثابت کی ہے، وہ حدیث اولاد نبی کے لئے انبیاء کے مال سے میراث حقیقی کی نفی نہیں کرتی۔

کافی شریف سے پیش کردہ حدیث کے ہر فقرے پر ایک نظر

۱۔ ان العلماء ورثۃ الانبیاء

مذکورہ کلام کی انبیاء کے میراث مال کی نفی پر تین دلالتوں میں سے ایک دلالت بھی نہیں ہے۔ اگر چار یاری مذہب یہ کہے کہ مذکورہ کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اولاد انبیاء ان کے مال کی وارث نہیں ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ مذکورہ کلام کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ علماء اپنے باپ کے وارث نہیں ہیں کیونکہ انبیاء کے وارث جو ہو گئے! اتنا ہی کافی ہے۔

کیا یہ انصاف ہے کہ ملوانے انبیاء کے بھی وارث بنیں اور اپنے باپ کے بھی وارث بنیں اور اولاد انبیاء کو اس جرم میں چونکہ وہ اولاد نبی ہیں انبیاء کی وراثت سے محروم کر دیا جائے؟

۲۔وذاک ان الانبیاء لم تورثوا درھما ولا دیناراً۔

ورّثَ باب تفعیل ہے اور أورثَ باب افعال ہے۔ مذکورہ عبارت میں لم تورثوا آیا ہے یہ خواہ باب افعال سے یا باب تفعیل سے ہو اس کو دو مفعولوں کی ضرورت ہے۔ اس کا ایک مفعول درہم ودینار مذکور ہے اور دوسرا کلام میں مقدر کرنا پڑے گا۔

اس میں دو احتمال ہیں۔ ا۔ علماء ۲۔ احدا۔ اگر علماء مقدر کیا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ انبیاء علماء کو درہم ودینار کے وارث نہیں بناتے۔ چونکہ مذکورہ کلام میں علماء ہی کا ذکر ہے لہٰذا اولیٰ یہ ہے کہ اسی کو مفعول دوم بنایا جائے۔

اور اگر احداً مقدر کیا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ انبیاء کسی کو بھی درہم ودینار کا وارث نہیں بناتے۔ یہ معنی بھی مطلق میراثِ مال کی نفی نہیں کرتا کیونکہ قانون ہے خاص کی نفی عام کی نفی پر دلالت نہیں کرتی لہٰذا درہم ودینار سے میراث کی نفی ہر مال سے میراث کی نفی پر دلالت نہیں کرتی۔

۳۔بعبارۃ اخریٰ

اگر درہم ودینار کا نبی کسی کو وارث نہیں بناتے تو اس کا یہ معنی کہ اگر کسی زمین کی آمدنی میں انبیاء کا حصہ ہو یا درہم ودینار کے علاوہ ان کا کچھ مال ہو تو ان کی اولاد اس کی وراثت سے بھی محروم ہو جائے گی۔ سیدہ زہراؑ سلام اللہ علیہا نے ابو بکر سے درہم ودینار کی میراث نہیں مانگی تھی بلکہ وہ جاگیریں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ تھا اس کی میراث مانگی تھی۔

٤۔وانما اورثوا احادیث من احادیثھم۔

اس کلام کی بھی انبیاء کے میراث مال کی نفی پر تین دلالتوں سے کوئی دلالت نہیں اور معنی بھی صاف ہے کہ اولاد انبیاء علماء ہونے کی حیثیت سے انبیاء کے علم کے وارث ہیں اور اولاد ہونے کی حیثیت سے ان کے مال کے وارث ہیں۔

کلمہ انما سے شاہ عبدالعزیز نے جو حصر سمجھا ہے وہ غلط ہے

بیانہ

حصر کی کئی اقسام ہیں:

ا۔ صفت کا موصوف پر حصر ۲۔ موصوف کا صفت پر حصر ۳۔ حصر اضافی

۴۔ حصر حقیقی ۵۔ حصر افراد ۶۔ حصر قلب ۷۔ حصر تعیین

دہلوی مکار نے صرف لفظ حصر تحریر کر کے چار یاری مذہب کو چکر دے دیا ہے۔

اس کا فرض تھا کہ معین کرتا کہ کلام مذکورہ میں کون سا حصر ہے۔

﴿انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء﴾ اس کلام میں بھی حصر ہے انما المومنون اخوۃ میں بھی حصر ہے۔ تو کیا جو مومن نہیں ان میں بھائی چارہ نہیں۔ اگر دہلوی مکار کا مقصود یہ ہے کہ انبیاء صرف علم کا وارث بناتے ہیں اور مال کا وارث نہیں بناتے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ حصر صرف علماء کی نسبت ہے۔ لہٰذا ان کو تو صرف علم کا وارث بناتے ہیں مال کا وارث نہیں بناتے۔ لیکن اولاد کو علم اور مال دونوں کا وارث بناتے ہیں۔ پس مذکورہ کلام میں حصر اضافی ہے حقیقی نہیں۔

العلماءورثۃالانبیاء کی مزید تشریح

میراث مال کسی کی وفات کے بعد حاصل ہوتی ہے اور میراث علم وفات سے پہلے بھی حاصل ہو سکتی ہے لہٰذا جس کلام نے میراث علم کے ثبوت پر دلالت کی ہے وہ کلام مال کی میراث کی نفی پر دلالت نہیں کرتا۔

نوٹ :

اگر مذکورہ حدیث کا تعلق حقیقی میراث کی نفی سے ہوتا ہے تو اس حدیث کو باب المیراث میں مذکور ہونا چاہیے تھا نہ کہ باب العلم میں!

بنی ہاشم کا حق خمس قرآن کی روشنی میں

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ۔ (پ۱۰ سورہ انفال:۴۱)

ترجمہ : اور جان لو جو نفع تم کسی چیز سے حاصل کرو تو اس میں پانچواں حصہ خدا اور رسول اور (رسول کے) قرابتداروں اور یتیموں اور مسکینوں اور پردیسیوں کا ہے۔

ذی القربیٰ سے مراد بنو ہاشم ہیں

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر درّ منثور" پ۱۰ الانفال آیت خمس ج۱ ص۳۸۶۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "فتح القدیر" ج۳ ص۲۹۶ للبلاغہ الشوکافی پ۱۰ الانفال۔

"در منثور" کی عبارت ملاحظہ ہو:

عن الزهری وعبدالله بن ابی بکر ان النبی قسم سهم ذی القربی من خیبر علی بنی هاشم وبنی المطلب۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ذوی القربیٰ کا حصّہ مالِ خیبر سے بنی ہاشم اور بنی مطلب پر تقسیم کیا۔

نوٹ:

نبی کریم ﷺ کا سہم ذوی القربیٰ کو بنی ہاشم پر تقسیم کرنا اور دوسرے لوگوں کو نہ دینا اس امر کا ثبوت ہے کہ بنو ہاشم ہی سہم ذوی القربیٰ کے حقدار ہیں۔

یتامیٰ اور مساکین سے مراد بھی بنو ہاشم کے یتامیٰ و مساکین ہیں

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر غرائب القرآن" پ۱۰ آیت خمس ص۶۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "فتح القدیر" ج۲ ص۲۹۵ پ۱۰ الانفال آیت خمس۔

"غرائب القرآن" کی عبارت ملاحظہ ہو:

وقیل الخمس کله للقرابة لما روی عن علی علیه السلام انه قیل له ان الله تعالیٰ قال والیتامیٰ والمساکین فقال ایتامنا ومساکیننا۔

ترجمہ: روایت میں ہے حضرت امیرؑ سے کہا گیا کہ (آیت خمس میں) یتامیٰ و مساکین سے کون مراد ہیں؟ فرمایا: ہم بنی ہاشم کے یتامیٰ اور مساکین مراد ہیں۔

بنوہاشم سے نبی کریم ﷺ سے رشتہ داری کے جرم میں جناب ابو بکر نے سہم ذوی القربیٰ روک لیا تھا

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر غرائب القرآن" پ ۱۰ الانفال آیت خمس ص ۶۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر روح المعانی" پ ۱۰ الانفال آیت خمس ص ۳ ط مصر۔

۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "سنن ابی داؤد" کتاب الفیئ ج ۳ ص ۱۴۵ باب بیان سہم ذوی القربیٰ۔

۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح ابن ابی الحدید" ج ۴ ص ۱۱۹ خطبہ کانت بایدینا فدک۔

۱۔ "غرائب القرآن" کی عبارت ملاحظہ ہو:

وروی أنّ ابابکر منع بنی ہاشم الخمس۔

۲۔ "روح المعانی" کی عبارت:

وروی عن ابی بکر رضی اللہ عنہ انّہ منع بنی ہاشم الخمس۔

۴۔ "شرح ابن ابی الحدید" کی عبارت ملاحظہ ہو:

واعلم ان الناس یظنون ان نزاع فاطمۃ ابابکر کان فی امرین فی المیراث والنحلۃ وقد وجدت فی الحدیث انہا نازعت فی امر ثالث ومنعہا ابوبکر ایاہ ایضاً وھو سہم ذوی القربیٰ۔

مذکور عبارتوں کا ملخّص

جناب ابی بکر نے نبی کریم ﷺ کے بعد خمس کو بنوہاشم سے روک لیا اور سہم ذوی القربیٰ جو کہ نبی کریم ﷺ بنی ہاشم کو دیتے تھے ابو بکر نے دینے سے انکار کر دیا اور جناب فاطمۃ الزہراءؑ کا ابو بکر کے ساتھ نزاع جس طرح میراث اور ہبہ فدک میں ہوئی ہے اسی طرح سہم ذوی القربیٰ میں بھی ہوئی ہے۔

جناب فاطمہ زہراءؑ کا ابو بکر سے سہم ذوالقربیٰ مانگنا اور ابو بکر کا انکار کرنا

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "کنزالعمال" کتاب الخلافہ مع الامارہ ذکر ابی بکر ج ۳ ص ۱۳۵ ط۔ حیدرآباد دکن:

عن ام ھانی بنت ابی طالب ان فاطمۃ اتت ابا بکر تسالہ سھم ذوی القربی فقال لھا ابو بکر سمعت رسول اللہ (ص) یقول سھم ذوی القربیٰ لھم فی حیاتی ولیس لھم بعد وفاتی انتھیٰ۔

ترجمہ: جناب فاطمہ زہراءؑ ابو بکر کے پاس آئیں اور سہم ذوی القربیٰ کا سوال کیا ابو بکر نے یہ بہانہ پیش کر کے سہم ذوی القربیٰ دینے سے انکار کر دیا کہ میں نے حضور سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ یہ حصہ تو ان کا میری زندگی میں ہے، میری موت کے بعد نہیں۔

جناب عمر نے بھی انتقامی کاروائی کرتے ہوئے خمس بنو ہاشم سے روک لیا تھا

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "سنن ابی داؤد" کتاب الفیئ ج ۳ ص ۱۴۶ باب بیان سہم ذوی القربیٰ۔
۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح مسلم" باب غزوۃ النساء مع الرجال ج ۲ ص ۱۰۴۔
۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "الاموال" باب سہم ذوی القربیٰ ص ۳۳۳۔
۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح ابن ابی الحدید" ج ۳ ص ۲۲۶ ذکر کیفیۃ قسمۃ عمر الاموال۔

"سنن ابی داؤد" کی عبارت ملاحظہ ہو:

ان نجدۃ الحروری حین حج فی فتنۃ ابن الزبیر أرسل الی ابن عباس یسالہ عن سھم ذوی القربی، ویقول لمن تراہ؟ قال ابن عباس لقربی رسول اللہ (ص) قسمہ لھم رسول اللہ (ص) وقد کان عمر عرض علینا من ذلک عرضاً رأیناہ دون حقنا فرددناہ علیہ وأبینا ان نقبلہ۔

ترجمہ: نجدہ حروری نے فتنہ ابن زبیر کے زمانہ میں جب حج کیا تو ابن عباس سے سہم ذوی القربیٰ کے متعلق پوچھا کہ یہ کس کا حق ہے ابن عباس نے کہا رسول اللہؐ کے قرابت داروں کا حق ہے۔ آنجناب ان پر تقسیم فرماتے تھے۔ عمر نے کچھ مقدار ہمیں دینے کی پیشکش کی تھی ہم نے اسے اپنے حق سے کم مقدار دیکھا تو اسے ٹھکرا دیا۔

جناب ابو بکر کا جاگیر فدک اور میراث نبی سہم ذوی القربی سیدہ زہراءؑ کو نہ دینا اور نبی کی مظلومہ بیٹی کا ابو بکر پر ناراض ہونا

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح بخاری" ج ۴ ص ۷۹ باب فرض خمس۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح مسلم" ج ۲ ص ۷۲ باب حکم الفئ۔

۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "مسند امام احمد حنبل" ج ۱ ص ۱۶۷ مسند ابی بکر۔

۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "کنز العمال" ج ۳ ص ۱۲۹ کتاب الخلافۃ مع الامارۃ فی قسم الافعال۔

۵۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "سنن الکبریٰ" ج ۶ ص ۳۰۰ کتاب قسم الفئ۔

۶۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "وفاء الوفا" ج ۳ ص ۹۹۵ باب طلب فاطمہ من ابی بکر صدقات ابیھا۔

۷۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح بخاری" ج ۵ ص ۱۳۹ باب غزوہ خیبر۔

"بخاری" کی عبارت:

فغضبت فاطمة بنت رسول الله (ص) فهجرت ابا بكر فلم تزل مها ...حتیٰ توفيت وعاشت بعد رسول الله (ص) ستة اشهر قالت وكانت فاطمة تسئل ابا بكر نصيبها ممّا ترك رسول الله (ص) من خيبر وفدك وصدقة بالمدينة فابى ابا بكر عليها ذلك۔

ترجمہ (ملخّص): جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت رسول اللہؐ ابا بکر پر غضبناک ہوئیں اور تا وقت وفات ابو بکر کے ساتھ کلام نہ کیا اور جناب فاطمہ نبی کریم ﷺ کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔ قالت: عائشہ فرماتی ہیں کہ جناب فاطمہ نے ابو بکر سے خیبر، فدک اور صدقات مدینہ سے اپنا حصہ مانگا تھا اور ابو بکر نے انکار کیا تھا۔

"مسلم" کی عبارت:

فابى ابوبكر ان يدفع الى فاطمة شيئاً فوجدت فاطمة على ابى بكر فى ذلك قال فهجرته فلم تكلمه حتى توفّيت۔

ترجمہ (ملخّص): ابو بکر فاطمہ زہراءؑ کو ان کا حق دینے سے انکار کیا بی بی ابو بکر پر ناراض ہوئی اور ترک کلام ابو بکر سے تا وفات جاری رہا۔

"مسند احمد حنبل" کی عبارت:

فغضبت فاطمة فهجرت ابابكر فلم تزل مهاجرته حتى توفّيت .... وكانت فاطمة تسئل ابابكر نصيبها ممّا ترك رسول الله (ص) من خيبر وفدك وصدقة بالمدينة فابى ابوبكر عليها بذلك۔

ترجمہ (ملخّص): جناب فاطمہ زہراءؑ ابو بکر پر ناراض ہوئیں ترک کلام تا وفات جاری رہا... کیونکہ بی بی نے اپنا حق زمین فدک مانگی تھی اور ابو بکر نے انکار کیا تھا۔

"کنزالعمال" کی عبارت:

فابى ابوبكر ان يدفع الى فاطمة منها شيئاً فوجدت فاطمة على ابى بكر من ذلك۔

ترجمہ: ابو بکر نے بی بی کو ان کا حق دینے سے انکار کیا اور بی بی ابو بکر پر اسی وجہ سے ناراض ہوئیں۔

"سنن الکبریٰ" کی عبارت:

فغضبت فاطمة فهجرت ابابكر فلم تزل مهاجرة له حتى توفّيت۔

ترجمہ: بی بی ابو بکر پر غضبناک ہوئی اور بی بی نے تا وفات ابو بکر سے کلام بھی نہ کیا۔

"وفاء الوفا" کی عبارت:

فغضبت فاطمة فهجرت ابابكر فلم تزل مهاجرة حتى توفيت۔

ترجمہ: ابو بکر نے بی بی کو حق نہ دیا اور بی بی غضبناک ہوئیں اور بی بی نے تا وفات ابو بکر سے کلام بھی نہ کیا۔

"بخاری" جلد خامس کی عبارت ملاحظہ ہو:

فابى ابوبكر ان يدفع الى فاطمة منها شيئاً فوجدت فاطمة على ابى بكر۔

ترجمہ : ابو بکر نے بی بی کو حق دینے سے انکار کیا اور جناب فاطمہ ابو بکر پر ناراض ہوئیں۔

فدک چھن جانے کے بعد فاطمہ زہراؑ ابو بکر پر اتنا ناراض ہوئی کہ اس کے سلام کا جواب تک دینا گوارا نہ کیا

ثبوت ملاحظہ ہو :

اہل سنت کی معتبر کتاب "الامامۃ والسیاسۃ" ج ا ص ۱۳ مؤلف عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ

فقال عمر لابی بکر انطلق بنا الی فاطمہ فانا قد اغضبناها فانطلقا جمیعاً فاستاذنا علی فاطمۃ فلم تاذن لهما فاتیا علیا فکلماه فادخلهما علیها فلما قعدا عندها حوّلت وجهها الی الحائط فسلما علیها فلم ترد السلام۔

ترجمہ (ملخّص) : حضرت عمر نے جناب ابو بکر سے کہا: ہم نے فاطمہ زہراؑ کو ناراض کیا ہے۔ آیئے چلیں اور معافی مانگیں۔ دونوں مل کر آئے دروازے پر پہنچ کر اندر آنے کی اجازت مانگی۔ سیدہ زہراؑ نے ان کو اجازت نہ دی۔ پھر حضرت علیؑ کے پاس گئے اور آنجناب سے بات چیت کی۔ آنجناب ان کو گھر میں لائے۔ جب بی بی کے پاس آکر بیٹھے تو فاطمہ زہراؑ نے اپنا منہ دیوار کی طرف پھیر دیا۔ ابو بکر و عمر نے سلام کیا۔ فاطمہ زہراؑ نے ان کو اس قابل نہ سمجھا کہ ان کے سلام کا جواب دیا جائے۔

جناب فاطمہ زہراؑ نے جناب ابو بکر و عمر سے فرمایا تھا کہ رسول اللہؐ سے تم دونوں کی شکایت کروں گی اور ہر نماز میں تمہارے (ابو بکر) لئے بد دعا کروں گی

ثبوت ملاحظہ ہو :

اہل سنت کی معتبر کتاب "الامامت والسیاست" ج ا ص ۱۴ :

ولئن لقیت النبی لاشکوّن کما الیہ واللہ لادعون اللہ علیک فی کلِّ صلوۃ۔

ترجمہ: بی بی نے فرمایا کہ میں جب اپنے باپ رسول اللہؐ سے ملوں گی تو تم (ابو بکر و عمر) دونوں کی شکایت کروں گی اور ابو بکر سے کہا: اللہ کی قسم! میں تیرے لئے ہر نماز میں بددعا کروں گی۔

جن لوگوں نے جناب ابو بکر کی حمایت کی تھی جناب فاطمہ زہراءؑ نے وقت موت ان مہاجرین وانصار کی شکایت کی ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح ابن ابی الحدید" ج۴ ص۱۲۰:

فاطمہؑ بنت حسینؑ نے اپنے بزرگوں سے روایت کی ہے کہ جب مرض الموت میں جناب فاطمہ زہراءؑ کی تکلیف بڑھ گئی تو مہاجرین وانصار کی عورتیں آئیں اور پوچھا بنت رسولؐ آپ کا کیا حال ہے؟

قالت واللہ اصبحت عائفة لدنیا کم قالیة لرجالکم۔

فرمایا میں تم اہل دنیا کو ناپسند کرتی ہوں اور تمہارے مردوں کو دشمن سمجھتی ہوں۔

جناب زہراءؑ نے بوقت وفات اپنی سوتیلی ماؤں کی شکایت کی ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ یعقوبی" ج۲ ص۱۰۵ مؤلف احمد بن ابی یعقوب المعروف بابن واضع:

ودخلن علیھا فی موضعھا نساء رسول اللہ (ص) وغیرھنّ من نساء قریش فقلنا کیف انتِ قالت اجدنی کارھة لدنیا کن مسرورة لفراقکنّ القی اللہ ورسولہ بحسرات منکنّ فما حفظ لی الحق ولا قبلت الوصیّة۔

ترجمہ: فاطمہ زہراءؑ کے پاس وقت وفات نبی کریم ﷺ کی بیویاں دوسری قریش کی عورتوں سے مل کر آئیں اور احوال پُرسی کی۔ سیدہ زہراءؑ نے فرمایا: میں تم اہل دنیا کو ناپسند کرتی ہوں اور تم سے جدائی پر خوش ہوں۔ اللہ اور رسول کے پاس تمہاری شکایات لے کر جاؤں گی۔ میرے حق کی حفاظت نہیں ہوئی۔ میرے متعلق میرے بابا کی وصیت پر عمل نہیں ہوا۔

جناب فاطمہ زہراءؑ نے فرمایا تھا کہ میں بال کھول کر تمہارے لئے بددعا کروں گی

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ یعقوبی" ج۲ص۱۱۶ خبر سقیفہ بنی ساعدہ:

جناب امیرؑ کے گھر کچھ مہاجرین وانصار بیٹھے تھے۔ حضرت عمر نے اپنی پارٹی کو لیکر حضرت علیؑ کے گھر پر ہلہ بول دیا۔ زبیر تلوار لیکر نکلے لیکن جناب عمر کی پارٹی نے تلوار ان سے چھین لی۔ پھر یہ بلا اجازت گھر میں گھس گئے۔

فخرجت فاطمۃ فقالت واللہ لتخرجنّ او لاکشفنّ شعری ولاعجن الی اللہ۔

پس فاطمہ زہراءؑ آئیں اور فرمایا کہ تم میرے گھر سے نکل جاؤ ورنہ خدا کی قسم مَیں اپنے بال کھولوں گی اور اللہ کے حضور میں فریاد کروں گی۔

نوٹ :

مذکورہ حوالہ جات سے یہ بات روشن ہوگئی کہ جب جناب ابو بکر نے رسول اللہؐ کی بیٹی فاطمہ زہراءؑ سے زمینِ فدک چھین لی تو فاطمہ زہراءؑ نے خلیفہ سے اپنا حق مانگا لیکن خلیفہ نے نبیﷺ کی بیٹی کو ایک مرلہ بھی دینے سے انکار کر دیا۔ جب خلیفہ نے بی بی کا کوئی حیا نہ کیا اور صاف انکار کر دیا تو رسول اللہؐ کی بیٹی کو بڑا صدمہ اور بہت دکھ ہوا لہٰذا روتی ہوئی واپس آئی اور جناب ابو بکر پر غضبناک اور ناراض ہوئی۔ اس قدر ناراض ہوئی کہ ان سے تا وقتِ وفات کلام نہ کیا اور جناب ابو بکر وعمر کے سلام کا جواب نہ دیا اور فرمایا کہ میں جب اپنے باپ رسول اللہؐ سے ملوں گی تو تم دونوں کی شکایت کروں گی اور ہر نماز کے بعد تمہارے لئے بددعا کروں گی اور بی بی نے وقت وفات جن اصحاب نے ابو بکر کی حمایت کی تھی ان کے بارے میں ان کی بیویوں سے ناراضگی کا اظہار کیا اور بی بی نے وقت وفات بعض ازواج نبیﷺ کی بھی شکایت کی ہے۔ نوبت یہاں تک بھی پہنچی ہے کہ فاطمہ زہراءؑ کو جناب عمر سے یہ کہنا پڑا کہ میرے گھر سے نکل جاؤ ورنہ میں سَر کے بال کھولوں گی اور اللہ کی بارگاہ میں تمہارے برخلاف بددعا کروں گی۔

فرمان رسولؐ

فاطمۃبضعۃمِنّی یوذینی ما اذاھا (مسلم شریف)

ترجمہ: فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے اس کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت اور تکلیف دی۔

اللہ اور رسول کو جو اذیت دے اس کے بارے قرآن کا فیصلہ

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا۔ (پ۲۲الاحزاب، آیت۵۷)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو خدا اور رسولؐ کو تکلیف اور اذیت دیتے ہیں ان پر خدا نے دنیا وآخرت دونوں میں لعنت کی ہے اور ان کے لئے رسوائی کا عذاب تیار رکھا ہے۔

نوٹ:

مقدمہ فدک میں جناب ابو بکر نے فاطمہ زہراؑ کو اذیت دی، تکلیف دی ہے اور بی بی کی اذیت اور تکلیف اس طرح ہے کہ گویا نبی ﷺ کو اذیت اور تکلیف دی ہے اور یہ چیز نبی ﷺ اور آل نبی ﷺ پر ظلم ہے اور اللہ فرماتا ہے ﴿لاینال عہد الظالمین﴾ کہ ظالم کوئی بھی ہو، امت مسلم کا امام اور رہنما، اولی لامر اور خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

صاحب کتاب رحماء بینھم کا بی بی کی ناراضگی کے بارے ابو بکر کی صفائی کے لئے ایک ناتمام عذر

روایت میں غضب کے الفاظ راوی نے خود ملائے ہیں اسی لئے لفظ "قال" سے غضب کا ذکر ہے نہ کہ لفظ "قالت" سے اگر لفظ "قالت" ہوتا تو فاعل جناب عائشہ تھی۔

جواب:

ا۔ عذر مذکور میں صاحب کتاب نے اپنی پوری زندگی کی محنت کا نچوڑ نکال کر قوم کے سامنے رکھ دیا ہے۔ اس مکاری کا انعام تو اس کو اہل سنت بھائی ہی دیں گے اور اس عیاری کا صلہ ان کو ابو بکر و عمر

کی سرکار ہی سے ملے گا۔ ہم تو اتنا ہی کہیں گے کہ اس نرم گفتگو سے آل رسولؐ کے حق چھپانے کے سبق ان کو سقیفہ بنی ساعدہ سے ملے ہیں۔

۲۔ جس مہمل کلام سے اس نے حق کو چھپایا ہے اب ہم اس کی دھجیاں اڑاتے ہیں۔ مولانا موصوف نے اپنی کتاب "رحماء بینھم" کے صفحہ ۱۴۶ سے ۱۵۷ تک جلد ا میں:

۱۔ طبقات ابن سعد ۲۔ سیرت حلبیہ ۳۔ سنن الکبریٰ

۴۔ اعتقاد علی مذہب السلف ۵۔ کتاب الموافقہ ۶۔ ریاض النضرہ

۷۔ تحفہ اثنا عشریہ

ان سات کتب معتبرہ اہل سنت سے شعبی اور اوزاعی سے یہ روایت لکھی ہے کہ رسول اللہؐ کی بیٹی فاطمہ زہراءؑ جب ابو بکر پر ناراض ہوئی تو ابو بکر بی بی کو راضی کرنے کے لئے بی بی کے دروازے پر آیا اور دھوپ میں کھڑا رہا۔

دوا وہی کھاتا ہے جو مریض ہو۔ ابو بکر کا معافی مانگنے کے لئے آنا اور جناب اوزاعی کی روایت کے بموجب در زہراءؑ پر دھوپ میں کھڑا رہنا اس امر کا ثبوت ہے کہ جناب ابو بکر پر جناب فاطمہ زہراءؑ کے ناراض ہونے میں کوئی شک نہیں اور قال و قالت والی ساری محنت بیکار ہے ورنہ اہل سنت کے علماء کو کیا سوجھی کہ ایک ایسا جھوٹا فسانہ بنا گئے کہ جس میں خلیفہ کی ہتک ہے۔

۳۔ مولانا موصوف نے پھر مرسل شعبی کی توثیق بھی "فتح الباری" سے پیش کی ہے۔ شاباش! آپ اہل سنت کے مناظر اعظم ہیں۔ اہل سنت کی مرضی کہ وہ آپ کی عقل پر ہنسیں یا روئیں۔ اگر مرسل شعبی درجہ صحت رکھتی ہے تو بی بی کی ناراضگی تو یقینی ہو گئی۔ اس میں کوئی شک نہ رہا اور فاطمہ زہراءؑ کو ناراض کرنا ظلم ہے اور اللہ فرماتا ہے: ظالم کوئی بھی ہو، امام نہیں ہو سکتا۔ پس جب ابو بکر نے فاطمہ زہراءؑ کو ناراض کیا تو کرسی خلافت سے برخاست ہو گیا کیونکہ ہم تو جناب ابو بکر کو کسی صورت میں بھی امام اور خلیفہ نہیں مانتے اور اہل سنت کا وہ اجماعی خلیفہ ہے۔ فاطمہ زہراءؑ کو ناراض کرنے سے پہلا اجماع ٹوٹ گیا اور دوبارا اجماع ہوا ہی نہیں۔

ابن تیمیہ کا ایک بوگس اور ناتمام عذر

"منہاج السنہ" میں ہے کہ فاطمہ زہراؑ کا یہ کہنا کہ میں اپنے باپ رسول اللہؐ سے تمہاری شکایت کروں گی، کسی امر کی نبی ﷺ سے شکایت کرنا درست نہیں کیونکہ شکایت تو صرف اللہ کے سامنے کی جاتی ہے۔

جواب:

ا۔ اللہ کے غیر کو اللہ سمجھ کر شکایت کرنا درست نہیں۔ اس کے علاوہ غیر اللہ خواہ نبی ہو یا غیر، اس سے شکایت کرنا درست ہے۔ ثبوت ملاحظہ ہو:

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ۔ (پ۲۰ سورہ القصص، آیت ۱۵)

ترجمہ: جو شخص حضرت موسیٰ کے شیعہ سے تھا اس نے جناب موسیٰ سے مدد کی فریاد کی۔ اس آدمی کے خلاف جو اس کا دشمن تھا۔

۲۔ جناب عباس کا قریش کے رویہ کے خلاف نبی کریم ﷺ سے شکایت کرنا اور صفیہ زوجہ نبی کا دیگر ازواج نبی کے خلاف نبی سے شکایت کرنا اور مہاجرین وانصار کا جناب عمر کی تند مزاجی کی ابو بکر سے شکایت کرنا کتب اہل سنت میں مذکور ہے۔

صاحب کتاب رحماء بینھم کی ایک اور مکاری

موصوف نے کئی قسم کی من گھڑت روایات اپنی کتابوں سے لکھ ماری ہیں کہ فاطمہ زہراؑ ناراضگی کے بعد راضی ہو گئی تھی۔

جواب:

اگر مولانا نے اہل سنت کی کتب کی روایات اہل سنت کی خاطر لکھی ہیں تو خواہ مخواہ کتاب کے ورق سیاہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اہل سنت کے لئے موصوف کا فتویٰ یا ایک روایت ہی کافی تھی اور اگر وہ روایت موصوف نے اہل تشیع کی خاطر لکھی ہیں تو مولانا کو چاہے تھا کہ شیعوں کی ان کتابوں کا حوالہ دیتے جن میں یہ روایات درج ہیں کیونکہ شیعوں کی نگاہ میں تو بخاری شریف جیسی کتاب کی بھی کوئی وقعت نہیں۔ اہل تشیع کتب اہل سنت کو صرف الزامی جوابات کے لئے پیش کرتے ہیں۔

ابن میثم کی عبارت میں صاحب کتاب رحماء بینھم کی مجرمانہ خیانت

مولانا موصوف نے "شرح میثم" میں لفظ رضیت بہ لکھا ہوا دیکھا اور سمجھا کہ بس میدان مار لیا۔ ملاں موصوف نے عبارت کا اول حصہ بھی چھوڑ دیا اور آخر بھی چھوڑ دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کے پیروکار ہیں جن کی شان میں رب نے فرمایا عَلِمَ اللّٰہُ انکم تختانُونَ۔ ہم چند اقتباسات "شرح میثم" سے پیش کرتے ہیں اور قارئین کو دعوت انصاف دیتے ہیں۔

وذکرھا فی معرض حکایۃ حالہ وحال القوم معہ علی سبیل التشکی التظلم ممن اخذھا منھم الی اللّٰہ سبحانہ وتسلیم الامر لہ والرضا بکونہ حکماً۔

ترجمہ : "شارح میثم" فرماتے ہیں کہ جناب نے یہ خطبہ "کانت بایدینا فدک" درد دل کے اظہار کے لئے فرمایا ہے اور اس کلام سے جناب امیرؑ جن لوگوں نے ظلم کر کے فدک چھینا تھا ان کی اللہ کے حضور میں شکایت کر رہے ہیں۔ اس خطبے میں لفظ تشکی اور تظلم دونوں موجود ہیں اور یہ ملاں جس طرح بصیرت کا اندھا ہے اس طرح بصارت کا اندھا معلوم ہوتا ہے۔ اگر فاطمہ زہراؑ راضی ہو گئی تھیں تو حضرت علیؑ نے اپنے زمانے میں فدک کے چھن جانے کی شکایت کیوں فرمائی ہے اور غصب کرنے والوں کے خلاف اللہ کے حضور میں فریاد کیوں کی ہے؟

ثم المشھور بین الشیعہ والمتفق علیہ عندھم ان رسول اللّٰہ (ص) اعطاھا فاطمہ ورووا ذلک من طرق مختلفۃ منھا عن ابی سعید الخدری الخ

ترجمہ : شیعہ کا مشہور اور متفق علیہ مسئلہ یہ ہے کہ فدک نبی پاکؐ نے فاطمہ زہراؑ کو عطا فرمایا تھا اور اس چیز کو شیعہ نے مختلف طریق سے روایت کیا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ابی سعید خدری راوی ہیں۔

نوٹ :

یہ الفاظ بھی مولانا موصوف کو نظر نہیں آئے اور لفظ "رووا" کا فاعل اور لفظ "منھا" کی ضمیر کا مَرجَع بھی معلوم نہ ہو سکا۔ اس کے بعد "شارح میثم" نے بی بی کا وہ خطبہ ذکر کیا ہے جو خطبہ "لمہ"

کے نام سے مشہور ہے۔ اسی خطبہ کے آخر میں ہے کہ بی بی نے وصیت کی تھی کہ ابو بکر میرے جنازے میں شامل نہ ہو۔ اگر بی بی راضی ہو گئی تھی تو یہ وصیت کیوں فرمائی؟

وروی انہ لما سمع کلامہا حمداللہ الخ

اس عبارت سے مولانا موصوف کا مطلوبہ کلام شروع ہوتا ہے۔ مولانا موصوف! اللہ آپ کو انصاف کی توفیق دے لفظ "ورووا ذلک من طرق مختلفة منها" اور لفظ "وروی انہ" ان دونوں عبارتوں میں کچھ فرق معلوم ہوتا ہے یا نہیں؟ جن لوگوں نے رسول کے پہلے خلیفہ حضرت علیؑ اور اجماعی خلیفہ ابو بکر میں صحیح فرق کو نہیں پہچانا وہ ایسی دو عبارتوں میں کہ جن میں سے ایک شیعہ کی ہے اور ایک اہل سنت کی، ان دونوں میں کیا فرق کریں گے؟ اب ہم اس مولانا کی خیانت سے پردہ اٹھاتے ہیں۔

"شارح میثم" نے جب شیعوں کے عقیدہ کو بیان کیا ہے تو لفظ "رووا" صیغہ جمع مذکر غائب سے بیان کیا ہے۔ پھر اچانک انداز تحریر کو شارح نے بدلا ہے اور لفظ "روی" سے اس عبارت کو ذکر کیا ہے جو اہل سنت کا عقیدہ ہے اگر لفظ "روی" کے بعد والی عبارت بھی شیعوں کا عقیدہ ہوتا تو اس کو شارح لفظ "رووا" صیغہ جمع مذکر غائب سے بیان کرتا یا لفظ "منھا" سے بیان کرتا۔

قارئین!

ہم چار یاری مذہب کے محققین کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ بقول صاحب کتاب "رحماء بینھم" کچھ مقدار انصاف اور کچھ مقدار دیانت لے کر ساری عبارت کو جو "شرح مَیثم" میں لکھی ہے۔ غور سے پڑھیں اور اپنے اس ملاں کی خیانت کا اندازہ لگائیں۔ اس مُلاں نے جان بوجھ کر خیانت کی ہے اور اپنے مذہب کی دیانت کی ناک کاٹی ہے۔ تُف ہے اس کے انصاف پر اور تف ہے اس کی دیانت پر اور حیف ہے اس کے علم پڑھنے پر۔

"شارح میثم" نے اہل سنت کا عقیدہ بیان کیا ہے اور اپنی کتاب میں دوسرے مذہب کا عقیدہ لکھنا گناہ نہیں۔ خدا نے بھی کفار اور منافقین کے عقیدہ کو قرآن میں ذکر فرمایا ہے۔ صرف ذکر کرنے سے کفار کے عقیدے سچے نہیں ہو گئے۔

جناب سیدہ زہراءؑ کی وصیت کہ ابو بکر میرے جنازے میں شرکت نہ کرے

اس مسئلہ میں اہل بیت النبوت کا اتفاق اور اجماع ہے کہ جناب فاطمہ زہراءؑ نے وفات سے پہلے وصیت فرمائی تھی کہ ابو بکر و عمر میرے جنازے میں شریک نہ ہوں۔ اہل تشیع کی کتب اس کے ثبوت سے بھری پڑی ہیں اور ان کے حوالہ جات پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اپنے اہل سنت بھائیوں کی خاطر ان کی کتاب کو پیش کرتے ہیں۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح ابن ابی الحدید" ج۴ ص۱۳۶ خطبہ کانت بایدینا فدک

وقدبلغ ذلک من فاطمۃ حتّی انّھا اوصیت ان لا یصلّی علیھا ابوبکر۔

ترجمہ: جناب زہراءؑ کی ناراضگی ابو بکر سے اس قدر زیادہ تھی کہ بی بی نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے اوپر ابو بکر نماز جنازہ نہ پڑھے۔

خلیفہ کی صفائی کے لئے ان کے بلا اُجرت وکلاء کا ایک ناتمام عذر

اعتراض:

حضرت فاطمہؑ کے جنازہ میں کسی شخص کا بالتخصیص شریک ہونا نہ فرض تھا نہ واجب (منقول از باغ فدک)

جواب نمبر۱:

فاطمہ زہراءؑ کے جنازہ میں شرکت ہر مسلمان پر واجب اور فرض کفائی تھی اور جناب ابو بکر و عمر پر بالخصوص بی بی کے جنازہ میں شرکت کرنا اخلاقاً واجب عینی تھا۔ عذر مذکور بہت پرانا ہے۔ کہا جاتا ہے جناب ابو بکر و عمر رسولؐ کے جنازے میں بھی اس لئے شریک نہ ہوئے کہ ان پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنازہ میں شرکت فرض اور واجب نہ تھی۔ سبحان اللہ! کیا تھے یاران نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! نہ رسولؐ کے جنازہ میں شریک ہوئے اور نہ رسولؐ کی بیٹی کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ جنازہ بتولؑ میں ابو بکر کی شرکت نہ کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ کتاب "رحماء بینھم" جھوٹ کا پلندہ ہے۔

جواب نمبر۲:

اہل سنت کی معتبر کتاب "رحماء بینھم" ج۱ ص۱۷۹:

شرح اسلامی میں (پنجگانہ نماز ہو یا نماز جنازہ) کے متعلق دستور ہے کہ مسلمانوں کا امیر اور خلیفہ وقت نماز کی امامت کا اصل حق دار ہوتا ہے۔

... ہر دور کے تمام مسلمان اس مسئلہ کو بالاتفاق تسلیم کرتے ہیں۔

اسلامی تاریخ اور اسلامی کتابیں اس مسئلہ پر شاہد اور گواہ ہیں۔

نوٹ :

علماء کرام ! جب آپ کا عقیدہ یہ ہے کہ نماز جنازہ کے متعلق تو جناب ابو بکر الیکشن سے وقت کے امیر تھے تو پھر رسول اللہؐ کی بیٹی کے جنازے میں شرکت کیوں نہیں کی؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کے جنازہ میں ابو بکر کا شریک نہ ہونا اس امر کا ثبوت ہے کہ ابو بکر کے خاندانِ نبوت سے حالات درست نہیں تھے اور کتاب رحماء بینھم اکاذیب کا پلندہ۔

جناب ابو بکر کی صفائی کے لئے ابن تیمیہ کا ایک ناتمام عذر

"منہاج السنۃ" کے ذکر فدک میں اس مسئلہ پر پہنچ کر ابن تیمیہ بو کھلا گیا ہے اور حواس باختہ ہو گیا ہے۔ کہتا ہے کہ اگر مظلوم وصیت کرے کہ ظالم مجھ پر جنازہ نہ پڑھے تو یہ وصیت کوئی نیکی نہیں۔ اگر ابو بکر بی بیؑ کا جنازہ پڑھتا تو سیدہ زہراءؑ کو فائدہ پہنچتا۔

جواب :

اس ترک جنازہ میں ہمارا مقصد یہ ہے کہ فاطمہ زہراءؑ کا یہ وصیت کرنا کہ ابو بکر میرا جنازہ نہ پڑھے، یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ سیدہ زہراءؑ ابو بکر پر ناراض تھیں اور جس پر سیدہ زہراءؑ رسول اللہؐ کی بیٹی ناراض ہو اس پر رسول ناراض ہے۔

جناب ابو بکر کی حفاظت کے لئے ایک اور حفاظتی لائن

امام حسنؑ اور امام حسینؑ فاطمہ زہراءؑ کے جنازہ میں شریک نہیں ہوئے تھے (منقول از باغ فدک ص ۴۱) :

جواب :

یہ عذر سفید جھوٹ ہے اور ایک جھوٹ کا گناہ ستّر زنا کے برابر ہے دونوں امام اپنی ماں کی نماز جنازہ میں شریک ہوئے ہیں۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح ابن ابی الحدید" ج ۴ ص ۱۴۵ خطبہ کانت بایدینا فدک فلما توفیت دفنها علی لیلاً وصلی علیها وذکر فی کتابه هذا ان علیا والحسن والحسین علیهما السلام دفنوها لیلاً وغیّبوا قبرها۔

ترجمہ: جب سیدہ زہراءؑ کی وفات ہوئی تو جناب امیرؑ، امام حسنؑ اور امام حسین نے سیدہ زہراءؑ کو رات کے وقت دفن کیا۔

نوٹ:

جب حسنینؑ وقت دفن موجود تھے تو جنازہ میں بھی شریک تھے۔

صاحب کتاب رحماء بینھم کی بدترین خیانت

کتاب مذکور کے ج ۱ ص ۱۶۷ میں شیعوں کی کتاب "سُلیم بن قیس ہلالی" کی ایک روایت کو اس طرح توڑ موڑ کر پیش کیا گیا ہے کہ انصاف اور دیانت کا جنازہ نکل گیا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

قال له ابوبکر وعمر کیف بنت رسول اللہ (ص)۔

ترجمہ: جناب ابو بکر وعمر نے حضرت علیؑ سے بنتِ رسول کی احوال پرسی کی۔

مُلاں موصوف کا مقصد یہ ہے کہ وہ آپس میں شیر و شکر تھے۔

جواب:

اس روایت سے چار یاری مذہب کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا کیونکہ اصل واقعہ یوں ہے جناب ابو بکر وعمر نے جناب امیرؑ سے عرض کی تھی کہ فاطمہ بنت رسولؐ کا حال کیسے ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ بنت رسولؐ ہم سے ناراض ہے۔ آپ ہمیں ان کے پاس لے جائیں۔ ہم معذرت کرنا چاہتے ہیں۔ جناب امیرؑ ان کو بی بی کے پاس لے آئے۔ سیدہ زہراءؑ نے فرمایا: تم دونوں نے مجھے دکھ پہنچایا ہے اور میں مرتے دم تک تم سے راضی نہیں ہوں گی اور اللہ اور رسول سے تم دونوں کی شکایت کروں گی۔

چار یاری مذہب کے علماء کو ہمارا چیلنج ہے کہ اصل کتاب ملاحظہ کریں اور اپنے اس ملاں کی خیانت کا اندازہ لگائیں۔

صاحب کتاب رحماء بینھم کی ایک اور بدترین خیانت

کتاب مذکور کے ص۱۶۸ میں کتاب "سلیم" کی ایک روایت کی قطع و برید کی گئی:

فاقبل ابوبکر وعمر تعزّیان علیاً ویقولون له یا ابا الحسن لاتسبقنا باالصلوٰۃ علی بنت رسول اللہ (ص)۔

ترجمہ: بی بی کی وفات کے بعد جناب ابوبکر و عمر نے جنابِ علی کو پُرسہ دیا اور عرض کی کہ ہم سے پہلے بی بی کا جنازہ نہ پڑھنا۔

مُلّاں موصوف کا مقصد یہ ہے کہ جب شیخین نے کہا کہ ہم سے پہلے جنازہ نہ پڑھنا تو پس بی بی پر جنازہ ابوبکر ہی نے پڑھا ہے۔

مولانا کا اجتہاد بالکل معاویہ والا ہے۔ ان الفاظ سے چار یاری مذہب کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا کیونکہ ان الفاظ کے بعد یہ لکھا ہوا ہے کہ حضرت علیؑ نے ابوبکر کی گزارش کی کوئی پرواہ نہ کی اور سیدہ زہراءؑ کو رات کے وقت دفن کر دیا۔ جب صبح ابوبکر پہنچے اور صورت حال معلوم ہوئی تو بہت غصے ہوئے۔ عمر نے یہاں تک کہہ دیا کہ ہم سیدہ زہراءؑ کی قبر کھودیں گے اور دوبارہ نماز جنازہ ہم خود پڑھیں گے۔ جناب امیرؑ نے فرمایا: ضحاک کے بیٹے! اگر تُو نے ایسا کیا تو میں تلوار اٹھاؤں گا۔

نوٹ:

کتابِ "سُلَیم" والی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آل نبی اور یارانِ نبی ابوبکر و عمر میں سخت دشمنی تھی۔

صاحب رسالہ باغِ فدک کا ایک سفید جھوٹ

موصوف اپنے "رسالہ باغ فدک" کے ص ۴۳ میں لکھتے ہیں کہ "بخاری" یا "صحاح" کی کسی روایت سے یہ ثابت نہیں کہ حضرت ابوبکر بی بی کی نماز جنازہ میں شریک نہ تھے۔

جواب:

اس مولانا کو جھوٹ لکھتے ہوئے شرم نہیں آئی۔ ایک جھوٹ اور ستّر زنا والی حدیث بھی بھول گئے۔ ابوبکر کا جنازہءِ زہراءؑ میں شرکت نہ کرنا "بخاری شریف" میں لکھا ہے۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح بخاری" ج۵ ص۱۳۹ باب غزوہ خیبر ط مصر:

فلمّا توفّیت دفنها زوجها علی لیلاً ولم یوزن بها ابابکر وصلّی علیها وکان لعلی من الناس وجه حیات فاطمة فلما توفیت استنکر علی وجوه الناس۔

ترجمہ: جب سیدہ زہراءؑ نے وفات پائی تو ان کے شوہر حضرت علیؑ نے ان کا جنازہ پڑھ کر رات کے وقت دفن کر دیا اور ابو بکر کو اطلاع بھی نہ دی۔ سیدہ زہراءؑ کی زندگی میں بی بی کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں حضرت علیؑ کی کچھ عزت تھی۔ سیدہ کی وفات کے بعد لوگوں کے رخ بدل گئے۔

نوٹ:

چار یاری مذہب کے علماء پر اللہ رحم کرے! اپنے خلیفے ابو بکر کی محبت میں کچھ ایسے دیوانے ہیں کہ جھوٹ لکھتے ہوئے بھی شرم نہیں آتی۔ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ خلیفہ کی عزت رہ جائے خواہ اپنا دین و دیانت رہے یا نہ رہے۔

صاحب کتاب رحماء بینھم اس روایت کے جواب میں حواس باختہ ہو گیا ہے

کتاب مذکور کے ص۱۹۱ میں اس کے جواب کو شروع کیا ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ یہ قول زہری کا ہے صحابی کا نہیں اور کبھی کہتا ہے یہ روایت احاد ہے خواہ مخواہ دو ورق کتاب کے سیاہ کئے ہیں اور بنا بھی کچھ نہیں۔

جواب:

یہ روایت "بخاری" میں درج ہے اور "بخاری" کی روایات کی سند میں اہل سنت کے ہاں بحث نہیں کی جاتی اور نیز تمام روایت کے الفاظ جناب عائشہ سے مروی ہیں۔ اس روایت میں کسی جگہ لفظ قال نہیں جس کا فاعل زہری ہو لہذا قال اور قالت والا سارا فلسفہ بیکار ہے۔

خلیفہ ابو بکر کی صفائی کے لئے ان کے بلا اُجرت وکلاء کا آخری ناتمام عذر

صاحب کتاب "رحماء بینھم" نے ج ا ص ۱۷۰ سے لیکر ص ۲۰۰ تک خواہ مخواہ تیس صفحات کتاب کے سیاہ کئے ہیں۔ مولانا موصوف نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے اس امر پر کہ سیدہ زہراؑ کا جنازہ ابو بکر نے پڑھا تھا اور اہل سنت کی کتابوں کے حوالے دیے ہیں۔

جواب نمبر ا :

مولانا کی ساری محنت پر "بخاری شریف" کی ایک روایت نے پانی پھیر دیا ہے۔ ہم روایت نقل کر چکے ہیں کہ بی بی پر نماز جنازہ حضرت علیؑ نے پڑھی تھی اور ابو بکر کو اطلاع نہیں دی تھی۔ بخاری کی روایات کے سامنے اہل سنت کے عقیدہ کے موجب دوسری اہل سنت کی کتابوں کی روایات کی کوئی وقعت نہیں ہے۔

جواب نمبر ۲ :

فاطمہ زہراؑ پر ابو بکر کے جنازہ پڑھنے والی روایت کو خود اہل سنت کے محدث نے جھٹلایا ہے

ثبوت ملاحظہ ہو :

اہل سنت کی معتبر کتاب "الاصابہ فی تمیز الصحابہ" ج ۴ ص ۳۶۷ ذکر فاطمہ بنت محمد مؤلف ابن حجر عسقلانی :

وروی الواقدی من طریق الشعبی قال صلی ابوبکر علی فاطمۃ وھذا فیہ ضعف وانقطاع وقد روی بعض المتروکین عن مالک عن جعفر بن محمد عن ابیہ نحوہ ووھاہ الدارقطنی۔

ترجمہ : سیدہ زہراؑ پر ابو بکر کے نماز پڑھنے والی روایت کو شعبی کے طریق سے واقدی نے روایت کیا ہے۔ اور اس روایت میں ضعف ہے اور انقطاع ہے اور کچھ متروکین نے بھی اس روایت کو جعفر بن محمد سے روایت کیا ہے۔ اور اس روایت کو دار قطنی نے ضعیف قرار دیا ہے۔

نوٹ :

جس حدیث کو خود اہل سنت کے علماء اور محدث ضعیف لکھیں، اس حدیث کو اہل تشیع کے سامنے پیش کرنے سے چار یاری مذہب کے مناظرین کو شرم آنی چاہیے۔

جناب ابو بکر کی صفائی کے لئے ایک اور بوگس عذر

"رسالہ باغ فدک" اور کتاب "رحماء بینھم" میں اہل سنت کے دونوں مولانا نے اس امر پر بڑا زور دیا ہے کہ اگر فاطمہ زہراؑ ابو بکر پر ناراض تھیں تو ابو بکر کی زوجہ اسماء بنت عمیس جناب زہراءؑ کے غسل وکفن میں کیوں شامل ہوئیں۔

جواب:

ضروری نہیں کہ میاں اور بیوی کی طبیعت ایک جیسی ہو۔ رسول خدا جناب علی اور زہراءؑ کو دوست رکھتے تھے اور بی بی عائشہ زوجۂ رسول کو علی اور زہراءؑ سے سخت نفرت تھی۔ اسی طرح اسماء بنت عمیس زوجۂ ابو بکر کو اہل بیت رسول سے بہت عقیدت اور محبت تھی اور جناب ابو بکر کو آل نبی سے سخت عداوت تھی۔ نہ نبی کریم ﷺ عائشہ کی طبیعت اور مزاج کو بدل سکے اور نہ ابو بکر اسماء کی طبیعت اور مزاج کو بدل سکے۔

جناب عائشہ کو فاطمہ زہراءؑ نے اپنے غسل وکفن میں شرکت سے روک دیا

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ یعقوبی" ج ۲ ص ۱۰۵ ذکر وفات رسول اللہؐ مؤلف احمد بن ابی یعقوب المتوفی ۲۹۲ھ:

> وکان بعض نساء رسول اللہ (ص) أتینھا فی مرضھا فقلن یا بنت رسول اللہ (ص) صیری لنا فی حضور غسلک حظا قالت أتردن تقلن فی کما قلتن فی امی لاحاجۃ لی فی حضورکن۔
>
> **ترجمہ:** جناب زہراءؑ کے پاس آخری مرض میں کچھ رسول اللہؐ کی بیویاں آئیں اور عرض کی: اے بنت رسول! ہمیں اپنے غسل میں حاضر ہونے کا شرف عطا کیجئے۔ بی بی نے فرمایا: تم میرے متعلق وہی بات کہنے کا ارادہ رکھتی ہو جو بات تم نے میری ماں کے متعلق کہی تھی؟ میرے غسل کے وقت تمہارے حاضر ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔

نوٹ :

اگرچہ روایت میں نام بی بی عائشہ کا نہیں ہے لیکن مادر فاطمہ جناب خدیجہؑ پر تنقید بی بی عائشہ ہی کرتی تھی لہٰذا جناب عائشہ ہی مراد ہے۔

جناب عائشہ کا یہ کلام مشہور ہے تاریخ میں کہ خدیجہؑ ایک بوڑھی تھی قریش کی بوڑھیوں سے۔ جب میرے جیسی کنواری آپ کو مل گئی ہے تو پھر آپ کو کس چیز کا غم ہے؟

اگر تسلی نہیں ہوئی تو مزید سنیئے

جنازہ زہراؑ پر آنے سے جناب عائشہ کو سختی سے روکا گیا تھا اور جناب ابو بکر کی سفارش کو بھی ٹھکرادیا گیا تھا

ثبوت ملاحظہ ہو :

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "الاستیعاب فی اسماء الاصحاب" ج ۴ ص ۳۷۶ ذکر فاطمہ بنت محمدؐ۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "جذب القلوب الی دیار المحبوب" ص ۲۱۹ ذکر صبر فاطمہ بنت محمدؐ۔

۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "وفاء لوفا" باخبار دار المصطفےٰ ج ۳ ص ۹۰۴۔

۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "کنز العمال" ج ۷ ص ۱۱۴ کتاب الفضائل من قسم الافعال۔

۵۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ خمیس" ج ۱ ص ۲۷۷ ذکر فاطمہ بنت رسول اللہؐ ۔

۶۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ" حرف الفاء ج ۷ ص ۲۲۶۔

۷۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ذخائر العقبیٰ" ص ۵۳ ط، قاہرہ۔

"الاستیعاب" کی عبارت ملاحظہ ہو :

فلما توفیت جاء ت عائشه تدخل فقالت اسماء لا تدخلی فشکت الی ابی بکر فقالت ان هذه الخثعمیة تحول بیننا وبین بنت رسول الله (ص) وقد جعلت لها مثل هو دج العروس فجاء ابوبکر فوقف علی الباب فقال یا اسماء ما حملک علی ان منعت ازواج النبی ان تدخلن علی بنت رسول الله (ص)۔

ترجمہ : سیدہ زہراءؑ کی وفات کے بعد جناب عائشہ آئی اور اندر آنے کا ارادہ کیا لیکن اسماء نے سختی سے روک دیا۔ جناب عائشہ اپنے باپ ابو بکر کے پاس شکایت لے گئی کہ یہ خثعمیہ مجھے بنت رسول کے جنازے سے روکتی ہے اور کوئی شے بی بی کے لئے مثل ہودج بنائی ہے۔ جناب ابو بکر خود آئے اور دروازے پر ٹھہرے اور پوچھا کہ اے اسماء تو ازواج نبی کو کیوں روکتی ہے ؟ اسماء نے کہا بی بیؑ نے خود منع فرمایا تھا۔

نوٹ :

ہمارے مذکورہ بیان سے یہ بات روشن ہے کہ جناب ابو بکر اور بی بی عائشہ ان دونوں پر جناب زہراءؑ ناراض تھیں اور جن لوگوں پر رسول کی بیٹی ناراض تھی وہ محبوب رسول نہیں تھے۔

عصمت اہل بیت النبوت پر چار یاری مذہب کے علماء کا جادحانہ حملہ

اعتراض:

اگر ابو بکر نے سیدہ زہراءؑ کو ناراض کیا ہے تو کیا ہوا؟ کیونکہ سیدہ زہراءؑ اور ان کے شوہر حضرت علیؑ میں بھی بعض اوقات ناچاکی ہو جاتی تھی۔

جواب:

یہ الزام سراسر جھوٹ اور بہتان ہے۔ ابن تیمیہ نے "منہاج السنۃ" ذکر فدک میں یہ ڈفلی بجائی ہے اور پھر شاہ عبدالعزیز نے "تحفہ اثناعشریہ" میں اسی بات پر خوب رقص کیا ہے اور پھر صاحب "رسالہ باغ فدک" اور صاحب کتاب "رحماء بینھم" نے اس جھوٹ کو دین وایمان سمجھ کر اس پر خوب روشنی ڈالی ہے اور چار عدد جھوٹے واقعات ثبوت میں پیش کئے ہیں۔ ہم پہلے تو قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ سیدہ زہراءؑ اور ان کے شوہر حضرت علیؑ کی ازدواجی زندگی عصمت کی حدود میں گزری ہے اور کبھی بھی ایک دوسرے پر زیادتی نہیں فرمائی اور اس کے بعد ان چار عدد واقعات پر تنقید کر کے جھوٹا ثابت کریں گے۔

قرآن کریم کی گواہی کہ سیدہ زہراءؑ اور حضرت علیؑ کی ازدواجی زندگی عصمت کی حدود میں گزری ہے۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

مَرَجَ الْبَحْرَينِ يَلْتَقِيَانِ۔ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ۔ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ۔ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ۔ (پ۲۷س الرحمٰن)

ترجمہ: اللہ نے دو دریائے (طہارت وعصمت) ملائے ہیں۔ ان دونوں کے درمیان ایک برزخ ہے اور وہ دونوں ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے اور ان دونوں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔

نوٹ:

عصمت وطہارت کے دو دریا حضرت علیؑ اور جناب زہراءؑ ہیں۔ برزخ سے مراد رسول اللہؐ ہیں۔ موتی اور مونگے سے مراد حسن اور حسین ہیں۔

معنی مذکور کا اہل سنت کی معتبر کتب سے ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر الدرّ المنثور" ج۶ ص ۱۴۳۔
۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تذکرہ خواص الامہ" ص ۱۳۴ الباب التاسع۔
۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ینابیع المودۃ" ص ۱۱۸ باب ۳۹۔
۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "نور الابصار" ص ۱۱۲ ذکر مناقب علی الفصول المہمہ ص ۲۸۔

"در منثور" کی عبارت ملاحظہ ہو:

عن ابن عباس فی قوله ﴿مرج البحرين يلتقيان﴾ قال علی علیہ السلام وفاطمه علیہا السلام ﴿بينهما برزخ لا يبغيان﴾ قال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ﴿يخرج بينهما اللولو والمرجان﴾ قال الحسن علیہ السلام والحسن علیہ السلام۔

ترجمہ: ابن عباس فرماتے ہیں دو دریاؤں سے مراد علیؑ اور فاطمہؑ ہیں۔ برزخ سے مراد رسول اللہؐ ہیں اور موتی اور مونگے سے مراد حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔

"ینابیع المودۃ" کی عبارت:

عن ابی سعید الخدری وابن عباس وانس بن مالک وروی سفیان بن عینیة عن جعفر الصادق فی تفسیر هذه الآیة قالوا علیؑ وفاطمةؑبحران عمیقان ۔ لایبغی احدهما علی صاحبه و﴿بینهما برزخ ﴾ هو رسول اللّٰہ(ص) ﴿یخرج منهما اللؤلؤ والمرجان﴾ هما الحسنؑوالحسینؑ۔

ترجمہ : تین صحابی اور امام علیہ السلام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ سیدہ زہراءؑ اور حضرت علیؑ (رازہائے) قدرت کے دو گہرے دریا ہیں۔ ایسے دو دریا کہ ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے اور ان کے درمیان برزخ رسول اللہؐ ہے اور ان سے جو موتی اور مونگے نکلتے ہیں وہ حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔

قولہ تعالیٰ ﴿لایبغیان﴾

وہ دونوں ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے (ترجمہ شاہ رفیع الدین)

نوٹ :

ارباب انصاف!

حق تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمادیا ہے کہ علیؑ اور سیدہ زہراءؑ عصمت مآب جوڑا ہے جو ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتا لہٰذا ان دونوں میں ناراضگی کا پیدا ہونا محال ہے ورنہ لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ قرآن کی خبر جھوٹی ہو۔

فرع :

اگر کسی کتاب میں کوئی ایسا واقعہ ملے جس سے یہ ظاہر ہو کہ اس عصمت مآب جوڑے میں ایک دوسرے پر ناراضگی واقع ہوئی تو وہ واقعہ قرآن کے مخالف ہے اور جو واقعہ کتاب اللہ کے مخالف ہو وہ جھوٹا ہے۔

چار یاری مذہب کے پیش کردہ چار عدد واقعات جھوٹے ہیں

پہلا واقعہ:

صاحب کتاب "رحماء بینھم" "بحارالانوار" کے ج۱۰ص۴۳ باب کیفیۃ معاشر تھامع علی سے یہ واقعہ پیش کیا ہے۔

ملخّص واقعہ یوں ہے کہ ایک روز نبی کریم ﷺ گھر سے خوشی خوشی باہر آئے۔ اصحاب نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں نے علیؑ اور زہراءؑ میں صلح کرادی ہے۔ کسی بات پر ان میں ناچاقی پیدا ہو گئی تھی۔

جواب:

اہل سنت کے محققین کو ہمارا چیلنج ہے کہ وہ اصل کتاب کو دیکھیں اور فیصلہ کریں۔ اس روایت کی سند جناب ابوہریرہ پر ختم ہوتی ہے اور اہل تشیع کے نزدیک ابوہریرہ جھوٹے راوی ہیں لہٰذا یہ روایت بھی جھوٹی ہے۔

اعتراض:

پھر اس جھوٹی روایت کو علامہ مجلسی نے ذکر کیوں فرمایا ہے۔

جواب:

دوسرے مذہب کے عقیدہ کی روایت کو اپنی کتاب میں ذکر کرنا کوئی جرم نہیں۔ اللہ نے بھی قرآن پاک میں کفار و منافقین کے عقائد ذکر کئے ہیں۔

جواب نمبر۲:

والاخبار المشتملۃعلی منازعتہما ماّولۃ۔

اس روایت کے ذکر کرنے کے بعد خود علامہ مجلسی اس جیسی روایات کو ٹھکرا رہے ہیں اور جس روایت کو لکھ کر خود ہی محدث ٹھکرادے وہ روایت مناظرہ میں مدمقابل کے سامنے بطورِ مسلمات خصم پیش نہیں کی جاتی۔

جواب نمبر۳:

قال الصدوق لیس ھذا الخبر عندی بمعتمد ولا ھو لی بمعتقد۔

"بحار" کے اسی صفحہ پر علامہ مجلسی نے شیخ صدوق کا جو کہ شیعہ محدث ہیں یہ قول نقل کیا ہے کہ اس روایت پر نہ ہمارا اعتقاد ہے اور نہ ہی اعتماد ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ روایت بطور مسلمات خصم الزام کے قابل نہیں ہے۔ صاحب کتاب "رحماء بینہم" اگر انصاف سے کام لیتے تو ان کو یہ روایت پیش کرنے سے شرم کرنا چاہیے تھی۔

دوسرا واقعہ:

صاحب کتاب "رحماءبینهم" نے "علل الشرائع" باب ۱۳۰ سے نقل کیا ہے ملخص واقع یوں ہے:

> عن ابی ذر قال کنت انا وجعفر بن ابی طالب مهاجرین الی بلاد الحبشة فاهديت لجعفر جارية الخ۔
>
> ابوذر صحابی رسول فرماتے ہیں کہ میں اور جعفر بن ابی طالب حبشہ کی طرف ہجرت کر کے گئے۔ وہاں جناب جعفر کو ایک کنیز ہدیۃً ملی۔ جب ہم مدینہ واپس آئے تو وہی کنیز جناب جعفر نے اپنے بھائی جناب علیؑ کو ہدیہ کر دی۔ ایک دن فاطمہ زہراءؑ نے حضرت علیؑ کا سر اسی کنیز کی گود میں دیکھا پس اس کے بعد سیدہ زہراءؑ جناب علی سے ناراض ہو گئی اور اپنے بابا سے جا کر شکایت کی۔

جواب نمبر ۱:

ارباب انصاف! جو مولانا اس واقعہ سے جناب علیؑ پر الزام قائم کر رہا ہے، اس کی عقل پر گریہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ تمام واقعہ کا دار و مدار ابوذر کی گواہی پر ہے اور یہ تمام کا تمام سفید جھوٹ ہے کیونکہ جناب ابوذر غفاری ہجرت کر کے حبشہ گئے ہی نہیں۔ یہ جھوٹ کسی اور نے ابوذر کے سر تھوپ دیا ہے۔

ابوذر کا حبشہ کی طرف ہجرت نہ کرنے کا ثبوت

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "الاستیعاب فی الحاد اصحاب" ج ۱ ص ۲۱۴ باب جندب۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "الاصابہ فی تمیز الصحابہ" حرف ذال۔

"اصابہ" کی عبارت:

وانصرف الی بلاد قومہ فاقام بھا حتی قدم رسول اللہ المدینۃ ومضت بدر واحد ولم تتھیا لہ الھجرت الا بعد ذلک۔

"استیعاب" کی عبارت:

ثم رجع الی بلاد قومہ بعد ما اسلم فاقام بھا حتی مضت بدر واحد والخندق ثم خادم علی النبی لمدینۃ۔ (قادم ہونا چاہیے میری نظر میں)

دونوں عبارات کا مطلب یہ ہے کہ جناب ابوذر اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی قوم میں واپس آگئے اور وہیں رہے حتیٰ کہ بدر، اُحد اور خَندق کی لڑائیاں ہوئیں۔ اس کے بعد ابوذر ہجرت کر کے مدینہ آئے۔

نوٹ :

چار یاری مذہب کے علماء کا فرض ہے کہ وہ ثابت کریں کہ ابوذر ہجرت کر کے حبشہ گیا ہے اور جب ابوذر حبشہ گئے ہی نہیں تو معلوم ہوا کہ کنیز والا سارا واقعہ جھوٹا ہے۔

جواب نمبر ۲ :

فلما قدمنا المدینۃ۔

اس کنیز والے واقعہ میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ ابوذر کہتا ہے کہ میں اور جعفر دونوں مل کر مدینہ آئے اور یہ تمام جھوٹ ہے۔ کیونکہ جناب جعفر ابن ابی طالب فتح خیبر کے بعد حبشہ سے واپس آئے ہیں اور فتح خیبر سات ہجری میں ہوئی ہے اور ابوذر جنگ خندق کے بعد مدینہ میں ہجرت کر کے آئے ہیں اور جنگ خندق پانچ ہجری میں ہوئی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جناب جعفر سے پہلے حضرت ابوذر مدینہ پہنچ چکے تھے۔ لہٰذا جناب ابوذر نہ حبشہ گئے ہیں اور نہ ہی آئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ کنیز والا تمام واقعہ جھوٹا ہے۔

جواب نمبر ۳ :

اس روایت کا ایک راوی ابن اسرائیل ہے جسے کتب رجال میں مجہول لکھا گیا ہے اور یہ جھوٹا واقعہ اسی کا بنایا ہوا معلوم ہوتا ہے اور صاحب کتاب "رحماء بینھم" کی ساری تحقیق سوچ بچار کی نعمت سے "اصحاب ثلاثہ" کی برکت سے خالی ہے۔

اگر تسلی نہیں ہوئی تو اور سنیئے:

بخاری شریف کا دھماکہ

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح بخاری" ج۲ص۷۹ کتاب الجنائز۔

۲- اہل سنت کی معتبر کتاب "الاصابہ فی تمیز الصحابہ" ج۴ص۴۶۶ حرف الکاف۔

۳- اہل سنت کی معتبر کتاب "طبقات الکبریٰ لابن سعد" ج۸ص۳۸ ذکر ام کلثوم۔

"بخاری" کی عبارت ملاحظہ ہو:

قال رسول اللہ (ص) جالس علی القبر قال فرأیت عینیہ تدمعان قال فقال ھل منکم رجل لم یقارف الیلۃ فقال ابو طلحۃ انا قال فانزل قال فنزل فی قبرھا۔

ترجمہ: جب ام کلثوم کی وفات ہوئی اور ان کو دفن کیا جا رہا تھا تو نبی کریم ﷺ قبر پر بیٹھے تھے۔ راوی کہتا ہے کہ حضورؐ کی آنکھیں آنسو برسا رہی تھیں اور آنجناب نے فرمایا کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس نے آج کی رات عورت سے جماع نہ کیا ہو۔ ابو طلحہ نے کہا: میں نے نہیں کیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ تم قبر میں اترو۔

صاحب عمدۃ القاری محمود احمد عینی نے چوراہے میں بھانڈا پھوڑ دیا

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری" ج۴ص۸۵ کتاب الجنائز

ویقال ان عثمان فی تلک باشر جاریۃ لہ فعلم رسول اللہ (ص) بذلک فلم یعجبہ حیث شغل عن المریضۃ المحتضرۃ بھا وھی ام کلثوم زوجتہ بنت النبی فاراد أن لا ینزل فی قبرھا معاتبۃ علیہ۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جس رات ام کلثوم زوجہءِ عثمان (بقول اہل سنت بنت نبی) نے وفات پائی ہے اسی رات ادھر کلثوم اللہ کو جان دے رہی تھی اور ادھر "پیکر شرم وحیا" حضرت عثمان اپنی ایک کنیز سے جماع کر رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ کو اس یار کی حرکت کا پتہ چل گیا تھا لہٰذا عثمان کا اس

مریضہ کی جو کہ بقول اہل سنت بنت نبی ہے اور اللہ کو جان دے رہی تھی اس کی تیمار داری نہ کرنا اور ساری رات ایک کنیز سے عیش و عشرت اور جماع کرتے رہنا عثمان کی اس حرکت سے نبی پاک عثمان پر سخت غضب ناک تھے لہٰذا ام کلثوم کے وقتِ دفن نبی کریمﷺ نے گوارا نہ فرمایا کہ عثمان ام کلثوم کی قبر میں اترے کیونکہ آنجناب عثمان پر ناراض تھے۔

نوٹ :

ارباب انصاف ! اس یار نبی کی اس حرکت کو پڑھنے کے بعد آپ ایک مرتبہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ضرور پڑھیں۔ چار یاری مولانا نافع جناب امیرؑ پر یہ الزام دیتا ہے کہ آنجناب کا سر ایک کنیز کی گود میں بنت رسول فاطمہ زہراؑ نے دیکھا تو بی بی ناراض ہوئیں اور رسول اللہؐ بھی ناراض ہوئے۔ اس مولانا سے کوئی پوچھے کہ جس کنیز کے متعلق آپ نے حضرت علیؑ کو مورد الزام ٹھہرایا ہے اس کا دنیا میں وجود ہی نہیں تھا اور اس کو حبشہ سے لانے والا گواہ ابوذر حبشہ گیا ہی نہیں۔

بالفرض: اس خبر سے کہ میرے داماد کا سر اس کی کنیز کی گود میں تھا نبی کریمﷺ حضرت علیؑ سے ناراض ہوگئے تو عثمان ابن عفان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ جب نبی کریمﷺ کو معلوم ہوا ہوگا کہ ام کلثوم میری بیٹی (بقول اہل سنت) اللہ کو جان دے رہی تھی اور عثمان ابن عفان اپنی ایک کنیز سے جماع کر رہا تھا تو عثمان ابن عفان پر نبی کریمﷺ کی طرف سے کتنے غضب کے پہاڑ ٹوٹے ہوں گے۔

تیسرا واقعہ:

صاحب کتاب "رحماء بینہم" نے "علل الشرائع" باب ۱۴۹ سے نقل کیا ہے:

قال انہ جاء شقی من الاشقیاء الی فاطمۃ بنت رسول اللہ (ص) فقال لھا اما علمت ان علیا قد خطب بنت ابی جھل۔

ملخّص واقعہ یوں ہے کہ کسی شقی بدبخت نے آکر جناب زہراؑ سے کہا کہ بی بی آپ کو کیا معلوم نہیں کہ جناب امیرؑ ابو جہل کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتے ہیں؟ سیدہ زہراؑ نے فرمایا: کیا یہ بات حق ہے؟ اس نے کہا یہ حق ہے۔ اس

کے بعد سیدہ ناراض ہوئیں اور بچوں کو لے کر اپنے باپ کے پاس چلی گئیں اور نبی کریم ﷺ کو بھی اس بات سے صدمہ ہوا۔

جواب نمبر ۱ :

یہ روایت بالکل سفید جھوٹ ہے کیونکہ خدا قرآن میں فرماتا ہے :

إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ۔ (الحجرات/۶)

اگر کوئی فاسق خبر لائے تو تحقیق کر کے اس کی بات مانو۔

جناب زہراءؑ ان ملوانوں سے قرآن کی زیادہ عالم تھیں۔ روایت مذکور کے آغاز میں ہے کہ ایک شقی آیا۔ جو شقی ہے وہ فاسق ہے لہذا بغیر تحقیق کے اس فاسق کی خبر کو مان لینا اور ناراض ہو جانا، یہ بی بی زہراءؑ کی شان سے دور ہے لہذا روایت مذکورہ ہی جھوٹی ہے۔

جواب نمبر ۲ :

ابو جہل کی بیٹی آٹھ ہجری میں فتح مکّہ کے وقت مکّہ میں تھی اور بڑی زبان دراز تھی۔

ثبوت ملاحظہ ہو :

اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ ابو الفدا" ج ۱ ص ۱۶۵ ذکر فتح مکّہ :

ولما جاء وقت الظهر یوم الفتح أذن بلال علی ظهر الکعبة فقالت جویریة بنت ابی جهل لقد اکرم الله ابی حین لم یشهد نهیق بلال فوق الکعبة۔

ترجمہ : روز فتح مکّہ جب وقت ظہر ہوا اور بلالؓ نے کعبہ کی چھت پر اذان دی تو جویریہ بنت ابو جہل کہنے لگی : خدا نے میرے باپ ابو جہل کو عزت بخشی ہے کیونکہ کعبہ پر اس بلال کے ہینگنے کے وقت وہ حاضر نہیں ہے۔

نوٹ :

ارباب انصاف ! جو عورت اذان جیسی عبادت کو گدھے کی ہینگ سے تشبیہ دیتی ہے وہ پہلے نمبر کی زبان دراز ہے اور امام اولیا علی ابن ابی طالب کو کیا مجبوری تھی کہ چار بچوں کے ہوتے ہوئے ایسی بد خلق اور بد زبان عورت سے شادی فرمائیں۔

جواب نمبر ۳ :

ملوانے اس روایت کو اس رنگ میں بھی بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا جویریہ بنت ابو جہل دشمن خدا کی بیٹی ہے اور فاطمہؑ میری بیٹی ہے لہٰذا محبوب خدا اور دشمن خدا کی بیٹیاں ایک گھر میں جمع نہیں ہو سکتیں۔

جواباً عرض ہے کہ ابوسفیان دشمن خدا تھا۔ ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ ابوالفداء" ج ا ص ۱۴۳ ذکر فتح مکہ:

فقدم ابوسفیان الی مدینة ودخل علی ابنته ام حبیبة زوج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و أراد ان یجلس علیٰ فراش رسول اللہ (ص) فطوته فقال یا بنیة ارغبت به عنی فقالت هو فراش رسول اللہ (ص) وانت مشرک نجس۔

ترجمہ: ابوسفیان مدینہ میں آیا اور اپنی بیٹی ام حبیبہ، جو زوجہ رسول تھی، اس کے گھر پہنچا اور بستر رسول پر بیٹھنے کا ارادہ کیا۔ اس کی بیٹی ام حبیبہ نے جلدی سے وہ بستر لپیٹ لیا۔ ابوسفیان نے کہا: اے بیٹی! یہ کیا؟ اس پر میرے بیٹھنے کو تو ناپسند کرتی ہے۔ اس نے کہا: یہ بستر رسول ہے اور تُو مشرک ہے نجس ہے۔

نوٹ:

ارباب انصاف! ابوسفیان دشمن خدا ہے اور اس کی بیٹی نبی کے گھر میں ہے اور چار یاری مذہب کے عقیدہ کے مطابق ابو بکر محبوب خدا ہے اور اس کی بیٹی عائشہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر ہے۔ لہٰذا دشمن خدا اور محبوب خدا کی بیٹیاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر جمع ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ سابقہ روایات جو ملوانے بیان کرتے ہیں سراسر جھوٹی ہے۔

جواب نمبر ۴:

ہمارے رسول دنیا میں عدل وانصاف کا درس دینے آئے تھے اور حضور نے جس شریعت کی تبلیغ فرمائی اس میں ہر مرد کے لئے چار عورتوں کی اجازت موجود ہے۔ بفرض محال جب جناب امیرؑ نے ابو جہل کی بیٹی سے شادی کا ارادہ فرمایا تھا تو اس وقت جناب امیرؑ کے لئے اس عورت سے شادی کرنا حلال تھا یا حرام؟ اگر حرام ہے تو جناب امیرؑ کے شایان شان نہیں کہ حرام فعل کا ارادہ کریں اور اگر اس وقت جناب کے لئے شادی کرنا حلال تھا تو نبی پاک اور حضرت زہراءؑ کے شایان شان نہیں تھا کہ وہ جناب امیرؑ کے حلال فعل کرنے پر ناراض ہوتے۔

جواب نمبر ۵:

یہ روایت "علل الشرائع" میں عمرو ابن ابی مقدم اور زیاد بن عبید اللہ سے مروی ہے۔ عمرو کو صاحب جامع الرواۃ نے ضعیف لکھا ہے اور زیاد بن عبید اللہ معاویہ کا گورنر تھا۔ امام جعفر صادقؑ کا زمانہ اس نے پایا ہی نہیں اور ابلیس کی طرح اس کا آخر برا ہے۔ یہ زیاد وہی ولد الزنا ہے جس کو معاویہ نے اپنا بھائی بنایا تھا لہٰذا یہ روایت سند کے اعتبار سے قابل قبول نہیں ہے۔

جواب نمبر ۶:

"علل الشرائع" باب ۱۲۵:

قال محمد ابن علی بن الحسین مصنف هذا الکتاب لیس هذا الخبر عندی بمعتمد ولا هو لی بمعتقد فی هذا العلة لان علیا وفاطمة ما کان لیقع بینهما کلام یحتاج رسول اللہ (ص) الی الاصلاح بینهم کان علیه سلام سید الوصیین وهی سیدة النساء العالمین مقتدیان بنبی اللہ فی حسن الخلق۔

ترجمہ: محمد ابن علی بن حسین اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ یہ روایت کہ علیؑ اور زہراءؑ میں ناچاقی ہوئی، اس پر نہ اعتماد ہے اور نہ ہی ہمارا اعتقاد ہے کیونکہ حضرت علیؑ اور سیدہ زہراءؑ میں کبھی بھی ایسا ناخوشگوار واقعہ نہیں ہوا کہ جس کے بعد نبی کریم ﷺ کو صلح کروانے کی ضرورت پڑی ہو۔ جناب امیرؑ سید اوصیاء ہیں اور حضرت زہراءؑ تمام عالم کی عورتوں کی سردار ہیں۔ یہ دونوں اخلاق نبوی کے مظہر ہیں۔

نوٹ:

شیخ صدوق کی عبارت ہر اس واقعہ اور روایت کو ٹھکرا رہی ہے جس میں جناب علی اور زہراءؑ کے درمیان ناچاکی کا ذکر ہے اور علامہ مجلسی نے بھی ان روایات کی تردید کی ہے لہٰذا ان دونوں بزرگوں کی کتابوں سے اس مسئلہ میں دلیل لانا بے انصافی ہے۔

جواب نمبر ۷:

اہل سنت کی معتبر کتاب "کنز العمال" ج ۷ ص ۵۳ کتاب الفضائل من قسم الافعال:

عن ابن عباس واللہ ما تقول انہ ما غیر ولا بدل ولا اسخط رسول اللہ (ص) ایام صحبتہ۔

ترجمہ : ابن عباس نے جناب عمر سے ایک جھڑپ کے بعد فرمایا تھا کہ حضرت علیؑ نے نہ کسی چیز میں تغیر کیا ہے نہ تبدیلی کی ہے اور نہ نبی کریم ﷺ کے ایام زندگی میں کبھی حضور کو ناراض کیا ہے۔

نوٹ :

ابن عباس کی گواہی موجود ہے کہ حضرت علیؑ نے رسول اللہؐ کو کبھی ناراض نہیں فرمایا لہٰذا دختر ابو جہل والا کیس تمام جھوٹا ہے۔

جواب نمبر ۸:

اگر مولوی نافع میرے سات عدد مذکورہ جوابات سے مطمئن نہیں ہے تو پھر اور بھی سُن لے

اس روایت کو پیش کرنے سے اہل سنت کو شرم کرنی چاہیے۔

یہ شیخین کو ان کے اصل روپ میں ظاہر کر دیتی ہے۔

بیانہ:

دو دوستوں کو جن لوگوں نے لڑوایا ہو وقت صلح ان لڑانے والوں کو بلا کر روبرو کیا جاتا ہے۔ اس روایت کے ابتداء میں ہے کہ مذکورہ خبر ایک بدبخت نے دی اور اس کی انتہا میں ہے کہ حضور نے وقت صلح عمر اور ابو بکر کو بھی بلایا تھا۔ جناب امیرؑ نے عرض کی: یا نبی اللہ! جو خبر زہراءؑ کو دی گئی ہے وہ غلط ہے۔ وہ بات میرے تصور میں بھی کبھی نہیں آئی۔ نبی پاک نے فرمایا یا علی تُو سچا ہے اور زہراءؑ بھی سچی ہے۔

نبی پاک نے ابو بکر و عمر کو کیوں بلایا؟ بات در اصل یہ ہے کہ ان دونوں نے بنت نبی اور داماد نبی کو آپس میں لڑانے کی خاطر دختر ابو جہل والا غلط مقدمہ تیار کیا تھا۔ بی بی اپنے باپ کے پاس اس لئے گئی تھی تاکہ حضور ایسی جھوٹی خبریں اڑانے والے کو روکیں اور نبی پاک نے ان دونوں کو اس لئے بلایا کہ ان کو عبرت ہو جائے کہ وہ میری بیٹی کے گھر کو اجاڑنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اگر شیخین مذکورہ کیس میں قصوروار نہ ہوتے تو انہیں رات کے وقت بلانے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

ملاں نافع کو معلوم رہنا چاہیے کہ ان کے بزرگ کیسے نیک کام کرتے تھے۔

جواب نمبر ۹ :

جناب عائشہ وحفصہ حالانکہ جناب ابو بکر وعمر کی بیٹیاں تھیں لیکن جس دن سے وہ رسول اللہؐ کے گھر آئیں، رسول اللہؐ کا سکون اور چین ختم ہو گیا۔ کبھی تو منافقین واقعہ افک کا ڈرامہ کھڑا کر رہے ہیں۔ حضور اس واقعہ سے بڑے پریشان ہوئے تھے اور کبھی حفصہ کی تند مزاجی سے نبی پاک تنگ آکر اس کو طلاق دے رہے ہیں۔ جب عائشہ وحفصہ کی وجہ سے جو شیخین کے گھروں کی تربیت یافتہ ہیں، رسول اللہؐ کا یہ حال ہوا تھا تو اگر دختر ابو جہل جناب امیرؑ کے گھر خدانخواستہ آجاتی تو مولا علی کا بھی وہی حال ہوتا جو رسول اللہؐ کا حفصہ سے ہوا تھا۔ سیدہ زہراءؑ حلال کو حرام کرنے کی خاطر نبی پاک کے پاس نہیں گئی تھیں بلکہ اپنے شوہر جناب امیرؑ سے ہمدردی کی خاطر گئی تھیں تاکہ جناب امیرؑ کو رسول اللہؐ بتادیں کہ تند مزاج عورتوں سے تو رحمۃ اللعالمین بھی گزارہ نہیں کر سکا لہٰذا ابو جہل کی بیٹی سے آپ کا گزارہ کیسے ہو گا؟ اور نیز جس گھر میں سوکنیں جمع ہوں اگرچہ ان کا جمع کرنا حرام نہیں لیکن اس گھر میں سکون نہیں رہتا اور نیز میری ازواج اگرچہ میری بیٹی زہراءؑ کی سوتیلی مائیں ہیں لیکن مجھ کو معلوم ہے جو کچھ میری بیٹی کے ساتھ سلوک کرتی ہیں۔ اسی طرح اگر دختر ابو جہل آپ کے گھر آگئی تو میری بیٹی کی سوکن ہو گی اور جب عائشہ وحفصہ نے میری زہراءؑ کی شان کو نہیں پہچانا تو ابو جہل کی بیٹی کیا پہچانے گی۔

ارباب انصاف!

آخری دونوں جواب صرف متن روایت پر ایک سرسری نگاہ کی وجہ سے ہیں ورنہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ اہل تشیع کے عقیدہ میں دختر ابو جہل سے جناب امیرؑ کے نکاح کا ارادہ، یہ خبر بالکل جھوٹی ہے۔ نواصب وخوارج نے اہل بیت کو بدنام کرنے کے لئے ایسے جھوٹے واقعات بہت بنائے ہیں۔

چوتھا واقعہ:

صاحب کتاب "رحما بینھم" نے "احتجاج طبرسی" ج ا ص ۱۴۵ ذکر فدک سے پیش کیا ہے۔ ملخص واقعہ یہ ہے:

یا ابن ابی طالب اشتملت شملة الجنین وقعدت حجرة الظنین .... هذا ابن ابی قحافه یتبذنی نحلة ابی وبلغة ابنی لقد اجهر فی خصامی والفیة

الدنی کلامی حتیٰ حبستنی قیلۃ لصرھا والمھاجرۃ وصلھا ...اضرعتہ ...یوم اضعت حدّک ....لیتنی متّ قبل ھنیلی۔

ترجمہ: جب سیدہ زہراءؑ واپس آئیں تو ابو بکر کے ظلم کی شکایت جناب امیرؑ سے ان الفاظ میں فرمائی: یا ابن ابی طالب! جس طرح بچہ رحم میں پوشیدہ ہوتا ہے اسی طرح آپ بھی پوشیدہ ہوگئے۔ متہم آدمی کی طرح گھر میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ یہ ابو بکر ابن ابی قحافہ میرے باپ کی عطا کردہ جاگیر مجھ سے چھین رہا ہے اور میرے ساتھ علانیہ جھگڑا کر رہا ہے۔ مہاجرین وانصار میری مدد نہیں کر رہے۔ جب سے آپ نے تلوار سے ہاتھ روک لیا اپنے آپ کو کمزور کر لیا۔ کاش کہ میں اس روز سے پہلے مر جاتی۔

جواب نمبر ا:

صاحب کتاب "رحماء بینھم" نے جب یہ الفاظ "احتجاج طبرسی" میں لکھے دیکھے تو مشک کی طرح پھول گئے۔ سوچا کہ اب میدان مار لیا ہے۔ بس اب ابو بکر کی خلافت کو کوئی خطرہ نہیں اور ارواح اصحاب ثلاثہ میری اس تحقیق پر بہت خوش ہوں گی۔ لیکن مولانا کو معلوم رہے کہ یہ مسئلہ نہ ہی سقیفہ بنی ساعدہ کا ہنگامہ ہے اور نہ ہی شوریٰ کمیٹی والی مکاری ہے کہ فریب چل جائے گا۔

وقت مصیبت ہر انسان اپنا درد دل اپنے ہمدرد اپنے مہربان سے بیان کرتا ہے۔ جب فاطمہ زہراءؑ بنت رسولؐ پر ابو بکر نے ظلم کیا اور بی بی کی زمین فدک چھین لی تو سیدہ زہراءؑ ابو بکر کے پاس گئیں لیکن ابو بکر نے سیدہ زہراءؑ کا کوئی حیا نہ کیا اور زمین واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ نبی کی بیٹی کو اس سے بڑا دکھ اور صدمہ ہوا اور مدینہ میں سوائے حضرت علیؑ کے کوئی ہمدرد اور مہربان بھی نہیں تھا کیونکہ جناب کی والدہ خدیجۃ الکبریٰ کا سیدہ کے بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا اور باپ رسول اللہؐ بھی فوت ہو چکے ہیں اور سیدہ زہراءؑ کا نہ کوئی بھائی ہے اور نہ کوئی بہن اور نہ چچا ہے اور نہ ماموں نہ خالہ ہے اور نہ پھوپھی اور اولاد بھی کمسن ہے دنیا میں سہارا سوائے حضرت علیؑ کے جو بی بی کا شوہر ہے اور کوئی نہیں۔ سیدہ زہراءؑ کا تمام مذکورہ کلام ایک درد دل ہے اور دشمن کی شکایت ہے جو اپنے شوہر حضرت علیؑ سے فرمائی ہے اور وہ تمام کلام شکایت ہے ابو بکر کے ظلم کی۔ کیا مکاری ہے چار یاری مولانا کی۔ ظلم تو ابو بکر نے کیا ہے اور یہ

مولانا الزام حضرت علیؑ کے سر تھوپ رہا ہے۔ اگر حضرت علیؑ نے تلوار اٹھا کر جنگ نہیں فرمائی تو جناب نے تو صبر کیا ہے۔ فدک ابو بکر نے چھینا ہے۔ ظلم یار غار نے کیا ہے لہٰذا قصور اسی کا ہے۔

جواب نمبر ۲ :

اگر تسلی نہیں ہوئی تو اور سنیئے

کانا موت کا فرشتہ

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح بخاری" ج ۲ ص ۹۰ کتاب الجنائز۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح مسلم" ج ۲ ص ۳۰۸ باب فضائل موسیٰ۔

"صحیح مسلم" کی عبارت ملاحظہ ہو :

عن ابی هریرة قال ارسل ملک الموت الیٰ موسیٰ فلما جاء ہ صکہ ففقا عینہ فرجع الیٰ ربہ فقال ارسلتنی الی عبد ک یرید الموت۔

ترجمہ : ابوہریرہ راوی ہیں : فرشتہ کو جب جناب موسیٰ کی روح لینے کے لئے بھیجا گیا۔ جب وہ موسیٰ کے پاس پہنچا تو موسیٰ نے رکھ کر اس کے منہ پر طمانچہ مارا اور بیچارے ملک الموت کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی۔ کانا ملک الموت ناکام خدا کے پاس واپس آیا اور عرض کی کہ آج آپ نے ایسے بندے کی طرف بھیجا ہے جو موت کو نہیں چاہتا۔

نوٹ :

یہ حدیث ابوہریرہ نے بیان تو کر دی لیکن چار یاری مذہب کی شامت آ گئی کیونکہ جناب موسیٰ اور موت کا فرشتہ دونوں معصوم ہیں اور ایک معصوم نے بلا قصور دوسرے معصوم کو ایسا طمانچہ مارا ہے کہ اس کو کانا کر دیا ہے۔

چار یاری مذہب کے علامہ نووی کا جواب ملاحظہ ہو

اہل سنت کی معتبر کتاب "صحیح مسلم" کی شرح نووی ج ۲ ص ۲۶۷ باب فضائل موسیٰ :

انہ لا یمتنع ان یکون موسیٰ قد اذن اللہ تعالیٰ لہ فی ھذہ اللطمۃ ویکون ذالک امتحاناً للملطوم واللہ سبحانہ یفعل فی خلقہ ما یشاء ویمتحنھم بما اراد۔

ترجمہ: نووی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے جناب موسیٰ کو اس طمانچہ مارنے کی اجازت دی ہو اور جس نے یہ طمانچہ کھایا ہے اس کے لئے یہ طمانچہ کھانا امتحان ہو اور اللہ تعالیٰ جیسے چاہے اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے۔

ارباب انصاف!

سیدہ زہراؑ اور جناب امیرؑ دونوں معصوم ہیں۔ جب بی بی کو فدک نہ ملا تو بقول اہل سنت جناب امیرؑ سے عتاب آمیز کلام کیا۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر اس کلام میں عتاب ہے تو سیدہ زہراؑ کو اس عتاب آمیز کلام کرنے کی اجازت ملی ہو گی جیسے موسیٰ کو طمانچہ مارنے کی اجازت دی گئی اور جناب امیرؑ کے صبر کا اس عتاب آمیز کلام کے سننے میں امتحان تھا جیسے موت کے فرشتے کا طمانچہ کھانے میں ان کے صبر کا امتحان تھا اور جس طرح موسیٰ اور موت کے فرشتے کی ہاتھا پائی کے باوجود ان کی عصمت محفوظ ہے اسی طرح جناب امیرؑ اور سیدہ زہراؑ کی بھی عصمت محفوظ ہے۔ باقی رہا قصہ ابو بکر کا تو چونکہ خود اہل سنت ان کو معصوم نہیں مانتے لہٰذا جب سیدہ زہراؑ ان پر ناراض ہوئیں تو یقیناً ابو بکر قصور وار ہے اور ان کی خاطر کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

جواب ۳:

قصہ موسیٰ وخضر

قَالَ أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا۔ (پ۱۵ س الکہف/۷۱)

ترجمہ: موسیٰ نے کہا کہ تو ایسے توڑ رہا ہے تو پھر تو کشتی والے سب ڈوب جائیں گے۔ تو بڑی منکر چیز لایا۔

"تفسیر ابن کثیر" اردو پ ۱۵ ص ۱۱۲

نیز اسی صفحہ میں ہے، اور موسیٰ جھٹ سے کہنے لگے: یہ کیا واہیات ہے؟

إمراً کا معنی

اہل سنت کی "تفسیر خازن" ج ۴ ص ۱۸۲

لقد جئت شیئا امرای اتیت شیئا عظیما منکرا۔

ترجمہ : تُو بڑی بُری حرکت کر رہا ہے

قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا۔ (پارہ۱۵ اس الکہف/۷۴)

ترجمہ : (موسیٰ) کہنے لگے آپ نے ایک بے گناہ جان کو مار ڈالا اور وہ بھی بے بدلے کسی جان کے بے شک آپ نے یہ تو بڑی بے جا حرکت کی۔ (ترجمہ اشرف علی تھانوی)

حضرت موسیٰ کانپ اٹھے اور بڑے سخت لہجے میں کہا: یہ کیا واہیات ہے؟ چھوٹے بے گناہ بچے کو بغیر کسی شرعی سبب کے مار ڈالا۔ یہ کون سی بھلائی ہے؟ بیشک تم نہایت منکر کام کرتے ہو۔

"تفسیر ابن کثیر" اردو پ ۱۵ ص ۱۱۲۔

النّکر کا معنی

اہل سنت کی "تفسیر رازی" ج ۵ ص ۵۰۴:

النکّر اعظم من الامر فی القبیح وھذا اشارة الی ان قتل الغلام اقبح من السفینة۔

ترجمہ : نکّر کا معنی ہے زیادہ بُرا اور یہ اشارہ ہے کہ بچے کا قتل کشتی میں سوراخ کرنے سے زیادہ بُرا ہے کیونکہ کشتی تو مرمت بھی ہو سکتی ہے۔

نوٹ :

حضرت موسیٰ اور جناب خضر دونوں معصوم ہیں چونکہ دونوں نبی ہیں، ایک معصوم دوسرے سے سخت لہجے میں عتاب آمیز کلام کر رہا ہے۔ چونکہ ہر معصوم کی بات یا کام میں کوئی راز ہوتا ہے اسی لئے ہر مسلمان ان آیات کی تلاوت کے بعد خاموش ہو جاتا ہے اور موسیٰ کے عتاب آمیز کلام کی وجہ سے ان دونوں معصوموں کی شان میں گستاخی نہیں کرتا اسی طرح جناب سیدہ زہراؑ اور حضرت امیرؑ دونوں معصوم ہیں اور ان کی تمام زندگی عصمت کی حدود میں گزری ہے اور جناب سیدہ زہراءؑ کے کلام میں جو احتجاج میں مذکور ہے کوئی حکمت اور راز ہے جس طرح حضرت موسیٰ کے کلام میں حکمت اور راز ہے۔ رہا جناب

ابو بکر کا قصہ تو چونکہ خود اہل سنت بھی ان کو معصوم نہیں مانتے لہٰذا سیدہ زہراءؑ مقدمہ فدک میں جب ان پر ناراض ہوئیں تو کسی تاویل کی ضرورت نہیں بلکہ غلطی جناب ابو بکر کی ہے۔

جواب نمبر ۴ :

دو فرشتوں کی لڑائی

وَهَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ۔ إِذْ دَخَلُوا عَلَى دَاوُودَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ خَصْمَانِ بَغَى بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَى سَوَاءِ الصِّرَاطِ۔ (پارہ ۲۳ س ص/۲۱-۲۲)

ترجمہ : اور کیا آئی ہے تیرے پاس خبر جھگڑنے والوں کی کہ دیوار پر چڑھ کر اُتر آئے عبادت خانے میں جس وقت کہ داخل ہوئے اوپر داؤد کے پس ڈرا ان سے ۔ کہا انہوں نے مت ڈر ہم ہیں دو جھگڑنے والے زیادتی کی ہے بعض ہمارے نے اوپر بعض کے پس حکم کر درمیان ہمارے ساتھ حق کے اور مت زیادتی کر اور راہ دکھا ہم کو طرف راہ سیدھی کے۔ (ترجمہ شاہ رفیع الدین)

نوٹ :

اہل سنت نے دہلی سے جو ۱۹۲۷ میں شاہ رفیع الدین اور مولوی اشرف علی تھانوی کا ترجمہ قرآن اکٹھا شائع کیا ہے اس کے ص ۶۴۰ میں جو حاشیہ لکھا ہے ملاحظہ ہو :

کہا ابن کثیر نے : مفسرین یہاں ایک قصہ نقل کرتے ہیں۔ اکثر اس کا اسرائیلیات سے لیا گیا ہے۔ رسول اللہؐ سے اس میں کوئی ایسی حدیث ثابت نہیں جس کا اتباع واجب ہو پس بہتر یہ ہے کہ اس قصے کی تلاوت پر اقتصار کیا جاوے اور اس کا علم اللہ تعالیٰ کو سونپا جاوے اس لئے کہ قرآن حق ہے اور اس کے مضامین سب حق ہیں۔

ارباب انصاف!

قرآن مجید نے گواہی دی ہے کہ دو جھگڑنے والے فرشتے جناب داؤد کے پاس آئے۔ اعتراض پیدا ہوا کہ فرشتے تو جھگڑتے نہیں کیونکہ معصوم ہیں۔ جواب میں اہل سنت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ چونکہ قرآن حق ہے اور اس کے سب مضامین حق ہیں اس لئے ان آیات کو صرف پڑھا جائے اور جناب داؤد اور ان دو فرشتوں کی شان میں گستاخی نہ کی جائے۔

بناءً علیٰ ھذا سیدہ زہراؑ اور جناب امیرؑ دونوں معصوم ہیں اور ان کی عصمت یقینی امر ہے لہٰذا ان کے اگر کسی کلام کو اہل سنت نہ سمجھ سکیں تو صرف کلام پڑھنے پر اکتفاء کریں اور ان کی شان میں گستاخی نہ کریں، جس طرح کہ ان دو فرشتوں کے کلام کو اہل سنت نہ سمجھ سکے اور خاموش رہنے کا فیصلہ کیا۔

رہا قصہ ابو بکر کا تو ان کی عصمت وطہارت پر نہ کوئی آیت اور نہ ہی کوئی روایت دلالت کرتی ہے اور نہ وہ امام نبی ہیں اور نہ ہی وہ فرشتہ اور ولی ہیں لہٰذا جناب ابو بکر نے سیدہ زہراؑ سے زمین فدک چھین کر جب معصومہ بی بی پر ظلم کیا اور بی بی ان پر ناراض ہوئی تو تمام غلطی جناب ابو بکر کی ہے کیونکہ وہ معصوم تو ہے نہیں لہٰذا کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

جواب:

وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَى إِلَى قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي مِنْ بَعْدِي أَعَجِلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ وَأَلْقَى الْأَلْوَاحَ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَاءَ وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ (پ۹ سورہ اعراف، آیت ۱۵۰)

ترجمہ: اور جب پھر آیا موسیٰ طرف قوم اپنی کے غصے سے پچھتاتا ہوا۔ کہا: بُرا ہے جو کچھ جانشینی کی تم نے میرے پیچھے میرے سے کیا شتابی کی تم نے حکم اپنے رب سے اور ڈالدی تختیاں اور پکڑا سر بھائی اپنے کا کھینچتا تھا اس کو طرف اپنی کہا اے بیٹا ماں میری کے تحقیق اس قوم نے ناتواں سمجھا مجھ کو اور

نزدیک تھا کہ مار ڈالیں مجھ کو پس مت خوش کر ساتھ میرے دشمنوں میرے
کو اور مت کر مجھ کو ساتھ قوم ظالموں کے (ترجمہ شاہ رفیع الدین)

نوٹ :

جناب موسیٰ اور ہارون دونوں نبی ہیں اور قوم کے سامنے جس چیز کا مظاہرہ فرما رہے ہیں یہ معصوموں کی شان نہیں۔ چونکہ یہ امر یقینی ہے تمام انبیاء معصوم ہیں لہٰذا اگر کوئی آیت اور روایت ایسی ملے جس کے ظاہر معنی مراد لینے سے عصمت پر حرف آتا ہے تو اس کی تاویل کی جاتی ہے اور اگر صحیح تاویل سمجھ میں نہ آئے تو خاموشی اختیار کی جاتی ہے۔ سیدہ زہراءؑ اور جناب امیرؑ ان دونوں کی عصمت عصمت انبیاء کی طرح یقینی ہے لہٰذا ان دونوں میں سے اگر کسی کا ایسا کلام ہم تک پہنچے جس سے ان کی عصمت پر حرف آتا ہو تو کلام انبیاء کی طرح ان کے کلام کی بھی تاویل کریں گے۔ اگر صحیح تاویل سمجھ میں نہ آئے تو جس طرح انبیاء کے کلام کے متعلق خاموشی اختیار کی جاتی ہے ان کے کلام کے متعلق بھی خاموشی اختیار کی جائے گی اور جناب ابوبکر چونکہ معصوم نہیں اس لئے ان پر جب معصومہ بی بی ناراض ہوئی تو یقیناً جناب ابوبکر کی غلطی ہے اور کوئی مجبوری بھی نہیں ہے کہ ابوبکر کی خاطر کلام کو خلاف ظاہر پر حمل کیا جائے۔

جواب ۶ :

قصّہ مریم

يَا لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَذَا۔ (مریم/۲۳)

اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر کبیر رازی" ج ۵ ص ۵۳۳ سورہ مریم:

الثانی أن عادة الصالحين اذا وقعوا فی بلاء ان يقولوا ذلک۔

جناب مریم نے بھی وقت ولادت عیسیٰ یہی بات فرمائی تھی کہ کاش میں مر جاتی۔

سوال پیدا ہوا کہ مریم نے یہ کلام کیوں فرمایا۔ امام رازی اس کا دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ اللہ کے نیک بندوں کی یہ عادت ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آئے تو یہ کلام کرتے ہیں۔

نوٹ :

ارباب انصاف!

بھرے دربار میں رسول اللہؐ کی بیٹی کو جب ابو بکر نے جھٹلایا تو دختر رسول کے لئے یہ بڑی مصیبت تھی اور یہ مصیبت دینے والا ابو بکر ہے۔ بس بی بی کا یہ کہنا کہ کاش کہ مَیں مر جاتی اس مصیبت سے پہلے یہ ناراضگی ہے ابو بکر پر اور جناب امیرؑ سے تو درد دل کا اظہار کیا ہے۔ چار یاری مولانا کی مکاری ہے کہ قصور تو ابو بکر کا ہے اور یہ مولانا اسے حضرت امیرؑ کے سر تھوپ رہا ہے۔

ارباب انصاف!

چار یاری مذہب نے جو عصمتِ اہل بیت پر جارحانہ حملہ کیا ہے ہم نے ان کے تمام قصرِ تحقیق کو ہلا دیا ہے اور ان کی اس باطل تحقیق کا محل زمین بوس ہو گیا ہے۔ پنجتن پاک کی شان میں جو گستاخی کرے، ایسا کلام کرے جن سے ان کی پاکیزگی مجروح ہو، وہ اہل سنت نہیں ہے بلکہ وہ ناصبی اور خارجی ہے۔

ملاں احتشام الدین مراد آبادی کی گستاخی

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "نصیحۃ الشیعۃ" ج ۳ ص ۴۳۹:

ملاں موصوف لکھتے ہیں کہ یہ الفاظ درشت لہجے کی خبر دیتے ہیں۔ وہ آخر وقت تک رفع نہیں ہوا اور اس کے بعد دونوں کا ساتھ رہنا تعلق زوجیت اور بیماری کی وجہ سے تھا۔

جواب نمبر ۱:

قارئین! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس سگِ دشتِ نفاق کے دہن گندیدہ سے جو کلمات لعاب سم بن کر نکلے ہیں اس ملوانے پر بے حیائی اور بے شرمی کی حد ہو گئی ہے یہ تو خارجی معلوم ہوتا ہے۔

جواب نمبر ۲:

جناب امیرؑ اور سیدہ زہراءؑ کی شادی بحکم خدا ہوئی

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "طبقات الکبریٰ لابن سعد" ج ۸ ص ۱۹ ذکر فاطمہ۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ریاض النضرہ" ذکر تزویج فاطمہ ج ۳ ص ۱۸۸ ط مصر۔

۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح فقہ اکبر" ذکر اولاد رسول اللہؐ ص ۱۹۰۔

۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ذخائر العقبیٰ" ص ۳۰ ط قاہرہ۔

"طبقات الکبریٰ" کی عبارت ملاحظہ ہو:

ان ابابکر خطب فاطمۃ الی النبی فقال انتظر بھا القضاء۔

ترجمہ: ابو بکر نے نبی کریم ﷺ سے جناب فاطمہ کا رشتہ مانگا تھا آنجناب نے فرمایا کہ میں اس بچی کے رشتہ کے متعلق تقدیر خداوندی کا انتظار کر رہا ہوں۔

ریاض النضرہ کی عبارت:

قال کنت عند النبی فغشیہ الوحی فلما افاق قال تدری ما جاء بہ جبرائیل قلت اللہ ورسولہ اعلم قال امرنی ان ازوج فاطمۃ من علی۔

ترجمہ: انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہؐ کے پاس تھا کہ جناب پر وحی نازل ہوئی اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ جبریل حکم پروردگار لائے ہیں کہ میں اپنی بیٹی فاطمہ کی شادی علی ابن ابی طالب سے کردوں۔

"شرح فقہ اکبر" کی عبارت ملاحظہ ہو:

وتزوجت بعلی ابن ابی طالب فی سنۃ الثالثۃ وکان تزویجھا بامر اللہ ووحیہ۔

ترجمہ: جناب سیدہ زہراءؑ کی شادی حضرت علیؑ سے ہجرت کے تیسرے سال ہوئی تھی اور آنجناب کی شادی حکم خدا اور وحی الہی سے ہوئی تھی۔

نوٹ:

۱۔ مذکورہ تین عدد حوالے اس امر کا روشن ثبوت ہیں کہ جناب سیدہ زہراءؑ کی شادی جناب امیرؑ سے بحکم خدا ہوئی ہے پس ناممکن ہے کہ جناب امیرؑ کی طرف سے کوئی ایسا اقدام ہوا ہو کہ جس سے بی بی کو اذیت پہنچی ہو ورنہ حق تعالیٰ پر حرف آئے گا کہ دختر رسول کی ایسے گھر شادی کردی کہ جس میں ان کو اذیت پہنچی ہے۔

۲۔ حق تعالیٰ نے کائنات میں دو جوڑوں کی شادی خود فرمائی ہے۔

۱۔ آدمؑ وحواؑ ۲۔ جناب امیرؑ اور سیدہ زہراءؑ

نہ آدمؑ وحواؑ میں کبھی باہمی رنجش ہوئی تھی اور نہ ہی جناب امیرؑ اور سیدہ زہراءؑ میں کبھی رنجش ہوئی تھی۔ جناب امیرؑ اور جناب سیدہ کی پاکیزہ زندگی تمام امت محمد کے لئے مشعل راہ ہے۔

چونکہ ابو بکر نے نبی کی بیٹی جناب زہراءؑ کو ناراض کیا تھا اور اسی وجہ سے وہ خلافت کے لائق نہیں ہیں اور چار یاری مذہب نے خلیفہ کی حفاظت کے لئے بہت ہاتھ پاؤں مارے۔ رنگ برنگے بوگس عذر کیے اور جب دیکھا کہ ہماری شکست ہی شکست ہے تو پھر ایک ایسا بہتان تراشا جو معاویہ جیسے دشمن علی کو بھی نہیں سوجھا تھا اور وہ بہتان یہ ہے۔

حضرت علی نے بھی بی بی کو ناراض کیا تھا اور ثبوت میں احتجاج طبرسی کی یہ عبارت پیش کی:

یا ابن ابی طالب اشتملت مشیمۃ الجنین وقعدت حجرۃ الطنین۔

اے ابو طالب کے فرزند آپ اس طرح گھر بیٹھ گئے اور پوشیدہ ہوگئے کہ جیسے رحم میں بچہ پوشیدہ ہوتا ہے یا جسے لوگ نہ چاہتے ہوں پوشیدہ ہو جاتا ہے۔

۳۔ یہ دونوں جملے نہ تو گالیاں ہیں اور نہ ہی ان میں کوئی ایسی بات ہے جس سے معلوم ہو کہ جناب امیرؑ نے بی بی کو ناراض کیا ہے۔ کبھی کلام میں ایسے الفاظ بھی آتے ہیں جن کے حقیقی معنی مراد نہیں ہوتے۔ مذکورہ کلام سے بی بی نے ان کے معانی حقیقیہ کا قصد نہیں کیا بلکہ جب مسجد سے واپس آئیں تو ابو بکر پر غضب ناک ہو کر آئیں اور ابو بکر پر جو ناراضگی تھی اس کو بطور درد دل اپنے مہربان شوہر جناب امیرؑ سے بیان کیا۔

۴۔ اگر جناب امیرؑ نے بی بی کو ناراض کیا ہوتا تو جناب امیرؑ کا سب سے بڑا دشمن معاویہ اس چیز کو خوب اچھالتا تاکہ لوگ جناب امیرؑ سے نفرت کریں لیکن معاویہ، اولاد معاویہ، مروان، اولاد مروان نے ۹۰ برس تک حضرت علیؑ کو طرح طرح کی گالیاں دیں لیکن ان بدبختوں نے بھی یہ جھوٹ بولنے کی جرات نہیں کی کہ بی بی کو جناب امیرؑ نے ناراض کیا تھا۔ نامعلوم ان ملاؤں کو کہاں سے وحی ہوئی ہے کہ انہوں نے یہ سفید جھوٹ اپنے چوتھے خلیفہ جناب امیرؑ کے سر تھوپ دیا۔

جناب ابو بکر نے جاگیر فدک میراث نبی سہم ذوالقربیٰ دینے کی بجائے آل رسول کو گالیاں دی تھیں

ثبوت ملاحظہ ہو:

اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید" خطبہ کانت بایدینا فدک ج ۴ ص ۱۱۰

قال فلما سمع ابو بکر خطبتھا وشق علیہ مقالتھا صعد المنبر فقال ایھا الناس ما ھذہ الرعۃ الی کل قالۃ لئن کانت ھذہ الامانی فی عمر رسول

اللہ (ص) الا من سمع فلیقل و من شھد فلیتکلم انما ھو ثعالۃ شھیدۃ ذنبہ مرب لکل فتنۃ ھو الذی یقول کروھاً جزعۃ بعد ما ھرمت یستعینون بالضعفۃ ویستنصرون بالنساء کام طحال احب اھلھا الیھا البغی۔

ترجمہ : بروایت احمد بن عبدالعزیز لکھا ہے کہ جناب سیدہ دربار ابو بکر میں تشریف لے گئیں اور فدک کے مطالبہ کے بعد فصیح و بلیغ خطبہ فرمایا جس میں اپنا حسب و نسب اور اپنی مظلومیت اور شیخین کے مظالم کا دل کھول کر تذکرہ فرمایا۔ جب خطبہ ختم ہوا اور ابو بکر نے حاضرین کو خطبہ سے متاثر پایا تو فوراً منبر پر گیا اور کہا اے لوگو یہ کیا بات ہے کہ تم ہر ایک حق و باطل پر کان لگا لیتے ہو۔ وہ (حضرت علیؑ) ایک لومڑی ہے جس کی گواہ اس کی دم (حضرت فاطمہؑ) ہے وہ (حضرت علیؑ) فتنہ خوابیدہ (خلافت) کو جگانا چاہتا ہے اور عورتوں سے امداد چاہتا ہے مانند اُمّ طحال زانیہ کے جس کے اکثر دوست زنا کار ہیں۔ پھر ابو بکر نے انصار سے کہا کہ میں نے تمہارے احمقوں (حضرت علیؑ) اور جناب فاطمہؑ) کا کلام سنا اور خوب جانچا۔

ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے یہ کلمات یعنی خطبہ ابو بکر، ابو بکر کے نقیب ابو جعفر یحییٰ بن ابی زید بصری کے سامنے دہرائے تو اس نے کہا کہ ابو بکر کا مطلب ان کلمات سے حضرت علیؑ تھے (منقول از کلید مناظرہ)۔

نوٹ :

ارباب انصاف !

جو زبان جناب ابو بکر نے رسول اللہؐ کی بیٹی کے متعلق استعمال کی ہے، کوئی کلمہ گو یہ گوارا نہیں کرے گا کہ ایسے شخص کو محمد عربی کا جانشین مانے۔ کسی عام آدمی کو گالیاں دینے والا عدالت سے گر جاتا ہے۔

مسلمانو! خدارا کچھ تو انصاف کرو۔ جس نے محمد رسول اللہؐ کی بیٹی کو گالیاں دی ہیں وہ نبی کا خلیفہ امت کا رہنما نہیں ہو سکتا۔

اعتراض :

جس نے گالیوں والی روایت نقل کی ہے وہ ابن ابی الحدید ہے جو کہ شیعہ ہے اور بقول شیعہ ہمارے لیے حجت نہیں۔

جواب :

ا۔ ابن ابی الحدید کو شیعہ کہنا سفید جھوٹ ہے اور موجودہ زمانے میں صاحب کتاب "رحماء بینھم" کی یہ بدترین خیانت ہے کہ اس نے بغیر کسی ثبوت کے ابن ابی الحدید کو شیعہ لکھ دیا ہے۔

۲۔ جو مسلمان ابو بکر کو خلیفہ برحق مانتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ معتزلہ ۲۔ اشاعرہ

اور بقول رشید احمد گنگوہی کہ زرد کتا چیتے کا بھائی ہے اور یہ دونوں گروہ بھائی بھائی ہیں اور ابن ابی الحدید انہی دو میں سے ہے۔

جناب امیرؑ اور سیدہ زہراءؑ کو گالیاں دینا خدا اور رسول کو گالیاں دینا ہے اور یہ کفر ہے

ثبوت ملاحظہ ہو :

ا- اہل سنت کی معتبر کتاب "المستدرک علی الصحیحین" باب مناقب علی ابن ابی طالب ص ۱۲۱ ج ۳۔

۲- اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ الخلفاء" فصل فی فضائل علی ص ۱۷۳۔

۳- اہل سنت کی معتبر کتاب "کنز العمال" "کتاب الفضائل من قسم الاقوال ج ۶ ص ۱۵۲۔

۴- اہل سنت کی معتبر کتاب "ریاض النضرہ" فصل سادس ج ۳ ص ۱۵۷۔

۵- اہل سنت کی معتبر کتاب "البدایہ والنھایہ" ج ۷ ص ۳۵۵۔

۶- اہل سنت کی معتبر کتاب "ینابیع المودۃ" الباب السادس ص ۴۸۔

۷- اہل سنت کی معتبر کتاب "صواعق محرقہ" باب التاسع فصل ثانی حدیث ثامن عشر ص ۷۴۔

۸- اہل سنت کی معتبر کتاب "نور الابصار" باب مناقب علی ص ۸۰ ط مصر۔

نوٹ :

تمام کتب کی عبارت پیش کرنا اختصار کے منافی ہے۔ ہم صرف ایک عبارت پیش کرتے ہیں:

"مستدرک" کی عبارت ملاحظہ ہو :

فقالت سمعت رسول اللہ (ص) یقول من سب علیا فقد سبنی ھذا حدیث صحیح الاسناد۔

ترجمہ : عبداللہ بن جزلی بیان کرتا ہے کہ میں ام سلمہ کے پاس آیا۔ بی بی نے مجھ سے کہا کہ اب تمہارے سامنے منبر نبی پر رسول اللہؐ کو گالیاں دی جاتی ہیں۔ میں نے عرض کی : معاذ اللہ ! بی بی نے کہا کہ میں نے پیغمبر سے سنا ہے آنجناب نے فرمایا کہ جس نے علی کو گالیاں دیں اس نے مجھ کو گالیاں دیں۔

"کنزالعمال" کی عبارت :

مَن سَبّ علیاً فقد سَبّنی و من سَبّنی فقد سَبّ اللہ۔

ترجمہ : نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے علی کو گالیاں دیں اس نے مجھ کو گالیاں دیں جس نے مجھ کو گالیاں دیں اس نے اللہ کو گالیاں دیں۔

نوٹ :

جناب ابو بکر نے سیدہ زہراءؑ اور جناب علیؑ کو گالیاں دے کر اور ان پاک ہستیوں کو ان کے جائز حق میراث نبی جاگیر فدک اور خلافت سے محروم کر کے بہت بڑا جرم کیا ہے۔ ایسی بادشاہی کرنے کا کیا فائدہ کہ جس کے بعد انسان رسول اللہؐ کے سامنے جانے کے قابل نہ رہے۔ جب فاطمہ زہراءؑ کی بیٹیاں قید ہو کر دربار یزید میں آئی تھیں تو ایسی گالیاں یزید نے بھی حضرت زینب کو نہیں دی تھیں جو گالیاں جناب ابو بکر نے فاطمہ زہراءؑ کو دی تھیں۔

جناب امیرؑ اور سیدہ زہراءؑ کو جس نے گالیاں دیں اس نے اجر رسالت ادا نہیں کیا

ثبوت ملاحظہ ہو :

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا۔ (پ۲۵الشوریٰ/۲۳)

ترجمہ : (اے رسول) تم کہہ دو کہ میں اس (تبلیغ رسالت) کا اپنے قرابت داروں (اہل بیت) کی محبت کے سوا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا اور جو شخص

نیکی حاصل کرے گا ہم اس کے لئے اس کی خوبی میں اضافہ کریں گے۔ بے شک خدا بڑا بخشنے والا قدر دان ہے۔

نبی کے جن قرابت داروں کی محبت فرض ہے وہ جناب امیرؑ اور سیدہ زہراؑ اور ان کی معصوم اولاد ہے۔

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر در منثور" (الشوریٰ) ص۷ ج۵ آیت مودّۃ۔
۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر کشاف" (الشوریٰ) ص۳۳۹ ج۲ آیت مودّۃ۔
۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر کبیر" (الشوریٰ) ص۳۰۹ ج۷ آیت مودّۃ۔
۴۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر مظہری" (الشوریٰ) ص۳۲۰ ج۸ آیت مودّۃ۔
۵۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر روح المعانی" (الشوریٰ) پ۲۵ آیت مودّۃ ص۳۱۔
۶۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر غرائب القرآن" پ ۲۵ آیت مودّۃ ص۲۸۔
۷۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر فتح القدیر" (الشوریٰ) ص۵۲۲ ج۴ آیت مودّۃ۔
۸۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر الجواہر" (الشوریٰ) ص۱۲۹ آیت مودّۃ پ ۲۵۔
۹۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "تفسیر خازن" (الشوریٰ) ص۱۰۲ ج۶ آیت مودّۃ پ ۲۵۔
۱۰۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "صواعق المحرقہ" ص۱۰۱ الباب الحادی العشر فصل اول۔
۱۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "ینابیع المودّۃ" الباب الثانی والثلاثون ص۱۰۶۔
۱۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "اسعاب الراغبین" الباب الثانی ص۱۰۵۔

بعض کتب کی عبارت ملاحظہ ہو:

"غرائب القرآن" کی عبارت:

عن سعید بن جبیر لما نزلت ھذاالآیۃ قالوا یا رسول اللہ (ص) من ھولاء الذین وجبت علینا مود تھم لقرابتک ؟ فقال علی وفاطمۃ وابناھما۔ (فخر عظیم وشرف تام)

ترجمہ ملخّص: سعید ابن جبیر سے مروی ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد نبی کریم ﷺ سے سوال ہوا کہ وہ آپ کے قرابت دار کون ہیں؟ جن کی محبت ہم پر واجب ہے۔ جناب نے فرمایا: علی، فاطمہ اور ان کے بیٹے۔

صاحب تفسیر کہتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ یہ آیت آلِ نبی ﷺ کے لئے باعث فخر اور باعث شرف ہے۔

۲۔ "روح المعانی" اور "در منثور" کی عبارت ملاحظہ ہو:

اخرج ابن جریر عن ابی الدیلم لما جیٔ بعلی بن الحسین اسیرا فاقیم علی درج دمشق قام رجل من اهل الشام فقال: الحمد لله الذی قتلکم واستاهلکم فقال له علی رضی الله عنه۔ اقرات القرآن قال نعم قال اقرات آل حم؟ قال نعم قال ما قرات (قل لا اسئلکم علیه اجراً ....الخ) قال فانکم لانتم هم قال نعم۔

ترجمہ ملخّص: جب امام علی بن حسین سجاد قید ہو کر دمشق آئے، ایک مرد شامی نے جناب کی اسیری پر اظہار خوشی کیا۔ امام نے فرمایا: کیا تو نے قرآن میں آیت مودۃ کو نہیں پڑھا؟ تو اس نے کہا: پس وہ اقرباء جن کی محبت فرض ہے آپ ہی ہیں؟ جناب نے فرمایا: ہاں۔

"تفسیر مظہری" کی عبارت ملاحظہ ہو:

امر اللّٰه تعالیٰ نبیه (ص) یامر امته بمودة اهل بیته لان علیا رضی اللّٰه عنه والائمة من اولاده کانوا اقطابا بالکمالات الولایة ومن اجل ذالک قال رسول اللّٰه (ص) انا مدینة العلم وعلی بابها۔

ترجمہ ملخّص: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ اپنی امت کو اپنے اہل بیت کی محبت کا حکم دے کیونکہ جناب امیرؑ اور وہ امام جو آپ کی اولاد سے ہیں یہ کمالات ولایت کے قطب ہیں اور اسی لئے نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؑ کی شان میں فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

"صواعق محرقہ" کی عبارت:

اخرج احمد والطبرانی وابن ابی حاتم والحاکم عن ابن عباس ان هذالآیۃ لما نزلت قالوا یا رسول اللہ (ص) من قرابتک ھولاء الذین وجبت علینا مودتھم قال علی وفاطمۃ وابناھما وفی سندہ شیعی غال لکنہ صدوق وروی ابو الشیخ وغیرہ عن علی ابن ابی طالب فینا آل حم آیۃ لایحفظ مودتنا الا کل مومن ثم قراء قل لااسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ۔

ترجمہ ملخّص: ابن عباس راوی ہیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد نبی کریم ﷺ سے سوال ہوا کہ آپ کے قرابت دار کون ہیں جن کی محبت ہم پر فرض ہے؟ آنجناب نے فرمایا کہ وہ علی اور فاطمہ اور حسنین ہیں۔ اس روایت کی سند میں ایک راوی غالی شیعہ ہے لیکن ہے سچا۔ اور حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ سورۃ شوریٰ میں ایک آیت ہماری شان میں ہے اور اس پر مومن ہی عمل پیرا ہوگا۔ اور پھر اس آیت کی تلاوت کی قل لااسئلکم ....

نوٹ :

سیدہ زہراؑ جناب امیرؑ اور ان کی معصوم اولاد کی محبت بحکم خدا قرآن پاک میں فرض اور واجب کی گئی ہے۔ جناب ابو بکر نے سیدہ زہراؑ اور جناب امیرؑ کو گالیاں دے کر اللہ کے قرآن کی اور محمدؐ کے فرمان کی مخالفت کی ہے۔ جو قرآن وسنت کی مخالفت کرے وہ قابل خلافت نہیں رہتا۔

نبی کریم ﷺ کی گواہی کہ اصحاب کے دلوں میں حضرت علیؑ کے متعلق کینہ ہے

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب "ازالۃ الخفاء" مقصد اول فصل پنجم ص ۴۸۷ ج ا طبع کراچی۔
۲- اہل سنت کی معتبر کتاب "کنز العمال" کتاب الفضائل من قسم الافعال ج ۶ ص ۴۰۸۔
۳- اہل سنت کی معتبر کتاب "ریاض النضرہ" الفصل السابع ص ۲۳۴ ج ۳۔
۴- اہل سنت کی معتبر کتاب "نور الابصار" مؤلف شبلنجی فصل فی ذکر مناقب علی ص ۷۹۔
۵- اہل سنت کی معتبر کتاب "تاریخ بغداد" ذکر الفیض ابن وثیق ص ۳۹۸ ج ۱۲۔
۶- اہل سنت کی معتبر کتاب "تذکرۃ خواص الامہ" باب الثانی ص ۲۷۔

"ازالۃ الخفاء" کی عبارت ملاحظہ ہو:

فلما خلاله الطریق اعتنقنی ثم اجهش باکیا قال قلت یا رسول اللہ (ص) ما یبکیک قال ضغائن فی صدور اقوام لایبدو منها لک الا من بعدی قلت یا رسول اللہ (ص) فی سلامۃ من دینی قال فی سلامۃ من دینک۔

ترجمہ: حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ میں حضور کے ساتھ جارہا تھا۔ ایک بہت خوبصورت باغ دیکھ کر میں نے اس کی تعریف کی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس سے بہتر باغ آپ کے لئے بہشت میں ہے۔ پھر حضرت علیؑ فرماتے ہیں: جب راستہ خالی ہو گیا تو حضور نے مجھے گلے لگالیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! اس گریہ کا باعث کیا ہے؟ حضور نے فرمایا کہ آپ کے متعلق اصحاب کے دلوں میں کینے ہیں جو میری وفات کے بعد ظاہر ہوں گے۔

نوٹ:

ہم نے کتب معتبرہ اہل سنت سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ نبی پاک فرما گئے ہیں کہ میرے اصحاب کے دلوں میں خلیفہ بلا فصل علی بن ابی طالب کے متعلق کینہ ہے۔ دوسرے اصحاب کا ذکر خیر تو پھر کبھی کیا جائے گا، سر دست حضرت ابو بکر کے گھرانے کا ذکر ملاحظہ ہو:

(۱) اُن کی ایک دختر بی بی عائشہ تھی اور وہ امام الاولیاء جناب امیرؑ المومنین حضرت علیؑ کے ساتھ بصرہ کے میدان میں لڑی تھی۔ اس جنگ کا نام جنگِ جمل ہے اور اسی حوأب کی شہزادی نے نواسہء رسول حضرت امام حسنؑ کو روضہ رسولؐ میں دفن نہیں ہونے دیا تھا۔

(۲) ابو بکر کے دونوں داماد زبیر اسماء کے شوہر اور طلحہ ام کلثوم کے شوہر بھی اپنی سالی بی بی عائشہ کی حمایت میں جناب امیرؑ کے خلاف جنگ جمل لڑے ہیں۔

(۳) خود حضرت ابو بکر نے نبی کریم ﷺ کی بیٹی سیدہ زہراءؑ سے جاگیر فدک اور میراث رسول اللہؐ چھین کر نیشنلائز کی ہے اور نبی کی بیٹی روتی ہوئی ابو بکر کو بد دعائیں دیتی ہوئی اس دنیا سے رحلت فرما گئیں۔ اور سیدہ ابو بکر پر اس قدر ناراض تھیں کہ وصیت فرمائی کہ میرے جنازے

میں ابو بکر شامل نہ ہو۔ جناب امیرؑ نے اسی مجبوری کی وجہ سے جناب سیدہ کو رات کے وقت دفن کیا تھا اور ابو بکر کو اطلاع نہ دی۔

(۴) بی بی عائشہ نے سیدہ زہراؑ کے وقت غسل کسی سیاسی وجہ سے حاضر ہونے کی کوشش کی تھی لیکن اسماء نے عائشہ کو سختی سے روک دیا اور ابو بکر کی سفارش کو بھی ٹھکرا دیا۔

(۵) چونکہ عائشہ کی بوجود کنواری ہونے اور صحت مند ہونے کے بھی رسول اللہؐ سے اولاد نہیں ہوئی اور اولاد نبی ہونے کا شرف اولاد علی اور اولاد فاطمہ کو حاصل ہوا اس لئے بی بی عائشہ نے تقدیر الٰہی پر راضی ہونے کی بجائے آل نبی سے دل میں کینہ رکھ لیا تھا اور جناب ابو بکر بھی اپنی بیٹی کی طرف داری اور پارٹی کی دلداری دل کھول کر کرتے رہے۔

(۶) نبی کے بعد جناب ابو بکر نے اس کینے کا اظہار اس طرح کیا کہ جنازۂ رسول چھوڑ کر سقیفہ بنی سعدہ میں پہنچے اور حکومت حاصل کرنے کی خاطر ایسی دھاندلی کی کہ آلِ رسول تمام زندگی خون کے آنسو روتی رہی۔

(۷) مذکورہ باتیں اگرچہ کچھ سخت ہیں لیکن قسم ہے پاک پروردگار کی میں نے ہر ہر بات کو کتب اہل سنت سے پڑھ کر پیش کیا ہے۔ یہ باتیں اہل تشیع کی گھڑی ہوئی نہیں۔ جھوٹوں پر خدا کی لعنت اور جن لوگوں نے آل رسول کے ساتھ ایسے سلوک کئے ہیں ان کی صفائی کی خاطر مولوی نافع کا کتاب "رحماء بینھم" لکھنا، تاریخ اسلام میں مجرمانہ خیانت ہے۔ اور اس کا صلہ تو ابو بکر کی سرکار ہی سے ملے گا اور ملا نافع جیسے لوگوں کو آلِ رسولؐ کے دروازے سے سوائے پھٹکار کے اور کچھ نصیب نہیں۔

ایک لطیف کلام

ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح ابن ابی الحدید" ج۴ ص۷۸ ۱۴جزو ۲۱ط بیروت

وسالت علی بن الفارقی مدرس المدرسة العربیة ببغداد فقلت له اکانت فاطمة صادقة قلت فلم لم یرفع الیها ابوبکر فدک وھی عندہ صادقة فتبسم ثم قال کلاما لطیفا مستحسنا مع ناموسه وحرمته وقلة وعایته

قال لواعطاها الیوم فدک بمجرد دعواها لجائت الیه غداوادعت لزوجها الخلافة وزحزحته عن مقامه ولم یکن یمکنه الاعتذار۔

ترجمہ : ابن ابی الحدید سُنی معتزلی کہتا ہے کہ میں نے مدرّس مدرسہ عربیہ بغداد علی بن فارقی سے پوچھا کیا سیدہ فاطمہ زہراؑ اپنے دعوےٰ فدک میں سچی تھی؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ پس میں نے کہا کہ جب سیدہ سچی تھی تو ابو بکر نے فدک بی بی کو کیوں نہ دیا؟ علی ابن فارقی مسکرایا اور ایک لطیف جواب دیا۔ کہا کہ اگر صرف بی بی کے دعویٰ سے ابو بکر سیدہ کو فدک دے دیتا تو دوسرے دن فاطمہ الزہراؑ اپنے شوہر کے لئے خلافت کا دعویٰ بھی کرتی اور ابو بکر کے لئے کوئی عذر نہ ہوتا۔

قارئین سے آخری گزارش

ا۔ چار یاری مذہب کے علماء زیادہ تر اس رنگ میں مذہب شیعہ کو پیش کرتے ہیں کہ اہل تشیع وہ ہیں جو صحابہ اور نبی کریم ﷺ کی بیویوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ جن کے مذہب میں نہ نماز نہ روزہ ہے نہ حج وزکوۃ ہے۔ دس دن محرم الحرام میں امام حسین علیہ السلام کے لئے ماتم کرتے اور یارانِ نبی ﷺ پر تبرّا کرتے ہیں۔ اور مقصد ملوانوں کا اس بہتان سے یہ ہے کہ عام لوگوں کو ان سے متنفر کر دیا جائے اور شیعوں کی فریاد ایسے جھوٹوں کے خلاف صرف اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ہے۔

اہل تشیع کا تعارف

اور ان کا توحید رسالت اور امامت کے متعلق عقیدہ

۲۔ اہل تشیع اللہ تعالیٰ کو خدائے وحدہ لاشریک مانتے ہیں۔ زندہ کرنا، مارنا اولاد دینا، رزق دینا وغیرہ ان امور میں حق تعالیٰ کو لاشریک لہ مانتے ہیں۔

۳۔ اور محمد رسول اللہؐ کو اپنا نبی برحق اور آنجناب کو تمام انبیاء کا سردار مانتے ہیں۔ خاتم النبیین اور ہر گناہ سے معصوم مانتے ہیں۔

۴۔ رسول اللہؐ کے بعد امام الاولیاء، سید الاصیاء، امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو اہل تشیع نبی ﷺ کا خلیفہ بلا فصل مانتے ہیں اور جناب امیرؑ کے بعد آنجناب کے گیارہ بیٹوں کو امام حسنؑ سے لیکر امام مہدی علیہ السلام تک امام برحق مانتے ہیں۔

قرآن کے متعلق شیعوں کا عقیدہ

۵۔ اہل تشیع قرآن پاک کو اللہ کا کلام اور اپنے لئے دستور حیات مانتے ہیں اور قرآن کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں اور قرآن پاک میں کمی یا زیادتی کا اعتقاد نہیں رکھتے۔

شیعوں کا عبادات کے متعلق عقیدہ

۶۔ اہل تشیع نماز وروزہ، حج وزکواۃ کو واجب مانتے ہیں اور خمس وجہاد، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، تولّا، تبرّا وغیرہ سب کو واجب مانتے ہیں۔ نماز روزہ جیسی عبادات کے وجوب کا منکر ان کے نزدیک مسلمان نہیں ہے اور فرض عبادات کا تارک فاسق ہے۔

اصحاب نبی کے متعلق اہل تشیع کا عقیدہ

۷۔ جو لوگ رسول اللہؐ کے زمانے میں آنجناب کی زیارت سے مشرّف ہو کر حضورؐ پر ایمان لائے تھے اور وقت موت تک اس ایمان پر ثابت رہے تھے، شیعوں کے نزدیک ایسے اصحاب مکرّم ومحترم، عزت وشرف والے ہیں لیکن ہم کسی صحابی کو امام برحق نائبِ رسولؐ نہیں مانتے۔ اگر کسی صحابی نے مسلمانوں پر بادشاہی کی ہے تو یہ چیز اس کے امام برحق اور نائب رسول ہونے کا ثبوت نہیں ہو سکتا کیونکہ مسلمانوں پر تو یزید ابن معاویہ نے بھی بادشاہی کی ہے، ہلا کو اور چنگیز اور انگریز نے بھی بادشاہی کی ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ بڑی دردناک ہے۔ ان پر تو ایسے حکمران بھی گزرے ہیں جن کی راتیں شراب وکباب، رقص وزنا میں گزرتی تھیں اور دن لعب ولھو، شکار وظلم میں گزرتا تھا۔ مسلمانوں پر دھاندلی یا ڈنڈے سے حکومت کرنا اور بات ہے اور امام برحق اور نائب رسول ہونا اور بات ہے۔

۸۔ جناب ابوبکر وعمر وعثمان کے متعلق شیعوں کا عقیدہ

اہل سنت کی معتبر کتاب "شرح فقہ اکبر" ص ۷۰ پر جو خلفائے اسلام کی گردان لکھی ہے، اس میں یزید بن معاویہ بھی شامل ہے لہٰذا ہم خورشید سپہر امامت، شہنشاہ سریر کرامت، واقف معارج لاہوت، عارف مدارج ناسوت، خطیب منبر سلونی، وارث رتبہ ہارونی، امام الاولیاء، امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو الگ کرتے ہیں اور باقی لوگ۔

۱۔ ابوبکر ۲۔ عمر ۳۔ عثمان ۴۔ معاویہ ۵۔ یزید ۶۔ عبدالملک ۷۔ ولید ابن عبدالملک ۸۔ یزید بن عبدالملک ۹۔ سلیمان ابن عبدالملک ۱۰۔ ہشام بن عبدالملک ۱۱۔ عمر بن عبدالعزیز۔

ان گیارہ کو اہل تشیع نائب رسول اور امام برحق نہ ہونے میں برابر سمجھتے ہیں کیونکہ جو معیار خلافت اہل سنت نے قائم کیا ہے: اجماع، نامزدگی، شوریٰ، قہر و غلبہ، وہ ان گیارہ میں ایک جیسا ہے۔ ابو بکر پر اجماع ہوا اور عمر بن عبدالعزیز پر بھی اجماع ہوا۔ ابو بکر نے عمر کو نامزد کیا اور معاویہ نے یزید کو نامزد کیا۔

ایک بہتان

اہل تشیع اصحاب اور خلفاء کو گالیاں دیتے ہیں

جواب:

یہ بہتان سفید جھوٹ ہے۔ ہم قرآن اور عترت کے پیروکار ہیں۔ ان رہنماؤں نے کسی کو گالیاں دینے کی ہمیں اجازت نہیں دی البتہ مذکورہ گیارہ خلفاء کے جو حالات خود علماء اہل سنت اپنی کتابوں میں لکھ گئے ہیں ہم ان کا ذکر عوام کے سامنے ضرور کرتے ہیں۔ اگر کسی خلیفہ نے کوئی ظلم کیا ہے مثلاً آلِ نبی ﷺ کا حق کھایا ہے۔ ان کا مال چھینا ہے۔ عترتِ رسولؐ کو شہید کیا ہے۔ نبی کی بیٹیوں کو قید کیا ہے یا کسی خلیفہ نے شراب پی ہے یا زنا کیا ہے یا کسی مسئلہ سے جاہل تھا یا نماز روزہ ترک کیا ہے یا کوئی اور جرم کیا ہے اور ہمیں اہل سنت کی کتابوں سے اس کا ثبوت مل گیا ہے تو خلیفہ کے اس جرم پر ہم پردہ نہیں ڈالتے جیسا کہ موجودہ زمانے میں اگر کوئی حاکم جلسہ عام میں یہ کہہ دے کہ میں تھوڑی سی پیتا ہوں مجھے معاف کیا جائے تو ہماری ملوانا برادری کی شریعت کا پورا توپ خانہ حرکت میں آجاتا ہے اور پاکستانی مسلمانوں کے اجماع سے منتخب حاکم معاف نہیں کیا جاتا اسی طرح حجازی مسلمانوں کے اجماع سے منتخب خلفاء اور بادشاہوں کو ان کی غلطیوں میں معاف نہیں کیا جاتا۔ موجودہ زمانے میں اگر کوئی حاکم لوگوں کی جاگیریں نیشنلائز کرے تو اس پر کتاب وسنت کی مخالفت کا فتویٰ دیا جاتا ہے تو اگر ابو بکر نے فاطمہ زہراؑ علیہا السلام کی جاگیر کو نیشنلائز کر کے قومی تحویل میں لیا تو وہ بھی مذکورہ فتویٰ کی زد سے بچ نہیں سکتے۔

ایک بات انصاف کی

۱۔ ظالم ظالم ہی ہے خواہ پہلی صدی میں گزرا ہے یا چودھویں میں ہے، صحابی ہے یا غیر صحابی، عرب ہے یا غیر عرب، نبی کا رشتہ دار ہے یا غیر رشتہ دار، بادشاہ ہے یا عام آدمی۔ اگر ظالم ہے تو ہم

اُسے ظالم ہی کہیں گے ۔ جھوٹا ہے تو ہم اسے جھوٹا ہی کہیں گے اور عشرہ محرم الحرام میں ہماری مجالس جلوس، ماتم کرنا، خون بہانا، یہ سب ظلم کے خلاف احتجاج ہے اور یہ قیامت تک جاری رہے گا۔ ہمارے اس احتجاج کو کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ چودہ سو برس کی تاریخ گواہ ہے۔

۲۔ خلفاء کے زمانے میں اہل تشیع خلفاء پر تنقید کرتے تھے اور پھر خلفاء ان کو قید کرتے تھے۔ کوڑے مارتے تھے۔ جلاوطن کرتے تھے۔ ان کا مال چھین لیتے تھے۔ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹتے تھے۔ ان کو قتل کر دیتے تھے۔ ان کو دیواروں میں زندہ چُن دیتے تھے۔ ان کی آنکھوں میں لوہے کی سلائیاں گرم کر کے ڈالتے تھے۔ ان کی زبانیں کاٹتے تھے کیوں۔؟ تاکہ ہمارے ظلم اور عیب ظاہر نہ کریں لیکن ارباب انصاف! بتاؤ چودہ سو برس گزر گئے۔ تاریخ گواہ ہے۔ خلفاء کا کوئی عَیب یا ظلم چھپ سکا ہے؟

مقدمہ فدک اور میراث رسول میں ہمارا فیصلہ

میں نے بڑے غور سے تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا ہے اور پوری دیانت داری سے حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے مسئلہ فدک اور میراث میں فاطمہ زہراءؑ رسول اللہؐ کی بیٹی مظلومہ اور حق بجانب نظر آئی ہیں اور جناب ابو بکر غلطی پر نظر آئے ہیں۔

پس جس طرح علماء اہل سنت ایمان ابی طالب کے مسئلہ میں شیعوں سے کسی قسم کی رواداری کا ثبوت نہیں دیتے اور اپنا فیصلہ صاف صاف الفاظ میں سنا دیتے ہیں اسی طرح میں بھی عرض کرتا ہوں کہ مذکورہ مقدمہ میں رسول اللہؐ کی بیٹی فاطمہ زہراءؑ علیہا السلام سچی ہیں اور جناب ابو بکر جھوٹے ہیں۔

علامہ محمود احمد رضوی سرپرست حزب الاحناف سے آخری گزارش

علامہ صاحب! اب وہ زمانہ نہیں کہ کوئی عقیدہ یا مذہب زبردستی کسی کے دل ودماغ میں ٹھونس دیا جائے بلکہ علم اور روشنی کا دور ہے۔ ہم نے قدم قدم پر آپ کی کتابوں کے حوالے دیے ہیں۔ جن باتوں کو تم چھپاتے ہو ان باتوں کو مسلمانوں کے سامنے ظاہر کیا ہے۔ آپ کے اور آپ کے تمام بزرگوں کے مسئلہ فدک و میراث میں تمام اعتراضات شبہات وشکوک کے جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ فیصلہ خود مسلمان ہی کریں گے اور آپ سے آخری گزارش یہی ہے۔ ع

ابھی دلربائی کے انداز سیکھو   کہ آساں نہیں دل لبھانا کسی کا

پندرہ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ میں اس رسالہ کے مسودہ کی تیاری کا آغاز ہوا اور ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ میں اختتام پذیر ہوا۔

غلام حسین نجفی

دس دسمبر ۱۹۷۷ء

(مندرجہ ذیل عبارت متن کتاب میں اسی طرح سب سے آخر میں تھی، جو حفظ امانت کے طور پر اسی طرح باقی رکھی گئی ہے۔)

قرآن مجید کا اٹل فیصلہ کہ ظالم امام نہیں ہو سکتا

ثبوت ملاحظہ ہو:

قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ۔ (پ۱ سورہ البقرہ، آیت ۱۲۴)

ترجمہ: اللہ نے فرمایا تحقیق ہم آپ کو (اے ابراہیم) لوگوں کا امام بنانے والے ہیں۔ (جناب ابراہیم نے) عرض کی: اور میری ذریت سے بھی۔ اللہ نے فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔

نوٹ:

جس نے کفر کیا وہ ظالم ہے بقولہ تعالیٰ ﴿والکفرون هم الظالمون﴾۔ اور جس نے شرک کیا وہ بھی ظالم ہے۔ بقولہ تعالیٰ ﴿ان الشرک لظلم عظیم﴾۔ اور ثلاثہ نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے بسبب کافر و مشرک ہونے کے ظالم تھے پس بحکم قرآن امامت کے لائق نہ رہے۔ ہماری دشمنی ان تینوں سے ذاتی نہیں بلکہ ہم حکم قرآن کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ پس بت پرست بحکم قرآن ظالم ہیں اور امامت کے اہل نہیں۔ اگر اہل دنیا نے ثلاثہ کو امام بنایا ہے تو مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی اہل دنیا نے امام بنایا ہے۔ جناب ابو بکر اور مرزا صاحب میں کوئی فرق نہیں کیونکہ دونوں کو اہل دنیا نے منصب امامت دیا ہے۔ اگر بندوں کو ایسا اختیار ہے تو دونوں کو مانو، فرق کرنا بے انصافی ہے۔ اور ہم اہل تشیع نے دونوں کو ٹھکرایا ہے۔

خلیفہ کے بلا اُجرت وکیل شاہ عبدالعزیز کا ایک لنگڑا عذر

ثبوت: "تحفہ اثنا عشریہ" باب ہفتم ص۲۲۱ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور۔

وقد تقرّر فی الاصول ان المشتق فیما قام بہ المبدأ فی الحال حقیقۃ وفی غیرہ مجاز:

مقصود شاہ صاحب کا مذکورہ قاعدہ سے یہ ہے کہ ظالم اس کو کہتے ہیں جو زمانہ حال میں ظالم ہو اور جو زمانہ ءِ ماضی میں ظالم رہا ہو اور پھر توبہ کرلے تو وہ ظالم نہیں ہے۔ پس ثلاثہ بعثت سے پہلے بت پرست تھے۔ حضورؐ کے اعلانِ نبوت کے بعد انہوں نے توبہ کرلی پس وہ ظالم نہ رہے اور امامت کے اہل بن گئے۔

جواب نمبرا :

مرحوم شاہ صاحب کی وہی حالت ہے کہ سانپ کے منہ میں جب مینڈک آتا ہے تو مینڈک کچھ نہ کچھ آواز ضرور نکالتا ہے۔ اسی طرح شاہ صاحب بھی کچھ نہ کچھ آواز ضرور دیتے ہیں لیکن ہم بھی علم اصول کی روشنی میں ثلاثہ پر طعن کرتے ہیں۔ کیونکہ وقد تقرّر فی الاصول ان یکون لاجل الاشارۃ الی علیۃ المبداء والحکم معہ کفایۃ مجرّد صحۃ جری المشق علیہ ولو فیما مضیٰ (کفایۃ الاصول بحث مشتق ص۷٤ جلد۱)

مقصود عبارت یہ ہے کہ کبھی مشتق کو موضوع حکم اس لئے بنایا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ مصدر و معنیٰ مشتق کو اثباتِ حکم میں دخل ہے اور مصدر علّتِ حکم ہے خواہ ذاتِ معنی مصدر کے ساتھ زمانہ ماضی میں کم مدت متصف رہی ہو۔ مثلاً قرآنِ خدا اور نظامِ مصطفیٰ کا یہ قانون ہے کہ (۱) ﴿السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما﴾۔ مقصودِ آیت سے یہ ہے کہ جس نے چوری کی ہے خواہ زمانہ ماضی میں اس کے ہاتھ کاٹو اگرچہ وہ زمانہ حال میں چور نہ رہا ہو مگر حکم باقی رہا ہوگا۔ (۲) ﴿الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما﴾۔ مقصود آیت سے یہ ہے کہ زناکار خواہ اس نے زمانہ ماضی میں کیا ہے۔ کوڑے مارو اگرچہ زمانہ حال میں وہ زناکار نہیں رہا۔ (۳) اپنے باپ کا قاتل وارث نہیں ہوسکتا۔ چور کے ہاتھ کاٹنے کا، زناکار کو کوڑے مارنے کا باپ کے قاتل کے وارث نہ ہونے کا حکم جس طرح ثابت رہتا ہے خواہ ان تینوں نے جرم ماضی میں کیا ہو اسی طرح ثلاثہ نے اگرچہ زمانہ ماضی میں ظلم کیا تھا لیکن اس ظلم کی وجہ سے بحکم قرآن ان کے امام نہ ہونے کا حکم ان کے لئے تا وقتِ موت ثابت رہا ہے۔

جواب نمبر۲:

﴿لاینال عهدی الظالمین﴾ اس آیت میں حکم ہے کہ ظالم امام نہیں ہو سکتا اور یہ تفصیل نہیں کہ ظالم فی الزماں الماضی والحال پس حکم آیت تمام اوقات کو شامل ہے لہٰذا جس نے گذشتہ زمانے میں ظلم کیا ہے اگرچہ بعد میں توبہ کرلی ہو، حکم آیت اس کو بھی شامل ہے اور وہ بھی امام نہیں ہو سکتا۔

جواب نمبر۳:

﴿من ذریتی﴾ میں تین احتمال ہیں ا۔ جنہوں نے کسی وقت بھی ظلم نہیں کیا۔ ۲۔ جو امامت ملنے کے وقت بھی ظالم ہوں۔ ۳۔ جو گذشتہ زمانہ میں ظالم تھے اور بعد میں تائب ہوگئے ہوں۔ اگر قسم دوم کے لئے جناب ابراہیم نے دعا مانگی ہے تو ایسی دعا مانگنا نبی کی شان سے دور ہے اور قسم سوم کو خدا نے ﴿لاینال عهدی الظالمین﴾ کا حکم صادر فرما کر منصبِ امامت سے محروم کر دیا ہے۔ پس منصبِ امامت اس ذریت کے لئے ہے جس نے کسی وقت بھی ظلم نہ کیا ہو۔

غاصب بھی ظالم ہے اور وہ امام نہیں ہو سکتا

بیانہ:

غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ۔ (الفاتحۃ/۷)

ہر مومن نماز میں کم از کم پانچ وقت سترہ مرتبہ خدا سے سوال کرتا ہے کہ مجھے ایسے لوگوں کی راہ پر چلنے سے بچا جن پر تیرا غضب ہے اور وہ گمراہ ہیں۔ ہم نے دیانت داری سے قرآن وسنت کا مطالعہ کیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ سورۃ الحمد کی آخری آیت جناب ابو بکر کو امام ماننے سے روکتی ہے کیونکہ جناب ابو بکر پر نبی کی بیٹی فاطمہ زہراءؑ کے غضب ناک ہونے کی وجہ سے خدا اور رسول بھی غضبناک ہیں لہٰذا ہمارے عقیدہ میں جناب خلیفہ ﴿مغضوب علیهم﴾ میں داخل ہیں۔ جس طرح کتاب "شرح فقہ اکبر" ودیگر کتب اہل سنت گواہ ہیں کہ چار یاری مذہب کے عقیدہ میں معاذ اللہ رسول اللہؐ کے ماں باپ اور چچا ابوطالب کافر تھے۔ اگر اہلِ سنت مذکورہ عقیدہ رکھنے میں مجرم نہیں تو اگر کوئی شخص رسول کے سوہرے، سالے یا بیوی کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ وہ ﴿مغضوب علیهم﴾ میں داخل ہیں تو وہ بھی مجرم نہیں ہے۔ اگر شیعوں پر الزام ہے کہ وہ نبی ﷺ کے سوہرے کی ہتک کرتے

ہیں تو سنیوں پر الزام ہے کہ رسول کے ماں باپ اور چچا کی ہتک کرتے ہیں۔ اگر چار یاری مذہب کو ہمارے بیان سے زیادہ کوفت ہوئی ہے تو ہم عرض کرتے ہیں کہ ابو بکر کو خلیفہ نہ ماننے میں تم یہ فرض کر لو کہ شیعوں کی خطا اجتہادی ہے اور اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ اگر خطا اجتہادی کی وجہ سے کوئی امام حق سے جنگ کرے جیسا کہ عائشہ اور معاویہ نے جناب امیرؑ سے جنگ کی تھی یا وہ امام حق پر تبرّا کرے جیسا کہ معاویہ اور دیگر خلفاء نے جناب امیرؑ پر تبرّا کرتے تھے تو اللہ ایسے لوگوں کو معاف کرے گا کیونکہ ان کی نیت بُری نہ تھی بلکہ صاف تھی۔

اسی طرح ابو بکر، عثمان، عمر کو شیعہ صرف امام نہیں مانتے جنگ تو نہیں کی اور اسی طرح اگر ان تینوں پر تبرا کرتے ہیں تو یہ ان کی خطا اجتہادی ہے۔ اللہ شیعوں کو معاف کرے گا۔ کیونکہ ان کی نیت صاف ہے بری نہیں۔

آخری گزارش

بانی پاکستان مرحوم حضرت قائد اعظم محمد علی جناح یقیناً شیعہ تھے لہٰذا پاکستان حاصل کرنے میں شیعوں کا بہت بڑا حصہ ہے لہٰذا چار یاری مذہب کے علماء شیعوں کو حقیر اقلیت کہہ کر ان کے دلوں کو نہ دکھائیں۔ حکمِ قرآن اور آلِ نبی ﷺ کے فرمان کے سامنے شیعوں کے سرِ تسلیم جُھکے ہوئے ہیں اور اگر ابو بکر، عمر، عثمان کے حکم امام اعظم، احمد، مالک، شافعی کے فتوے شیعوں کے سر ٹھونسے گئے تو شیعیانِ حیدرِ کرار ایسے حکم اور فتوؤں کے سامنے جُھکنے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔ اہلِ تشیع بھی اسی ملک کے باشندے ہیں۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ شیعہ، سنی دونوں فرقوں کو اپنے اپنے عقیدے کی نشر واشاعت اور اپنی اپنی فقہ پر عمل کرنے کی آزادی ہونی چاہیے۔ خود بھی جیو اور ہمیں بھی جینے دو۔ آؤ مِل جُل کر رہیں۔

وحدتِ اسلامی زندہ باد

پاکستان پائندہ باد

غلام حسین نجفی سرپرست شیعہ تبلیغ جامعۃ المنتظر

ماڈل ٹاؤن ایچ بلاک۔ لاہور

فدک میزان حق و باطل

رحمت للعالمین پیغمبرؐ کی تنہا دختر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے والد بزرگوار کی وفات کے بعد خلافت کے دعویداروں اور اپنے آپ کو خلیفۃالرسول بنا کر پیش کرنے والوں کے ہاتھوں صرف چند دن کے اندر کیسے کیسے مصائب برداشت کیے:

۱۔ مسلمان بنی ہاشم کے درمیان جنازہ رسولؐ کو چھوڑ کر خلافت کے چکر میں ایک دوسرے پر سبقت لینے لگے۔ یہ پہلی مصیبت تھی جو بنت رسولؐ کو بابا کی امت کے ہاتھوں برداشت کرنا پڑی۔

۲۔ جب خلیفہ بن بیٹھا تو اس کا پہلا حکم یہ تھا کہ علیؑ کو بیعت کے لیے حاضر کیا جائے۔

۳۔ مسلمان ایک سنگدل کی سربراہی میں در زہراؑ پر آئے۔ اس سنگدل نے بلند آواز سے کہا کہ علیؑ باہر آجاؤ ورنہ گھر کو آگ لگا دوں گا۔ جب اس سے کہا گیا کہ اس میں فاطمہؑ بنت رسولؐ بھی رہتی ہیں۔ یہ کیسی باتیں کر رہے ہو تو جواب میں کہا کہ رہا کریں۔ اگر علیؑ باہر نہ آئے تو میں گھر کو آگ لگا دوں گا۔

یہ وہ دروازہ تھا جس پر رسول خداؐ کئی ماہ تک آیہ تطہیر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اہل خانہ خصوصاً رسولؐ کی تنہا نشانی صدیقہ طاہرہ کو یہ توقع نہ تھی کہ جن لوگوں پر میرے بابا نے یہ احسان کیا تھا کہ انہیں جہالت اور پستی سے نکال کر علم اور انسانیت سے آشنا کیا تھا، وہ لوگ اپنے محسن کے دنیا سے رخصت ہوتے ہی اس قدر محسن کش اور بے رحم ہو جائیں گے کہ جنازہ رسولؐ کو تنہا چھوڑ کر چلے جائیں گے، چند ہی دنوں میں بیت نبوت پر حملہ کریں گے، گھر کو آگ لگائیں گے اور علیؑ کے گلے میں رسی ڈالیں گے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

۴۔ مسلمانوں کے خلیفہ نے مذکورہ مظالم اور سنگدلی پر توقف نہیں کیا بلکہ ایک قدم اور آگے بڑھایا اور صدیقہ طاہرہ کی وہ ملکیت جو رسول خداؐ نے حضرت فاطمہؑ کو عطا فرمائی تھی، اس پر قبضہ کر لیا۔ یہ ملکیت باغ فدک کے نام سے معروف ہے۔ بنت رسولؐ نے بھرے دربار میں خلیفہ سے مطالبہ فرمایا کہ فدک میری ملکیت ہے۔ رسول خداؐ نے مجھے دی تھی۔ خلیفہ کو چاہیے تھا کہ عصمتِ کبریٰ کی مالک خاتون کا مطالبہ قبول فرماتے اور فدک واپس کر دیتے لیکن اس کے برعکس گواہ طلب کیے۔ گواہ پیش ہوئے لیکن انہیں ٹھکرا دیا گیا۔ سارے مظالم صدیقہ طاہرہ نے برداشت کیے لیکن دربار میں خطبہ دینے کے بعد خالی ہاتھ واپس آنا، علیؑ اور حسنینؑ شریفین کی گواہی کا ٹھکرا دیا جانا، جن کی صداقت اور طہارت پر قرآن نے گواہی دی ہو، ان کی صداقت میں تازہ مسلمانوں کو شک میں ڈالنا اور پھر معاذ اللہ نہ فقط بات کو قبول نہ کرنا بلکہ ٹھکرا دینا۔ یہ سارے وہ مصائب تھے جو دختر رسولؐ نے بابا کی امت کے ہاتھوں اٹھائے اور ۱۸ سال کی کم عمر میں روتی اور فریاد کرتی ہوئی اپنے بابا سے جا ملی۔

فدک در حقیقت حق و باطل کا میزان ہے، اس لیے چودہ سو سال سے شیعہ علماء نے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے اور مزید بھی لکھنے کی گنجائش باقی ہے۔

فدک پر متعدد زاویوں سے گفتگو ہو چکی ہے اور مختلف انداز سے لکھا گیا ہے، مثلاً صدیقہ طاہرہ کے حالات زندگی پر لکھی جانے والی کتابوں میں ایک باب یا فصل میں فدک کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ ان کتب کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے۔ شائقین ان کتابوں کی اجمالی فہرست دیکھنے کے لیے مرحوم اسماعیل انصاری صاحب کی کتاب "الموسوعۃ الکبریٰ لفاطمۃ الزہرا علیہا السلام" (۲۵ مجلد) کی کتاب "فاطمہ در آئینہ کتاب" کی طرف رجوع فرمائیں۔ اس میں تین ہزار سے زیادہ کتابوں کا تعارف کروایا گیا ہے۔

صدیقہ طاہرہ علیہا السلام کے معروف ترین خطبات میں سے خطبہ "لمہ" جو خلیفہ کے سامنے دربار میں دیا تھا۔ اس میں فرمایا تھا کہ فدک میرا مال ہے اور خلیفہ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ اگر تیری بیٹی تیری میراث کی حقدار بن سکتی ہے تو میں اپنے بابا کی میراث کی حقدار کیوں نہیں بن سکتی؟

اس خطبہ کی کئی شروحات ہیں، جو بلاواسطہ فدک سے تعلق رکھتی ہیں۔

تیسری قسم ان کتب و رسائل کی ہے جنہیں فقط فدک کے موضوع پر تفصیلًا یا اجمالًا تحریر کیا گیا ہے۔

اس موضوع پر قرن اول سے لے کر عصر حاضر تک مسلسل لکھا گیا ہے اور اس اہتمام کی وجہ یہ تھی کہ مسئلہ فدک حق و باطل کا میزان ہے۔ اس مسئلہ میں سب سے زیادہ توجہ اس بات پر مرکوز ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں فاطمہ صدیقہ ہے لہٰذا جب انہوں نے فدک کا مطالبہ کیا تھا تو مسلمانی کا ثبوت دیتے ہوئے صدیقہ طاہرہ کی بات مان لینی چاہیے تھی۔ اور جب گواہ مانگے اور علی مرتضٰی اور حسنین شریفین جیسے آیہ تطہیر کے مصداق اماموں نے صدیقہ طاہرہ کی بات کی تصدیق کی تو پھر تو انکار کی گنجائش نہیں تھی لیکن بات پھر بھی نہیں مانی اور ان معصوم ہستیوں کی گواہی کو پھر ٹھکرا دیا گیا۔

ان مباحث میں ان ہستیوں کی صداقت و طہارت کا ثبوت قرآن، سنت، اجماع، عقل سے ثابت کیا جاتا ہے اور دوسری گفتگو، خلیفہ کی طرف سے پیش کی جانے والی جعلی حدیث کی دھجیاں علم حدیث کے قواعد کی روشنی میں اڑائی جاتی ہیں اور اٹل دلائل سے ثابت کیا جاتا ہے کہ یہ حدیث جعلی ہے۔

ہم نے اس موضوع پر تفصیلی گفتگو تو اپنی کتاب ”کتاب شناسی توصیفی فدک“ میں پیش کی ہے، لیکن اختصار کے پیش نظر یہاں پر ایک اجمالی فہرست فقط ان کتب کی پیش کی جارہی ہے جو مستقل فدک سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کا موضوع صرف اور صرف فدک ہے۔

اختصار کے پیش نظر اس فہرست میں دیگر کتب تو دور کی بات، خطبہ ”لمہ“ کی شروحات کو بھی شامل نہیں کیا گیا، البتہ ”کتاب شناسی فدک“ میں یہ ساری کتابیں زیر بحث آئی ہیں۔

اس فہرست کو پیش کرنے میں ہم نے زیادہ تر استفادہ کتاب ”فاطمہ در آئینہ کتاب“ اور اباذری اصفہانی کے مقالہ ”کتاب شناسی فدک“ کہ جو مجلّہ ”میقات“ میں چھپا ہے، سے کیا ہے۔

جن کتب کے کوائف کامل ہیں، وہ مقالے کا مواد ہے اور جن کے بارے میں تحریر ہے کہ چاپی، یا خطی یہ ”فاطمہ در آئینہ کتاب“ کا مواد ہے۔ کچھ کتابیں ہم نے مزید پیش کی ہیں۔

اور آخر میں عرض کرتا چلوں کہ کتاب کے آخری صفحہ پر جس عبارت کا عکس ہے یہ کتاب ”مرأة الزمان“ سبط ابن جوزی کے خطی نسخے کا عکس ہے جو ترکی میں موجود ہے اور اب یہ کتاب ”مؤسسہ الرسالۃ“ کی طرف سے چھپ چکی ہے۔ اس میں فدک کی سند کو عمر کے ہاتھوں ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی تصویر موجود ہے۔

الا لعنت اللہ علی القوم الظالمین

فہرست کتب

۱- اثبات فدک برای حضرت زہرا (سلام اللہ علیہا) از طریق قاعدۂ ید۔

۲- اختلاف الفقھاء فی ترکۃ سیدانبیاء (ص) محمدصغیر طیب سندی، قم، مجمع جہانی اہل بیت(ع)، ۱۳۸۵، ۳۱۲ص، وزیری۔

۳- اسرار فدک: محاکمہ غاصبین فدک در کلام دختر وحی برای نسل ہای آیندہ، ناگفتھہای فدک و تحلیل اعتقادی تاریخ ماجرا، متن کامل خطابہ حضرت زہرا علیہا السلام مقابلہ شدہ با ۱۷ نسخہ. محمدباقر انصاری و سیدحسین رجایی، قم، انتشارات دلیل ما، ۱۳۸۶، ۳۰۰ص، وزیری۔

۴- اشرف پاک نیت، کاشان، قانون مدار، ۱۳۹۱، ۱۲۷ص، رقعی۔

۵- اضواء الدرر العوالی لایضاح غصب فدک و العوالی. بی جا، بی نا، بی تا، ۲۴ص، وزیری۔

۶- اظہار فی تحقیق میراث السید المختار، سید عبدالباسط محمد عالم عریضی. (اردو چاپی)

۷- انتصار الشیعۃ فی رد ابن تیمیۃ، حکیم احد شاہ. (اردو چاپی)

۸- أنوار الھدایۃ فی مبحث فدک و القرطاس و دفع بعض شبہات الناس. (عربی خطی) مؤلف: مولوی محمد أنور بن نور الدین محمد الأکبر آبادی، زندہ در ۱۱۹۲ ق، (مأخذ: الذریعہ، جلد ۲، ص ۴۴۷)

۹- انوار حق، مسئلہ ی فدک، سید محمد عارف نقوی. (اردو چاپی)

۱۰- ایلیا و فدک از زمان موسی (ع): بازخوانی یکی از اسناد کہن دربارہ فدک. محمدحسین رحیمیان، قم، دلیل ما، ۱۳۸۵، ۴۸ص

۱۱- آن روز سرد، قباله فدک و پرسشهای فرارو. علی لباف، تهران، منیر، ۱۳۸۸، ۱۵ص، رقعی.
۱۲- آیات محکمات بجواب آیات بینات، امیر حسن خان. (اردو چاپی)
۱۳- آیۃ اُخری، مؤلف:؟ (اردو چاپی)
۱۴- باغ فدک مین سرسری نظر، زین العابدین کوپا گنج. (اردو چاپی)
۱۵- باغی، سید کرار حسین محمد آبادی. (اردو چاپی)
۱۶- بحث باغ فدک، مؤلف:؟ (اردو چاپی)
۱۷- بحث فدک، محمد مهدی علی. (اردو چاپی)
۱۸- بنت رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ و آلہ کا حق وراثت، محمد شریف ملک. (اردو چاپی)
۱۹- پژوهشی در مسئله فدک. مرضیه شیرخدایی، تهران، شکوفه های دانش، ۱۳۹۰، ۲۸۸ص
۲۰- پژوهشی درباره ی فدک، رسول اکبری (فارسی خطی)
۲۱- تاریخ فدک. قادر عزیززاده، تبریز، یاران، ۱۳۹۰، ۱۲۸ص. ۲. وزیر عباس حیدری مظفرنگری، قم، مرکز جهانی علوم اسلامی، ۱۴۲۵ ق، ۴۳۱ ص. (این کتاب به زبان اردو است)
۲۲- تحقیق فدک، سید حفاظت حسین بهیکپوری. (اردو چاپی)
۲۳- ترکۃ النبي صلی اللہ علیہ و آلہ، حماد بن اسحاق، حدود ۲۶۵ق. (عربی خطی)
۲۴- تقریر عن قضیۃ فدک لحظۃ بلحظۃ. محمد باقر انصاری، تعریب آ. مردانیپور و النعمانی، قم، موسسه انصاریان، ۱۴۳۳ ق، ۱۱۷ ص. (این کتاب ترجمه عربی کتاب گزارش لحظه به لحظه از ماجرای فدک است.)
۲۵- توثیق فدک، سید منظور حسین بخاری. (اردو چاپی)
۲۶- جاگیر فدک، غلام حسین پاکستانی. (اردو چاپی)
۲۷- جزء في تحقیق «لا نورِّث ما ترکناه صدقة»، محمد معین سندی تتوی حنفی. (عربی خطی)
۲۸- جواب بعض العامة عن حدیث «نحن الأنبیاء لا نورث»، افضل الدین محمد. (عربی خطی)

۲۹- جور فلک و غضب فدک. ابوالفتح دعوتی، قم، ایام، ۱۳۸۱، ۶۱ص.

۳۰- حدیث الخضر مع أبي بكر في فدک، مؤلف: ؟ (عربی خطی)

۳۱- حضرت زہرا علیہا السلام اَندِ ہارت رندینگ اِپی زود آو فَدَک، ناصر مکارم شیرازی، (انگلسی چاپی) ترجمہ میکائیل احمدی.
Hazrat Zahra (P) And The Heart-Rending Episode Of Fadak.

۳۲- حضرت زهرا (س) و ماجرای غم انگیز فدک. ناصر مکارم شیرازی، مشهد، انجمن محبان الفاطمة (س)، ۱۳۵۶/۱۴۰۷ق، ۸۶ص، رقعی. (این کتاب با عنوان الزهراء (علیها السلام) وقضية فدک المؤلمة به عربی و همچنین به زبان کردی ترجمه شده است۔)

۳۳- حقیقت فدک، محمد صادق حسین. (اردو چاپی)

۳۴- دِ اِستِیُٹ آوٗ فدک (The State of Fadak)، محمد رضا دُلْکَرْسی (انگلسی چاپی)

۳۵- در جستجوی فدک. محمدامین پورامینی، معاونت تبلیغاتی وارتباطات اسامی آستان قدس ضوی، مشهد، آستان قدس رضوی، ۱۳۹۲، ۲۴ص، پالتویی

۳۶- درة البیضاء فی اثبات حق فاطمة الزہراء علیہا السلام، حاجی سید آل محمد مطلع آمروھی. (اردو چاپی)

۳۷- الدرة الحیدریة. سید محمد حسین بن حسین بخش، الزیدی نسبا، النوکانوی الهندی بلدا، المولود فی ۱۲۹۰ھ، ہند.

۳۸- درر اللآلی فی حجة دعوی البتول لفدک والعوالی. حسین بن یحیی بن إبراهیم بن علی الدیلمی (۱۱۴۹ ۱۲۴۹ ه)، نسخة فی جامع الغربیة، رقم ۹۶ مجامیع، (مأخذ: مصادر الفکر العربی الإسلامی فی الیمن، ص ۲۴۱)

۳۹- دفاع از حریم حق، عمران علی زاده. (فارسی چاپی)

۴۰- دفاع زہرا علیہا السلام از ولایت، سید محمد عابدین زادہ. (فارسی چاپی)

۴۱- رازهای فدک. زین العابدین غلام، قم، نسیم حیات، ۱۳۸۴، ۲۴۰ص، رقعی.

۴۲- رد الابالسة، غلام حیدریان. (اردو چاپی)

۴۳- رسالة فی فدک. سید علی بن دلدار علی الرضوی النصیر آبادی (ت ۱۲۹۵ھ)، (مأخذ: الذریعه، جلد ۱۶، ص ۱۲۹)

۴۴- رسالة في إثبات أنّ فدک لفاطمة الزهراء علیها السلام، محمد کرمی حویزی. (عربی چاپی)

۴۵- رسالة في تحقیق الخبر المنسوب إلی النبي صلی الله علیه و آله: نحن معاشر الأنبیاء لا نورِّث، شیخ مفید.. (عربی چاپی)

۴۶- رسالة في حقیقة فدک، جعفر بن بکیر خیاط. (عربی خطی)

۴۷- رسالة في حکم أبي بکر في فدک، مؤلف:؟ (عربی خطی)

۴۸- رسالة في فدک، محمد مهدوی لاهیجی. (عربی خطی)

۴۹- رسالة مبحث فدک، سید علی بن دلدار علی رضوی نصیر آبادی. (عربی چاپی)

۵۰- رساله فدک، محمد باقر فتح محمد جلالپوری. (اردو چاپی)

۵۱- رمی الجمرات، ج۱، عباد حسینی. (اردو چاپی)

۵۲- رمی الجمرات، ج۲ و ۳، محمد تقی. (اردو چاپی)

۵۳- رونمایی از باغ فدک: شرح توصیفی و تاریخی فدک از صدر اسلام تا سفر آیت الله هاشمی رفسنجانی. حمزه خلیلی، تهران، شرکت انتشاراتی اساتید قلم تهران، ۲۰۱۳، ۹۲ص.

۵۴- سرزمین مغصوب، فدک. علی اصغر لشگری، قم، سبط اکبر، ۱۳۸۵، ۱۸۴ص، رقعی.

۵۵- السقیفة و فدک. أبوبکر أحمد بن عبد العزیز الجوهری (المتوفی سنة ۳۲۳ه)، روایة عز الدین عبد الحمید بن أبی الحدید المعتزلی (المتوفی سنة ٦٥٦ه)، تقدیم وجمع و تحقیق محمد هادی الأمینی، تهران، مکتبة نینوی الحدیثة، ۱۵۲ص، وزیری.

۵۶- سوگنامه فدک. سید محمدتقی تقوی، ویرایش و تنظیم مهدی جعفری، تهران، موسسه تحقیقاتی فرهنگی جلیل، انتشارات الزهراء (س)، ۱۳۷۲، ۱۳٦ص، وزیری

۵۷- سیری مختصر در ماجرای غم انگیز فدک، سید اصغر محمود آبادی. (فارسی چاپی)

۵۸- الشواهد الفدکیة، سید اکرم علی هندی. (فارسی چاپی)

۵۹- صدای فاطمی فدک. محمدباقر انصاری زنجانی و سیدحسین رجایی، قم، دلیل ما، ۱۳۸۲، ۸۳، رقعی.

۶۰- ضوء اللئالي في غصب فدك والعوالي، مؤلف:؟ (عربی خطی)

۶۱- طعن الرماح، سید محمد بن دلدار علی نصیر آبادی هندی. (فارسی چاپی)

۶۲- ظلامات فاطمة الزهراء (س) فی السنة والآراء. عبدالکریم عقیلی، بیروت، موسسة اعلمی، چاپ ۲، ۱۴۲۱ق، ۳۸۰ص، وزیری

۶۳- عبور از تاریکی: پژوهشی در «غصب اموال» صدیقه طاهره فاطمه زهرا (ع) در سال یازدهم هجری. علی لباف و عدنان درخشان، تهران، منیر، ۱۳۸۵، ۱۴۴ص، رقعی.

۶۴- علی بن ابی طالب (ع) و رمز حدیث فدک. حسین غیب غلامی هرساوی، قم، دلیل ما، ۱۳۸۰، ۱۲۸ص، رقعی

۶۵- علی بن ابی طالب علیه السلام و رمز حدیث فدک، حسین غیب غلامی (فارسی خطی)

۶۶- علی، فاطمه، فدک، پیمان مالکی نژاد (فارسی خطی)

۶۷- فاطمة علیها السلام و فدک، علی محمد علی دخیل.. (عربی چاپی)

۶۸- فاطمه علیها السلام و فدک. اعظم اسماعیلی، تهران، نور گیتی، ۱۳۸۸، ۹۱ ص، پالتویی.

۶۹- فاطمه علیها السلام و فدک، محمد حسین ضیائی بیگدلی. (فارسی چاپی)

۷۰- فدک نامه. بهلول پور همت مرکید، مرند، بهلول پور همت مرکید، ۱۳۸۲، ص ۳۸

۷۱- فدک، ابراهیم بن محمد ثقفی کوفی، م ۲۸۳ق. (عربی خطی)

۷۲- فدک، ابوجیش مظفر بن محمد بلخی خراسانی، م ۳۶۷ق. (عربی خطی)

۷۳- فدک، ابوحسین یحیی بن زکریا ترماشیزی. (عربی خطی)

۷۴- فدک، ابوطالب عبیداللّٰه بن احمد انباری، م ۳۵۶ق. (عربی خطی)

۷۵- فدک، احمد معارف وند (فارسی خطی)

۷۶- فدک، جلد اول، هیئت تحریریه مجمع خیر النساء. (فارسی چاپی)

۷۷- فدک، جلد دوم، هیئت تحریریه مجمع خیر النساء. (فارسی چاپی)

۷۸- فدک،جلدسوم،ہیئت تحریریہ مجمع خیر النساء. (فارسی چاپی)

۷۹- فدک،حسن رضازادہ مقدم،مشہد،آستان قدس رضوی، ۱۳۸۳ ،۹٤ص.

۸۰- فدک،حسین اوسطی،تہران،چاپ و نشر بین الملل، ۱۳۸۳،٧٦ص،پالتویی.

۸۱- فدک،حمید کمال اردکانی (فارسی خطی)

۸۲- فدک،سید سعید اختر رضوی،بلال مسلم مشن دار السلام تانزانیا ، ۱۹۹۹م (انگلسی چاپی)

۸۳- فدک،سید احمد صادق حسینی، قم، مجمع خیریہ سیدہ النساء (ع)، ۱٤۱٥ق، ۳۲ص، رقعی.

۸۴- فدک،سید جاسم ہاتو موسوی، تہران،انتشارات مشعر، ۱۴۳۳ھ،ص ۲۱۲، وزیری،این کتاب در رد احسان الہی ظہیر سلفی پاکستانی است،بحث فدک

۸۵- فدک ،سیدمحمدحسن الموسوی القزوینی الحائری، تحقیق محمد باقر المقدسی، با مقدمہ عبدالفتاح عبدالمقصود، قاہرہ، اشراف سید مرتضی رضوی، ۱۳۹۷ق، ۱۹۷٦م، ۲۳۱ص، وزیری،نجف اشرف، الحیدریہ، ۱۳٥۲ق، ٧٦ص، رقعی.

۸۶- فدک،سید ظفر حسن بن دلشاد علی نقوی امروہوی.. (عربی چاپی)

۸۷- فدک،سید محمد حسین قلعہ سری (فارسی خطی)

۸۸- فدک،طاہر بن علی جرجانی. ابو طیب (عربی خطی)

۸۹- فدک،عبدالرحمن بن کثیر ہاشمی. (عربی خطی)

۹۰- فدک ،عبدالہادی علوی، قم، آل البیت (ع) لإحیاء التراث، ۱٤۲۸ق، ۱۲٧ص، رقعی. (این کتاب بہ زبان روسی ہم ترجمہ و چاپ شدہ است۔)

۹۱- فدک،مجتمع فرہنگی (فارسی چاپی)

۹۲- فدک،محمد بن حسین مہدوی سعیدی لاہیجی. متوفی ۱۴۰۳ھ. (عربی خطی)

۹۳- فدک،محمد حسن صلاح الدین نجفی. متوفی ۱۹۴۸م (اردو خطی)

۹۴- فدک،محمد رضا جعفری (عربی خطی)

۹۵- فدک،محمد قاسمی (فارسی خطی)

۹۶- فدک،محمد کرمی، ۱۳۵۹ش ناشر: مؤلف

۹۷- فدک،مولف:؟(فارسی خطی)

۹۸- فدک،میرزاجواد تبریزی،قم،دارالصدیقةالشهیده(س)،۱۳۸۲،۱۱۰ص،وزیری

۹۹- فدک،میثم ایوبی(فارسی خطی)

۱۰۰- فدک،نذیرعلی انصاری.(اردوخطی)

۱۰۱- فدک ابعادها، دلالاتها و امتداداتها . عبدالمجید فرج الله، قم، محبین،۱۴۲۹ ق،۴۴۸ص،وزیری.

۱۰۲- فدک از غصب تا تخریب. غلامحسین مجلسی کوپائی، قم، دلیل ما،۱۳۸۸، ۳۰۷ص،وزیری.

۱۰۳- فدک الزهراء،ستاد برگزاری شب شعر فدک الزهراء ،پیام آزادی ،تهران ۱۳۷۹ش،۲۰۸ص

۱۰۴- فدک به روایت شیعه و سنی. نامیق صف یزاده (بوره که هیی)، تهران، بوره که یی (مرکز نشر پژوهشهای ایرانشناسی)، ۱۳۸۲، ۱۲۳ص.

۱۰۵- فدک بین ابی بکر والسیدةفاطمه علیها السلام،فیصل نور،(عربی خطی)

۱۰۶- فدک تاریخ کی روشنی میں، سید محمد باقر صدر، مترجم:سیدذیشان حیدر جوادی.اردوچاپ اول ۱۴۱۱ هالہ آباد هند،وچاپ سوم لاهور ۱۴۱۵ھ۔

۱۰۷- فدک در تاریخ. سیدمحمدباقر صدر، ترجمه محمود عابدی، تهران،۱۳۶۰، ۱۹۶ ص،رقعی.چاپ دوم بنیاد بعثت،تهران ۱۴۱۶ ه،ق

۱۰۸- فدک در تاریخ.زهرانجارزادگان،(فارسی خطی)

۱۰۹- فدک در تاریخ، مریم احمدی کیا.پایان نامه جامعه الزهراء سال ۱۳۷۸ش (فارسی خطی)

۱۱۰- فدک در فراز و نشیب: پژوهشی در مورد فدک در پاسخ به یک دانشور سنی. علی حسینی میلانی،قم،الحقایق،۱۳۸۶. ۱۵۱ص،رقعی

۱۱۱- فدک در فقه شیعه،حسن رضازاده مقدم،وزیری، ۱۶۴ص(فارسی خطی)

۱۱۲- فدک ذوالفقار فاطمه (س) . سیدمحمد واحدی، قم، مسجد جمکران،۱۳۷۹، ۲۰۰ص،رقعی.

۱۱۳- فدک سایه سار حاکمیت اهل بیت علیهم السلام، غلامرضا گلی زواره ای. ۸۰ ص، وزیری (فارسی خطی)

۱۱۴- فدک سند مظلومیت زهرا علیها السلام، حامد وحیدی. (فارسی خطی)

۱۱۵- فدک صرخة الضلامة۔سید عبد الصاحب هاشمی، ۸۶س، رقعی (عربی چاپی)

۱۱۶- فدک عطیه الهی، احمد راهداری، پایان نامه مؤسسه آموزشی و پژوهشی مذاهب اسلامی، قم (فارسی خطی)

۱۱۷- فدک فاطمه علیها السلام، احمد بن عزیز اللہ شیرازی فالی. چاپ اول اندیشه های اسلامی، قم ۱۳۷۱ ش، چاپ سوم مجمع ذخائر اسلامی قم ۱۳۷۸ ش

۱۱۸- فدک فاطمی. محمدرضا انصاری، تهران، دلیل ما، ۱۳ ۹۲، ۸۰ص.

۱۱۹- فدک فی التاریخ. سیدمحمدباقر الصدر، النجف الأشرف، المطبعة الحیدریة، ۱۳۷٤ ق.، ۱٦۸ ص، وزیری؛ بیروت، دار التعارف، ۱۹۸۰ م؛ تهران، مؤسسة البعثة، ۱۹۸۵م، ۱٤۸ص، وزیری. این کتاب به فارسی، اردو و انگلیسی نیز ترجمه، و از تهران، قم نجف چاپ شده است

۱۲۰- فدک فی التاریخ، التشیع و الاسلام، . محمد باقر صدر، اعداد و تحقیق لجنه التحقیق التابعه للموتمر العالمی للامام الشهید الصدر، قم، مرکز الابحاث و الدراسات التخصیصه للشهید الصدر، ۱٤۲۱ق، ۱۷۷ص.

۱۲۱- فدک فی الماضی و الحاضر. عبداللہ الیوسف، بیروت، دار الهادی، ۱٤۲۲ق، ۱٤٤ص.

۱۲۲- فدک فی روایت اهل السنة، کاظم یوسف عبد المهدی جبوری۔ ۱۴۳۱ ق، رقعی ۸۲ص

۱۲۳- فدک فی نهج البلاغة، روضة حیدریه، نجف، ۱۴۳۲ ق، ۲۰۱۱م

۱۲۴- فدک في التاريخ، سید حیدر بن اسماعیل صدر موسوی عاملی. (عربی خطی)

۱۲۵- فدک في التاريخ، علی بن رجب علی روحانی اصفهانی نجف آبادی. (عربی خطی)

۱۲۶- فدک قراءة فی صفحات التاریخ. عبد الجلیل مکرانی، قم، دار الهدی، ۱٤۲۷ق، ۸۸ص، رقعی.

۱۲۷- فدک قصه مظلومیت، زهرا جوان بخت، نسیم میلانی فر، فریبا واصبی، پروین ملک آبادی (فارسی خطی)

۱۲۸- فدک کے راز، محمد باقر انصاری - سید حسین رجایی، مترجم: احمد امامی، ترجمہ کتاب اسرار فدک (اردو خطی)

۱۲۹- فدک (گذری بر ماجرای غم انگیز فدک)، سید احمد صادق حسینی. (فارسی چاپی)

۱۳۰- فدک للزهراء. سید محمود غریفی بحرانی، قم، دار الحفظ للتراث البحرانی، ۱۴۲۷ق، ۳۲ص، جیبی

۱۳۱- فدک مرثیه ای که دوباره باید خواند. محمود صلواتی، قم، مرکز نشر علوم دانشگاهی معارف اسلامی فاضل، ۱۳۷۹، ۱۰۰ص، رقعی.

۱۳۲- فدک معتبرترین سند تاریخ. سید علیرضا حسینی، قم، دلیل ما، ۱۳۸۰، ۲۵ص، جیبی.

۱۳۳- فدک نحلة النبی (ع). سید محمد حسن حائری قزوینی، ترجمه سید احمد علم الهدی، تهران، مدرسه چهل ستون، ۱۳۵۷، ۱۹۲ص، جیبی. (این کتاب به تجزیه و تحلیل مسئله فدک با ذکر جزئیات قضیه پرداخته است. این کتاب ترجمه کتاب هدی الملة الی ان فدک من النحلة است۔)

۱۳۴- فدک و الخمس، سید حسن بن علی اطروش، م ۳۰۴ق. (عربی خطی)

۱۳۵- فدک و بازتاب های تاریخی و سیاسی آن. علی اکبر حسنی، قم، کنگره هزار شیخ مفید، ۱۳۷۲، ۵۴ص، وزیری.

۱۳۶- فدک و جریانات تاریخی آن از نظر اهل سنت، احمد. (فارسی چاپی)

۱۳۷- فدک و حقیقه النزاع بین الصدیق و الزهراء رضی الله عنهما. محمد یحیی سالم عزان، دمشق، دار الثقافه و التراث، ۲۰۰۸م، ۱۰۸ص.

۱۳۸- فدک و حوائط سبعه، سید حسین واعظی سبزواری. (فارسی چاپی)

۱۳۹- فدک و سیر تاریخی آن، محمد حسین بن محمد تقی مهدوی اصفهانی. (فارسی خطی)

۱۴۰- فدک و فاطمة علیها السلام. (قصة جهاد الزهراء علیها السلام)، السیّد علی عبّاس الموسوی، بیروت، دار الهادی، ۱۴۲۰ق، ۲۴۰ص، وزیری

۱۴۱- فدک والعوالی او الحوائط السبعة فی الکتاب والسنة والتاریخ و الادب. محمد باقر حسینی جلالی، قم، دبیر خانه کتاب سال ولایت، ۱۳۸۴، ۷۱۹ ص، وزیری.، و چاپ دوم مع اضافات، قم مؤسسه طیبه لاحیاء التراث ۸۲۷ ص

۱۴۲- فدک والکلام فیہ، طاہر غلام ابوجیش بلخی. (عربی خطی)
۱۴۳- فدک ہبۃ النبوۃ، حسن بن احمد ہادی، دار الولایہء، بیروت، ۱۴۲۶ ق۔ ۳۰۳ص
۱۴۴- فدک ہدیه به پیشگاه شاه اولیاء امیرالمؤمنین علیه السلام، مؤلف:؟ (فارسی چاپی)
۱۴۵- في حدود فدک، مولف:؟(عربی خطی)
۱۴۶- قصہ فدک، غلامرضا حیدری ابھری(فارسی خطی)
۱۴۷- القضاء فی فدک، سید محمد کاظم بن علی حسین سرابی. (عربی خطی)
۱۴۸- قضیہ فدک و دادن ھدایا بہ معصومان توسط حاکمان. رضا خیابانی، کاشمر، انتشارات آب و آینہ، ۱۳۹۳، پالتویی
۱۴۹- قضیہ فدک، سید سجاد حسین نقوی. دار التبلیغ لاہور(اردو چاپی)
۱۵۰- کشف الظلمات ج٤-١، محمد حیدر. (اردو چاپی)
۱۵۱- کلام فاطمۃ علیہا السلام في فدک، ابو الفرج علی بن حسین اصفہانی، م٣٥٦ ق. (عربی خطی)
۱۵۲- گزارش لحظہ بہ لحظہ از ماجرای فدک. محمدباقر انصاری، قم، دلیل ما، ۱۳۸۱، ۸۰ص، قعی.
۱۵۳- گلوبند عصمت در راہ فدک، سید محمد جمال ہاشمی، ترجمہ: خلیل کمرہ ای(فارسی چاپی)
۱۵۴- ماجرای فدک. سید احمد فالی، قم، کانون نشر اندیشہ ہای اسامی، ۱۳۷۱، ۸۸۱ص، رقعی.
۱۵۵- مبحث فدک، سید علی بن دلدار علی رضوی نصیر آبادی م۱۲۵۹. (عربی چاپی)
۱۵۶- مجموعہ مقالات فدک. جمعی از نویسندگان، تہیہ کنندہ پژوهشکدہ حج و زیارت، تہران، نشر مشعر، ۱۳۹۲، ۳۹۲ص، وزیری.
۱۵۷- مسئالہ فدک و حدیث انا معاشر الانبیاء لانورث. سیدعلی حسینی میلانی، قم، الحقائق، ۱۳۸۵، ۸۸ص، رقعی.
۱۵۸- مسئلہ فدک، سید محمد جعفر بن سید محمد عباس زیدی بجنوردی ہندی م ۱۴۰۰. (اردو چاپی)

۱۵۹- مسئلہ فدک، سید محمد جعفر زیدی. (اردو خطی)

۱۶۰- مسئلہ فدک، سید وجیہ الحسن پاروی. (اردو چاپی)

۱۶۱- مسئلہ وراثت انبیاء، سید یعسوب علی زیدی. (اردو چاپی)

۱۶۲- مظلومیتی به وسعت تاریخ (غصب فدک). مصطفی مل کنیا، قم، سیمای دوست، ۱۳۹۱، ۹۶ص.

۱۶۳- مقدمہ باغ فدک وہی مجرم وہی منصف، عبد الکریم مشتاق. (اردو چاپی)

۱۶۴- مقدمہ فدک پر ایک نظر، سید ظفر الحسن. (اردو چاپی)

۱۶۵- الموسوعة الکبری عن فاطمة الزهراء. اسماعیل نصاری زنجانی خوئینی، جلد دوازدهم، ۱۳۸۶، ۲۷۵ ص، وزیری. (تمام مطالب و اسناد جلد دوازدهم از الموسوعة الکبری عن فاطمة الزهراء به حادثه فدک و نحوه انتقال آن به مالکیت حضرت زهرا (ع) و سپس غصب شدنش در عصر خلیفه اول مربوط میگردد۔)

۱۶۶- میراث انبیاء، حسن انصاری زاده (فارسی خطی)

۱۶۷- نار حامیہ، سید محمد حسین نوگانوی. (اردو چاپی)

۱۶۸- ناگفته های فدک: تاریخ فدک و شرح خطبه فدکیه. ابوالحسن غفاری، زیر نظر حاج شیخ مسلم ملکوتی، قم، شاکر، ۱۳۹۳، ۳۶۵ص، رقعی.

۱۶۹- نحلة البتول علیها السلام، احمد بن سعد الدین. (عربی خطی)

۱۷۰- نقش تاریخی و سیاسی فدک همراه با متن کامل خطبه حضرت زهرا سلام الله علیها. محمد باقر صدر، ترجمه علی اکبر حسنی و حسین عمادزاده، مشهد، موسسه انتشارات فدک، ۱۴۰ق.، ۳۴۴ص.

۱۷۱- وارث فدک، محمد وصی خان. (اردو چاپی)

۱۷۲- وضعیت حقوقی فدک. سوده حامد توسلی، تهران، ممتاز، ۱۳۸۲، ۲۰۸ص.

۱۷۳- الهدی فی اثبات الارث للانبیاء، سید علی بن ابی القاسم رضوی قمی لاهوری. (اردو چاپی)